



## جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب \_\_\_\_\_ تفسیر نور القرآن (پارہ نمبر 7)

مصنف \_\_\_\_\_ علامہ پیر ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب

کمپوزنگ \_\_\_\_\_ محمد ندیم فریدی جامعہ فریدیہ ساہیوال

معاون کمپوزنگ \_\_\_\_\_ محمد اشفاق متعلم جامعہ فریدیہ ساہیوال

پروف ریڈنگ \_\_\_\_\_ عبدالقدیر فریدی، محمد اشرف فریدی

طباعت \_\_\_\_\_ فریدیہ پرنٹنگ پریس لیاقت چوک

ساہیوال فون 040-4221485

تاریخ طباعت \_\_\_\_\_ دسمبر 2007ء

ناشر \_\_\_\_\_ مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال

فون: 040-4466685, 4466985

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۷۱	یہود کی بدکاریوں کی وجہ سے اُن کے چہرے مسخ کر دیئے گئے	۵	۶۰	۱۳۲
۷۲	یہود کے دھوکے، فریب اور مکر کا ذکر	۵	۶۱	۱۳۳
۷۳	رب ذوالجلال کے ساتھ یہود کا گستاخانہ انداز	۵	۶۲	۱۳۶
۷۴	اگر اہل کتاب ایمان لاتے تو ان کے گناہ مٹا دیئے جاتے	۵	۶۵	۱۳۸
۷۵	رسول اللہ ﷺ پر رب کی طرف سے نازل کردہ کو پہنچانا ہے	۵	۶۷	۱۳۹
۷۶	اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھا	۵	۶۷	۱۳۹
۷۷	یہود کے اعتراض کا جواب	۵	۶۸	۱۴۱
۷۸	اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والوں کو کوئی ڈر اور غم نہیں	۵	۶۹	۱۴۳
۷۹	بنی اسرائیل نے انبیاء کو جھٹلایا اور قتل بھی کیا	۵	۷۰	۱۴۴
۸۰	توبہ نہ کرنے والے اندھے اور بہرے ہو گئے	۵	۷۱	۱۴۴
۸۱	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کہنے والے کافر ہیں	۵	۷۲	۱۴۶
۸۲	اللہ تعالیٰ کو تین خداؤں میں سے تیسرا کہنے والے بھی کافر ہیں	۵	۷۳	۱۴۸
۸۳	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت اور صفات کا تذکرہ	۵	۷۵	۱۴۹
۸۴	اہل کتاب اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کریں	۵	۷۷	۱۵۱
۸۵	بنی اسرائیل پر ان کے کفر کی وجہ سے لعنت کی گئی	۵	۷۸	۱۵۳
۸۶	کفار سے دوستی اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے	۵	۸۰	۱۵۴
۸۷	عیسائیوں کی نسبت یہود و مشرکین مسلمانوں سے دشمنی میں سخت ہیں	۵	۸۲	۱۵۶
۸۸	﴿آغاز پارہ نمبر ۷﴾ نرم دل عیسائیوں کا ذکر	۵	۸۳	۱۶۰

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۸۹	نومسلم عیسائیوں کی قوت ایمانی کا تذکرہ	۵	۸۴	۱۶۱
۹۰	مومنین کیلئے جنتوں کی نوید اور کفار کیلئے دوزخ کی وعید	۵	۸۶	۱۶۱
۹۱	اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو	۵	۸۷	۱۶۳
۹۲	قسموں کا بیان اور قسم توڑنے پر کفارہ کا ذکر	۵	۸۹	۱۶۵
۹۳	شراب، جوا اور فال کے تیر وغیرہ جیسے کاموں سے بچنے کا حکم	۵	۹۰	۱۶۷
۹۴	شیطان کی خواہشات اور بہکاوے	۵	۹۱	۱۶۷
۹۵	مومنین کے سابقہ گناہوں کی معافی کا اعلان	۵	۹۳	۱۷۰
۹۶	احرام کی حالت میں شکار حرام ہے	۵	۹۴	۱۷۲
۹۷	احرام کی حالت میں شکار کر لینے پر کفارہ کا بیان	۵	۹۵	۱۷۴
۹۸	احرام کی حالت میں دریائی شکار کی اجازت	۵	۹۶	۱۷۶
۹۹	رسول کے ذمہ صرف پہنچانا ہے	۵	۹۹	۱۷۹
۱۰۰	پاک اور ناپاک برابر نہیں ہو سکتے	۵	۱۰۰	۱۷۹
۱۰۱	حضور ﷺ سے بے معنی اور بے تگے سوالات پوچھنے کی ممانعت	۵	۱۰۱	۱۸۱
۱۰۲	بے تگے سوالات پوچھنے والی قوم کا انجام کفر	۵	۱۰۲	۱۸۱
۱۰۳	مشرکین مکہ کی مشرکانہ رسوم کا ذکر (بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حامی)	۵	۱۰۳	۱۸۳
۱۰۴	کفار کا اپنے آباؤ اجداد کی روش کو اہمیت دینا گمراہی ہے	۵	۱۰۴	۱۸۵
۱۰۵	مسلمانوں کو اپنی جانوں کی حفاظت کا حکم	۵	۱۰۵	۱۸۶
۱۰۶	کفار کی گمراہی کے مومن ذمہ دار نہیں	۵	۱۰۵	۱۸۶



نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۷	مرتے وقت کی جانیوالی وصیت پر گواہوں کا ذکر	۵	۱۰۶	۱۸۸
۱۰۸	وصیت کے گواہوں کے قسم اٹھانے کا بیان	۵	۱۰۷	۱۹۰
۱۰۹	جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسم کا اخروی وبال	۵	۱۰۹	۱۹۱
۱۱۰	عیسائیوں نے حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے بارہ میں جھوٹ بولا	۵	۱۱۰	۱۹۳
۱۱۱	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر	۵	۱۱۱	۱۹۵
۱۱۲	حضرت عیسیٰؑ کی دعا پر آسمان سے کھانے کا نازل ہونا	۵	۱۱۲	۱۹۹
۱۱۳	حضرت عیسیٰؑ پر لگائے جانے والے الزامات جھوٹے ہیں	۵	۱۱۶	۲۰۱
۱۱۴	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ وارشادات سنانا	۵	۱۱۷	۲۰۳
۱۱۵	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر	۵	۱۱۷	۲۰۳
۱۱۶	قیامت کے دن صالحین کے انجام کا تذکرہ	۵	۱۱۹	۲۰۵
۱۱۷	<b>سورۃ الانعام</b>	۶		۲۰۷
۱۱۸	اللہ ہی ساری کائنات کا خالق و مالک ہے	۶	۲۰۱	۲۰۸
۱۱۹	اللہ تعالیٰ کائنات کا حقیقی معبود ہے	۶	۳	۲۱۰
۱۲۰	کفار کی نافرمانیوں کا ذکر	۶	۵، ۴	۲۱۰
۱۲۱	کفار کا ہولناک انجام	۶	۶	۲۱۲
۱۲۲	منہ مانگے معجزات دکھانے پر بھی کفار ایمان نہ لائیں گے	۶	۹، ۸، ۷	۲۱۳
۱۲۳	انبیاء سے مذاق کرنے والوں کا انجام بربادی ہے	۶	۱۰	۲۱۵

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۲۴	عبرت حاصل کرنے کیلئے زمین میں سیر کرنے کا حکم	۶	۱۱	۲۱۵
۱۲۵	رب ذوالجلال کی صفات کا بیان	۶	۱۳، ۱۲	۲۱۶
۱۲۶	اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے ساتھ اسکی الوہیت کا ثبوت	۶	۱۷	۲۲۰
۱۲۷	حضور ﷺ کی رسالت کا سب سے بڑا گواہ اللہ تعالیٰ ہے	۶	۱۹	۲۲۱
۱۲۸	اہل کتاب حضور ﷺ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہنچاتے ہیں	۶	۲۰	۲۲۳
۱۲۹	اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والا سب سے بڑا ظالم ہے	۶	۲۱	۲۲۴
۱۳۰	مشرکین کی افترا بازیوں کا بیان	۶	۲۴	۲۲۶
۱۳۱	مشرکین کا قرآن کو محض پہلے لوگوں کی کہانیاں قرار دینا	۶	۲۵	۲۲۶
۱۳۲	کفار کا جہنم کو دیکھ کر دوبارہ دنیا میں آنے کی خواہش کرنا	۶	۲۷	۲۲۹
۱۳۳	اگر کفار کو دنیا میں لوٹا دیا جائے تو پھر بھی وہی کام کریں گے	۶	۲۸	۲۲۹
۱۳۴	کفار قیامت کے دن اور اُس دن کی جزا و سزا پر یقین نہیں رکھتے	۶	۲۹	۲۳۰
۱۳۵	کفار کے کئی خساروں کا بیان	۶	۳۱	۲۳۲
۱۳۶	حضور ﷺ کو کفار کی طرف سے پہنچنے والے غم پر حوصلہ اور تسلی	۶	۳۳	۲۳۴
۱۳۷	حضور ﷺ کا انکار دراصل اللہ تعالیٰ کا انکار ہے	۶	۳۴	۲۳۴
۱۳۸	صبر کا بیان	۶	۳۴	۲۳۴
۱۳۹	ضدی کفار کے اعتراضات اور اس کا جواب	۶	۳۷	۲۳۷
۱۴۰	اللہ کی آیات کو جھٹلانے والے گو نگے اور بہرے ہیں	۶	۳۹	۲۳۹
۱۴۱	مشکلات و مصائب کے باوجود کفار کے دل سخت ہو گئے	۶	۴۲	۲۴۱

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۴۲	کفار کا دنیاوی نعمتوں میں مگن ہونا	۶	۴۴	۲۴۲
۱۴۳	مومنین کیلئے کوئی خوف اور غم نہیں	۶	۴۸	۲۴۶
۱۴۴	اللہ کی آیات کو جھٹلانے والوں کیلئے دردناک عذاب کی وعید	۶	۴۹	۲۴۶
۱۴۵	حضور ﷺ کے پاس علم غیب اور خزانے ذاتی نہیں	۶	۵۰	۲۴۷
۱۴۶	مومنین کو مزید خوفِ خدا دلانے کا حکم	۶	۵۱	۲۴۹
۱۴۷	غریبوں کو دربارِ نبوی سے دُور نہ کرنے کا حکم	۶	۵۲	۲۵۱
۱۴۸	کفار تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے	۶	۵۳	۲۵۳
۱۴۹	حضور ﷺ کبھی بھی کفار سے مفاہمت نہیں کریں گے	۶	۵۶	۲۵۶
۱۵۰	کفار کا اپنے پر عذاب نازل ہونے کی خواہش کرنا	۶	۵۸	۲۵۸
۱۵۱	اللہ تبارک و تعالیٰ غیب کے خزانوں کا مالک ہے	۶	۵۹	۲۶۰
۱۵۲	انسان کی موت و حیات اتفاقی نہیں، خدا کی طرف طے شدہ ہے	۶	۶۱	۲۶۲
۱۵۳	مصیبت میں کفار چپکے چپکے اللہ تعالیٰ کو ہی پکارتے ہیں	۶	۶۳	۲۶۴
۱۵۴	ہر تکلیف اور مصیبت سے نجات دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے	۶	۶۴	۲۶۴
۱۵۵	عذاب نازل کرنے یا نہ کرنے میں اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے	۶	۶۵	۲۶۶
۱۵۶	مومنین کو کفار سے میل جول نہ رکھنے کی تلقین	۶	۶۸	۲۶۸
۱۵۷	مسلمانوں کو کفار سے تمام قسم کے تعلقات قطع کرنے کا حکم	۶	۷۰	۲۷۰
۱۵۸	کفار مسلمانوں کو بت پرستی کی ترغیب دیتے ہیں	۶	۷۱	۲۷۲
۱۵۹	رب ذوالجلال کی قدرت کاملہ کا بیان	۶	۷۳	۲۷۴

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۶۰	سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ (چچا) آزر کو بتوں کی پوجا کرنے سے روکنا	۶	۷۵	۲۷۶
۱۶۱	آزر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے یا باپ؟	۶		۲۷۷
۱۶۲	سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ستارہ پرستی کے خلاف مناظرہ	۶	۷۹ تا ۷۷	۲۷۸
۱۶۳	معبود حقیقی اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم ہی ہے	۶	۸۰	۲۸۰
۱۶۴	قوم کی طرف جھگڑے کا سامنا اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا	۶	۸۱	۲۸۱
۱۶۵	انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت و عظمت خدا کی طرف سے ہے	۶	۸۷	۲۸۵
۱۶۶	انبیاء پر نازل ہونیوالی آسمانی کتابیں خدا کی طرف سے ہی ہیں	۶	۹۰	۲۸۹
۱۶۷	حضور ﷺ کیساتھ یہودیوں کا مناظرہ اور انکی شکست	۶	۹۲	۲۹۱
۱۶۸	قرآن کا انکار اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا انکار ہے	۶	۹۳	۲۹۳
۱۶۹	جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنیوالوں کی سخت مذمت	۶	۹۴	۲۹۵
۱۷۰	کفار مسلمانوں کی غربت کو دیکھ کر طنز کرتے	۶	۹۵	۲۹۷
۱۷۱	اللہ تبارک و تعالیٰ کی الوہیت کے دلائل اور کمالات کا ذکر	۶	۹۷، ۹۷	۲۹۹
۱۷۲	رب ذوالجلال کی نعمتوں کا تذکرہ	۶	۱۰۰	۳۰۲
۱۷۳	قدرت کاملہ کے مظاہر کے بعد بھی مشرکین کی ہٹ دھرمی	۶	۱۰۱	۳۰۴
۱۷۴	اللہ تبارک و تعالیٰ اولاد سے پاک ہے	۶	۱۰۲	۳۰۶
۱۷۵	کوئی آنکھ اللہ تعالیٰ کا ادا رک نہیں کر سکتی	۶	۱۰۴	۳۰۷



نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۷۶	معراج کے موقع پر حضور ﷺ نے خدا کا دیدار کیا	۶		۳۰۸
۱۷۷	اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی گئی وحی کی اتباع کا حکم	۶	۱۰۷	۳۱۱
۱۷۸	مسلمان، کفار کے معبودوں کو برا بھلا نہ کہیں	۶	۱۰۹	۳۱۲
۱۷۹	منہ مانگے معجزات آنے پر بھی مشرکین ایمان نہیں لائیں گے	۶	۱۱۰	۳۱۴

اور جب وہ سنتے ہیں اس کو جو رسول کی طرف  
نازل کیا گیا تو حق کو پہچاننے کی وجہ سے آپ  
ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کو بہتا ہوا دیکھتے  
ہیں وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان  
لائے تو ہمیں (حق) کی گواہی دینے والوں  
میں لکھ دے (۸۳)

وَإِذْ أَسْمِعُ مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ  
أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ  
الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا فَالِقِ الْيَمِّ بِأَمْرٍ ۝

اللہ  
الْعَظِيمُ

### تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا مسلمانوں کے ساتھ دشمنی رکھنے والے یہود اور مشرکین ہیں اور مسلمانوں کے  
قریبی دوست وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہا ہم عیسائی ہیں۔ عیسائیوں نے یہ اس لئے کہا کہ اُن میں راہب  
لوگ ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ عیسائیوں کا یہ ایک خاص گروہ تھا جس نے مسلمانوں سے محبت کا اظہار کیا  
اب اس آیہ کریمہ میں ان کی ایک خاص حالت کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ یہ لوگ محبت میں آنسو بہاتے تھے۔  
اس آیہ کریمہ کے اترنے کا باعث یہ بنا جب حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے دربار میں مہاجرین کو بلایا گیا جو  
مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ آئے تھے، نجاشی نے مہاجرین کے امیر حضرت جعفر ابن ابی طالب سے پوچھا کیا  
تمہارے قرآن میں حضرت مریم کا ذکر بھی ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہمارے قرآن کریم میں حضرت مریم کے  
ذکر میں پوری سورہ مریم ہے تو شاہ حبشہ نے سورہ مریم سنانے کی درخواست کی، آپ نے یہ رکوع پڑھا  
”وَإِذْ كَرَفَى الْكِتَابِ مَرْيَمَ“ اس کے بعد سورہ طہ کی تلاوت کی اس پر نجاشی اور اس کے درباری خدام  
بہت روئے، پھر نجاشی کے ستر (۷۰) ساتھی حضور ﷺ کی زیارت کیلئے مدینہ منورہ آئے۔ حضور ﷺ نے  
انہیں سورہ یسین سنائی جس پر وہ روئے، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور زار و قطار رونے لگے،  
ان واقعات پر یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی جس میں ان لوگوں کے جذبہ کی تعریف فرمائی گئی۔

اس آیہ کریمہ میں بعض اہل کتاب کی حق پرستی کا ذکر فرمایا گیا ہے جو مسلمانوں سے بغض و عداوت نہیں رکھتے تھے، اس قسم کے لوگ یہود میں بھی تھے مگر بہت کم۔ اس آیہ کریمہ سے مفہوم نہیں لیا جاسکتا کہ تمام نصاریٰ اسی قسم کے تھے امام ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام القرآن میں فرمایا ہے کہ بعض جاہل جو یہ خیال کرتے ہیں کہ ان آیات میں مطلقاً عیسائیوں کی تعریف ہے یہ سراسر جہالت ہے۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں اس گروہ کی دعا کا ذکر ہے وہ کہتے ہیں اے اللہ ہمیں شاہدین میں لکھ دے، اس سے مراد حضور ﷺ کی امت ہے وہ حضور ﷺ کی امت میں داخل ہونے کی درخواست کرتے تھے۔ ابن جریر فرماتے ہیں اس سے مراد عیسائیوں کا ایک خاص گروہ ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے دین کا زبردست پابند تھا جب اس نے حضور ﷺ کو دیکھا تو ایمان لے آیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ پر ایمان نہ لائیں اور  
اس حق پر جو ہمارے پاس آیا ہے اور ہم کیوں نہ  
یہ خواہش کریں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں  
کے ساتھ شامل کرے (۸۴) سوال اللہ نے انہیں  
اس قول کے صلہ میں انہیں ایسی جنتیں عطا  
فرمائیں جن کے نیچے دریا بہتے ہیں جن میں وہ  
ہمیشہ رہیں گے اور یہی نیکی کرنے والوں کی جزا  
ہے اور جو لوگ کافر ہوئے اور ہماری آیات کو  
جھٹلایا وہ دوزخی ہیں (۸۶)

وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ  
الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ  
الطَّالِحِينَ ۝ فَإِنَّا أَنبَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَدَّتْ  
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا  
وَذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا  
وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝

اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم  
العظیم



## تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں مومنوں کی ایمانی پختگی کا ذکر تھا اب ان آیات میں ان کی مقبولیت کا ذکر ہے ان نو مسلم عیسائیوں کی قوت ایمانی کا یہ حال ہے جب کوئی انہیں طعنہ دیتا ہے کہ تم نے یہ کیا کیا، عیسیٰ علیہ السلام کے دین کو چھوڑ کر اسلام میں چلے گئے تو لوگوں کا یہ طعنہ انہیں کسی طرح پریشان نہیں کرتا اور نہ ہی یہ نو مسلم لوگ اس طعنے سے کسی قسم کا اثر قبول کرتے ہیں بلکہ ان کی طعن زنی کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کیوں نہ لائیں جب ہمارے پاس حق آگیا اور ہم نے پہچان بھی لیا پھر ایمان لانے میں رکاوٹ کونسی ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو ایمان لا کر اللہ سے یہ قوی امید رکھتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے نیک صالح ایماندار بندوں میں شمار فرمائے اور جنت عطا فرمائے جس میں شہد، دودھ، شراب طہور کی نہریں جاری ہیں۔ بارگاہ قدس سے انہیں اس استقامت کا صلہ یہ ملے گا کہ جنت میں داخل ہوں گے اور پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ وہیں رہیں گے کبھی بھی نکالے نہیں جائیں گے۔

اس آیہ کریمہ میں نیک لوگوں کے ساتھ رہنے کی درخواست ہے یہ نیک لوگ کون ہیں، سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان سے مراد حضور ﷺ کے صحابہ کرام ہیں، ایک معنی یہ بھی ہے کہ اس سے مراد خود حضور ﷺ ہیں مقاتل اس کا معنی یہ کرتے ہیں کہ ان صالحین سے مراد مہاجرین اولین ہیں جو سب سے پہلے ہجرت کر کے حبشہ گئے اور وہاں رہے۔ آیہ مبارکہ میں نو مسلم لوگوں کی قوت ایمانی کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ وہ ایمان لانے کے بعد ایک مضبوط چٹان بن گئے کہ لوگوں کے طعن اعتراضات، گالی گلوچ انہیں اپنے موقف سے ہٹانہ سکے۔ قرآن مقدس نے ایسے پختہ ایمان مضبوط لوگوں کے بارہ میں فرمایا ہے جنہوں نے یہ کہہ دیا ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس پر پکے رہ گئے، اُن پر اللہ کی رحمت و برکات کا نزول ہوتا ہے، یہ لوگ اللہ کی ان رحمت و برکات کے مستحق ہو گئے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ دوزخی ہیں جن یہود و مشرکین نے اسلام کے واضح دلائل حضور ﷺ کے معجزات مقدسہ دیکھنے کے باوجود تکبر کیا اور



انکار کیا اللہ انہیں ان کے اعمال کی سزا کے طور پر دوزخ میں ڈالے گا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا طَائِفَةً مِّنْ أَهْلِ  
اللّٰهِ لَكُمْ وَلَآتَعْتُمُ الْوَاقِفَ ۖ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُنْتَفِئِينَ ۖ  
وَكُلُوا وَمِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ  
الَّذِيْٓ أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝

صَلَّى  
الْحَبِیْبِ

اے ایمان والو! تم پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ  
دو جن کو اللہ نے تمہارے لئے حلال کر دیا ہے  
اور حد سے نہ بڑھو، اللہ حد سے بڑھنے والوں کو  
پسند نہیں کرتا (۸۷) اور اللہ کے دئے پاک  
رزق سے کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم  
ایمان رکھنے والے ہو۔ (۸۸)

## تفسیر

اس آیه مبارکہ میں ایمانداروں کو حلال چیزوں کو حرام کر لینے سے منع فرمایا گیا ہے، اللہ کی طرف سے جو حلال  
ہیں انہیں حلال جانا جائے اور جو حرام ہیں انہیں حرام جانا جائے۔ ایمان والوں کو ارشاد ہے، ایمان والو!  
جو لذتیں چیزیں اللہ نے حلال فرمائی ہیں انہیں حرام نہ سمجھو نہ دوسروں کیلئے اُن کے حرام ہونے کا حکم نافذ کرو،  
حد سے نہ بڑھو، اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، جو حلال رزق تمہیں اللہ نے دیا ہے اُسے  
کھاؤ، خدا سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

اس آیه مبارکہ کے اترنے کا سبب اس طرح ہوا ایک مرتبہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام میں وعظ فرمایا جس  
میں عذاب الہی جنت اور دوزخ کا واضح ذکر تھا، حضور ﷺ کے اس حسین اور عظیم خطاب کا اثر صحابہ کے دل پر  
اس عظیم انداز سے ہوا کہ سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے گھر میں چند جلیل القدر صحابہ کرام رضوان  
اللہ علیہم اجمعین اکٹھے ہوئے، اکٹھے ہونے والے صحابہ کرام یہ تھے، سیدنا صدیق اکبر، سیدنا علی المرتضیٰ،  
عبداللہ ابن مسعود، سیدنا ابوذر غفاری، سیدنا موسیٰ ابی حذیفہ، عبداللہ ابن عمر، مقداد بن اسود، سلمان فارسی،

معقل بن مقرن، عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم۔ حضور ﷺ کے بیان سے متاثر ہو کر انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم دنیا ترک کر دیں اور بس اللہ اللہ میں لگ جائیں سب نے عہد کیا ہم ہمیشہ دن کو روزہ رکھیں گے، رات کو نوافل ادا کریں گے، اچھے کھانے نہیں کھائیں گے، نکاح نہیں کریں گے، اچھا لباس نہیں پہنیں گے، مسافرانہ زندگی بسر کریں گے۔ بعض حضرات نے تو کہا ہم حصّی ہو جائیں گے تاکہ عورتوں کے قابل نہ رہیں نہ دنیا سے تعلق رکھیں گے نہ گناہ ہوں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس فیصلہ کی خبر حضور ﷺ تک پہنچ گئی، آپ حضرت عثمان بن مظعون کے گھر تشریف لائے مگر وہاں کوئی موجود نہ تھا، حضور ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون کی بیوی ام حکیم سے پوچھا کیا یہ خبر درست ہے کہ بعض صحابہ نے یہ عہد و پیمان کیا ہے تو ام حکیم نے عرض کی اگر یہ خبر عثمان بن مظعون نے دی ہے تو سچ ہے کچھ دیر بعد سیدنا عثمان بن مظعون خود تشریف لے آئے، حضور ﷺ نے عثمان بن مظعون سے پوچھا تو انہوں نے اقرار کیا کہ ایسا فیصلہ ہوا ہے اور یہ فیصلہ کیا ہم نے اس لئے ہے کہ گناہوں کی کمی ہو اور خدا کے غضب سے بچ سکیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا عثمان مجھے میرے رب قدوس نے ترک دین کا حکم نہیں دیا، روزے رکھو بھی اور افطار بھی کرو، آرام بھی کرو نوافل بھی پڑھو، مجھے دیکھو میں نے نکاح بھی کیا ہے، میں کھاتا بھی ہوں یہ میری سنت ہے جو میری سنت سے منہ موڑے وہ میری جماعت سے نہیں، تم پر تمہاری جان کا حق ہے اپنی بیوی بچوں کا بھی۔ پہلے لوگ اپنی جانوں پر سختیاں کرتے تھے اور اسی طرح ہلاک ہو گئے۔

حضور ﷺ کی آمد پر اور بے شمار عظیم انقلابات آئے ان میں سے ایک اہم اور عظیم انقلاب یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے یہود و نصاریٰ کے ضابطہ رہبانیت کو رہبانیت میں بدل دیا، انہوں نے رب کو پانے کیلئے ماں باپ، بہن بھائی اولاد کو چھوڑ کر جنگلوں میں بسیرا کرنے کو عظیم عبادت سمجھا تھا یہ رہبانیت تھی حضور ﷺ نے فرمایا ”لا رہبانية فى الاسلام“ اسلام میں عبادت کا یہ عنوان نہیں ہے۔ اسلام نے حقوق العباد کی ادائیگی کو خدا تک پہنچنے کا اہم حصہ قرار دیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

لَا يُؤْخَذُ كُمْ بِالْعُيُوفِ الْيَمَانِ كُمْ وَلَكِنْ  
يُؤْخَذُ كُمْ بِمَا عَقَدْتُمْ الْإِيمَانَ فَلَئِنْ لَمْ  
تُطِيعُوا عَشْرَةَ مَسْكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعَمُونَ  
أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَبٍّ فَهَلْ  
لَكُمْ بَعْدَ فِصْيَاكُمْ ثَلَاثَةَ آيَاتٍ ذَلِكَ كُفَّارُكُمْ  
إِيمَانَكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوا إِيمَانَكُمْ  
كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

اللہ  
صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم

اللہ تعالیٰ تمہاری بے معنی قسموں پر تمہاری گرفت  
نہیں فرمائے گا لیکن تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری  
گرفت فرمائے گا سوان کا کفارہ دس مسکینوں کو  
درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے، جیسا تم اپنے گھر  
والوں کو کھلاتے ہو یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا  
ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے جو ان میں سے کسی  
چیز پر قادر نہ ہو وہ تین دن کے روزے رکھے یہ  
تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور  
توڑ دو) اپنی قسموں کی حفاظت کرو اسی طرح اللہ  
تمہارے لئے اپنی آیتیں بیان کرتا ہے تاکہ تم  
شکرا ادا کرو (۸۹)

## تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں اُن صحابہ کا ذکر فرمایا گیا ہے جنہوں نے حضرت عثمان بن مظعون کے گھر بیٹھ کر یہ عہد کیا  
تھا کہ وہ دنیا ترک کر دیں گے اچھا لباس نہیں پہنیں گے، دن کو روزہ رکھا کریں گے، پچھلی آیہ میں تفصیل گذر  
گئی ہے ان صحابہ کے اس فیصلہ پر حضور ﷺ نے ترک دنیا کی سخت ممانعت فرمادی تو اُن صحابہ نے عرض کی  
حضور ہم نے تو اس عہد پر پکے رہنے کی قسمیں اٹھالی ہیں اب اُن قسموں کا کیا ہوگا؟ تو یہ آیہ مبارکہ نازل  
ہوئی جس میں قسموں کا کفارہ دے کر ختم کر دینے اور حلال چیزوں کو استعمال کر لینے کا حکم دیا گیا۔ سیدنا  
عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیہ کے اترنے کا سبب یہ بھی بیان کیا ہے۔

تفاسیر نے اس آیہ کریمہ کے اترنے کا باعث ایک اور واقعہ بھی بیان کیا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن رواحہ



کے گھر کوئی مہمان آیا، صاحب خانہ حضرت عبداللہ بن رواحہ گھر پر نہ تھے حضرت عبداللہ کی بیوی نے مہمان کو اس انتظار میں کھانا نہ دیا کہ حضرت عبداللہ ابن رواحہ بھی آجائیں اور مہمان کے ساتھ کھائیں، آپ گھر آئے تو پتہ چلا مہمان کو شدید انتظار کرنا پڑا ہے اور انہیں کھانا نہیں دیا گیا تو آپ نے قسم کھالی کہ میں اب کھانا نہیں کھاؤں گا بیوی نے بھی قسم کھالی کہ وہ آپ کے بغیر کھانا نہیں کھائیں گی، ادھر مہمان نے بھی قسم کھالی اگر گھر کے دونوں افراد میاں بیوی نہیں کھائیں گے تو میں بھی نہیں کھاؤں گا۔ مجبوراً حضرت عبداللہ نے اپنی قسم توڑی اور کھانا کھایا پھر بیوی نے بھی قسم توڑی اور کھانا کھایا اور مہمان نے بھی ایسا کیا۔ صبح کو یہ واقعہ دربار رسالت ﷺ میں پیش کیا گیا تو یہ آئیہ مبارکہ نازل ہوئی جس میں قسم کے کفارہ کی وضاحت ہے۔

قسم کا کفارہ یہ ہے کہ (۱) دس مسکینوں کو درمیانے درجے کا کھانا کھلائے یا (۲) دس مسکینوں کو لباس پہنائے یا (۳) غلام آزاد کرے۔ اگر ان صورتوں میں سے کوئی بھی نہیں کر سکتا (۴) تو مسلسل تین روزے رکھے۔ یہ قسم کا کفارہ ہے جس کا ذکر آئیہ مبارکہ میں فرمادیا۔

### قسم کی اقسام

**قسم لغو:** یہ ہے کہ جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھالیتا ہے کہ فلاں آگیا حالانکہ وہ آیا نہیں اس پر کفارہ نہیں۔

**قسم غموس:** یہ ہے کہ کسی گزرے واقعہ پر جھوٹی قسم اٹھالیتا ہے مثلاً کہتا ہے وہ واقعہ نہیں ہوا اس قسم پر گناہ ہے کفارہ نہیں۔

**قسم منعقدہ:** یہ ہے کہ آئندہ کیلئے قسم کھائے کہ میں فلاں کام نہیں کروں گا یا کروں گا پھر اس کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کا کفارہ ہے۔

اس آئیہ مبارکہ میں کفارہ کی صورتیں بیان کر دی گئی ہیں یہ بھی یاد رہے کہ اگر کسی نے نیکی نہ کرنے پر قسم اٹھالی ہے تو ضروری ہے کہ یہ قسم توڑ دے اور نیکی کا کام کرے قسم توڑنے کا کفارہ ادا کرے۔ کفارہ قسم توڑنے کے بعد ہوگا اگر قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دے دیا گیا ہے تو معتبر نہیں۔ آئیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا ہے



”واحفظوا ایمانکم“ اپنی قسموں کی حفاظت کرو، توڑنے میں جلدی نہ کرو اس کو نبھانے کی کوشش کرو۔  
یہ بھی اشارہ ہے کہ زیادہ قسمیں اٹھانے کی عادت نہ بنالو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَعَلْنَا الْخَمْرَ وَالْمَيْمِرَ وَالْأَنصَابَ  
وَالْأَسْمَارَ رِجْسًا مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوا  
لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ  
يُوقِعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ  
وَالْمَيْمِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ  
فَعَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَنتُمُ اللَّائِي

اللہ  
صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بتوں کے  
پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک  
ہیں شیطانی کاموں سے ہیں سو تم ان سے  
اجتناب کرو تا کہ تم کا میاب ہو (۹۰) شیطان  
صرف یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے  
ذریعے تمہارے درمیان بغض اور دشمنی پیدا کر  
دے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا  
تم رکنے والے ہو (۹۱)

## تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا تھا کہ حلال طیب چیزوں کو حرام نہ کرو۔ اس آیہ مبارکہ میں  
بھی اشارہ ہے کہ حرام چیزوں کو حلال نہ بنالیں ان دونوں آیتوں میں پرہیزگاری کے دونوں اصولوں کو بیان  
فرما دیا گیا ہے کہ خدا کی حلال کردہ چیزوں کو حرام نہ کہیں اور حرام کردہ چیزوں کو حلال نہ بنائیں۔ اس آیہ  
مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ ہے کہ ایک انصاری کے گھر صحابہ کی دعوت تھی جس میں مہاجرین بھی بلائے  
گئے تھے کھانے کے بعد حسب معمول شراب کا دور چلا سب نے شراب استعمال کی اسی نشہ کی حالت میں  
ایک شخص نے کہا کہ مہاجرین سے انصار افضل ہیں حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا نہیں مہاجرین افضل  
ہیں، اس پر ایک انصاری نے حضرت سعد کی ناک پر اونٹ کی ہڈی ماری جس سے خون جاری ہو گیا نشہ

اُترنے پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ عرض کیا حضور ﷺ کو اس واقعہ سے صدمہ پہنچا۔ تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے متعلق قرآن مقدس کی چار آیتیں نازل ہوئیں، پہلی آیہ پاک ”یسئلونک عن الانفال“ دوسری آیہ پاک ”کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت“ تیسری آیہ پاک ”وصینا الانسان بوالدیه“ چوتھی آیہ مبارکہ ”انما الخمر والمیسر“ ہے۔ شراب کے سلسلہ میں پہلی آیہ کریمہ نازل ہوئی، ”قل فیہما اثم کبیر و منافع للناس“ ان میں گناہ بھی ہے لوگوں کو فائدہ بھی ہے کچھ حضرات نے شراب چھوڑ دی، کچھ پیتے رہے پھر یہ حکم نازل ہوا ”لا تقربوا الصلوۃ و انتم سکاری“ نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ، کچھ حضرات نماز کے اوقات کے علاوہ پیتے رہے، نماز کے وقت استعمال نہ کرتے پھر سورہ مائدہ کی یہ آیہ پاک نازل ہوئی۔ اب تمام حضرات نے توبہ کر لی جس دن یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی، مدینہ منورہ کے لوگوں نے گھروں میں رکھی ہوئی شراب اُنڈیل دی تو مدینہ منورہ میں شراب بارش کے پانی کی طرح بہتی تھی دیر تک گلی کوچوں سے شراب کی بدبو آتی رہی۔

اس حکم کے بعد صحابہ کرام نے کبھی شراب نوشی کی یاد بھی نہیں کی اور مکمل نفرت ہو گئی دنیا کے کئی غیر مسلم ممالک نے اس لعنت سے بچنے کیلئے اربوں روپے خرچ کئے، شراب نوشوں کو سخت ترین سزائیں دیں، تختہ دار پر لٹکایا مگر پھر بھی کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ یہ قرآن مقدس کی عظمت کی دلیل ہے کہ ایک ہی حکم پر شراب نوشی کا خاتمہ ہو گیا۔

آیہ کریمہ میں شراب اور جوئے کے ذکر کے ساتھ بتوں کا ذکر بھی کر دیا گیا کہ سننے والے سمجھ لیں شراب اور جوئے کا معاملہ ایسا سخت جرم ہے جیسے بت پرستی حضور ﷺ کے ایک ارشاد مبارک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ابن ماجہ نے اس حدیث شریف کو نقل کیا ہے۔ ”شارب الخمر کعابد الوثن“ شراب

پینے والا ایسا مجرم ہے جیسے بت کو پوجنے والا بعض روایات میں اس طرح بھی ہے ”شارب الخمر کعابدالات والعزى“ شراب پینے والا ایسا ہے جیسا لات عزى کی پرستش کرنے والا۔ شراب اور جوئے کی حرمت فرمانے کے بعد اسے نجس اور شیطانی عمل فرمایا، خدا نخواستہ کوئی بندہ اس مصیبت میں پھنس جاتا ہے تو گویا وہ ایک شدید خطرناک شیطانی جال میں پھنس گیا۔ دوسرے انداز میں اس کی مذمت اس طرح فرمائی کہ یہ شیطانی عمل ہے اور شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے اندر بغض اور دشمنی پیدا کر دے۔ شراب کے نشہ میں ایسی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں کہ قتل و غارت تک نوبت پہنچ جاتی ہے آدمی عقل کھو بیٹھتا ہے اور فتن و فسادات میں مبتلا ہوتا چلا جاتا ہے۔ جو ہارنے کے بعد بھی یہی صورت پیدا ہو جاتی ہے اس شیطانی عمل کو ایک برائی کا ذکر اس طرح فرمایا گیا کہ یہ عمل تمہیں خدا کی یاد اور نماز سے روکتا ہے، شراب جو اور بتوں کی خرابیوں کا ذکر کرنے کے بعد حسین انداز میں فرمایا گیا، کیا ان خرابیوں کے واضح ہونے کے بعد تم رک جاؤ گے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحِدًا زَوَايَا  
 تَوَلَّيْتُمْ كَأَكْثَرِ الْأَعْمَالِ رَسُولُنَا الْبَلَّغُ الْمُبِينُ  
 اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور محتاط رہو  
 پھر اگر تم نے حکم عدولی کی تو جان لو کہ ہمارے  
 رسول پر تو احکام کو پہنچا دینا ہے۔ (۹۲)

اللہ  
 صلی اللہ علیہ  
 وسلم

### تفسیر

شراب اور جوئے کی حرمت فرمانے کے بعد ارشاد ہوتا ہے اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ کی اطاعت کرو۔ ارشاد فرمایا جا رہا ہے شراب اور جوئے کی بُری عادتوں سے بچنے کیلئے بہترین عمل جذبہ اطاعت ہے جب تمہارے اندر یہ جذبہ پیدا ہوگا کہ ہم نے اللہ کی اطاعت کرنا ہے رسول اللہ کی اطاعت کرنا ہے تو اس جذبہ سے برائی کی عادت ختم ہو جائے گی۔ ایمان اور اطاعت رسول ایسی چیزیں ہیں جنکی محتاجی ہر لمحہ ہے۔ مسلمانوں کو حکم ہے کہ ہمیشہ اور ہر حال میں اللہ اور رسول اللہ کی اطاعت کرو جب تم میں اطاعت و



فرمانبرداری کا جذبہ پیدا ہوگا تو برائیوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے گا۔ اگر تم اطاعت سے منہ موڑو گے تو تمہارا اپنا ہی نقصان ہوگا میرے رسول کا تو کچھ نہیں بگڑے گا اُن کے ذمہ تو احکام کو پہنچانا تھا وہ انہوں نے کر دیا اب اس ہدایت کو قبول کرنا یا نہ کرنا یہ تمہارا کام ہے۔ فرمایا گیا ہے تم ڈرو، کہیں اللہ اور رسول اللہ کی مخالفت سے تم دنیا کے کسی عذاب میں پھنس جاؤ گے یا تم پر آخرت کا عذاب لازم ہو جائے جیسے سورہ النور شریف آیہ ۶۳ میں یہ ارشاد ہے ”جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس بات سے ڈریں کہ انہیں کوئی آفت آئے یا اپنے پیارے دناک عذاب“ ہماری طرف سے حجت پوری ہو گئی تمہیں رسول اللہ ﷺ نے احکام پہنچا دیئے اب تمہارے لئے کسی عذر کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 لیسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ  
 جُنَازٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذْ مَا اتَّقَوْا وَاْمَنُوا وَا  
 عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَاْمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَا  
 احْسَنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ  
 ایمان داروں اور اچھے کام کرنے والوں کو کوئی  
 حرج نہیں جو وہ پہلے کھاپی چکے بشرطیکہ وہ اللہ  
 سے ڈرتے رہے، ایمان پر پکے رہے اور نیک  
 عمل کرتے رہے پھر اللہ سے ڈرتے رہے اور  
 بدستور ایمان پر قائم رہے پھر اللہ سے ڈرتے  
 رہے اور اچھے کام کرتے رہے اللہ اچھے کام  
 کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ (۹۳)

اللہ  
 اعظم

### تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب شراب حرام ہونے کا حکم نازل ہوا تو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارے ان بھائیوں کا کیا حال ہوگا جو شراب پیتے تھے اور اسی حال میں فوت ہو گئے تو یہ حکم نازل ہو گیا کہ ایمان والے اور نیک کام کرنے والے جو کچھ پہلے کھاپی



چکے ہیں اس سے ان کی کوئی جواب طلبی نہیں ہوگی۔

اس آیہ مبارکہ میں دو مرتبہ ایمان لانے اور تین مرتبہ اللہ سے ڈرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ پہلے ایمان اور تقویٰ سے مراد اصل ایمان اور اصل تقویٰ ہے کہ انہوں نے شرک اور کفر کو ترک کیا اور اللہ پر ایمان لائے دوسری مرتبہ اللہ سے ڈرنے اور ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس ایمان اور تقویٰ پر پکے رہے تیسری مرتبہ اللہ سے ڈرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کے خوف سے اس کے بندوں پر ظلم کرنے سے رُکے رہے اور اس کے بندوں سے حسن سلوک کرتے رہے یہ بھی معنی کیا گیا ہے کہ خدا سے ڈرے اور اُسکے احکام کی پابندی کرے، دوسری مرتبہ خدا سے ڈرنے کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ خوفِ خداوندی کے بعد نازل ہونے والے احکام پر ایمان لائے پھر تیسری مرتبہ اللہ سے ڈرنے سے یہ مراد ہے کہ خدا خوفی سے محرمات سے بچے۔ اس آیہ کریمہ میں تین مرتبہ خوفِ خدا کے ذکر کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ تین بار ذکر سے مراد تین اوقات ہیں یعنی وہ گزرے زمانے میں بھی اللہ سے ڈرتے تھے، زمانہ حال میں بھی اللہ سے ڈریں، مستقبل میں بھی ڈرنے والے ہوں۔ یہ بھی معنی کیا گیا ہے کہ وہ خوفِ خدا سے کبیرہ و صغیرہ گناہوں سے بچتے ہیں، خلاف سنت کام سے الگ تھلگ رہتے ہیں یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ وہ اپنی عمر کے ابتداء میں عمر کے وسط میں، عمر کے انتہا میں خدا سے ڈرتے ہیں۔

آیہ کریمہ میں خدا کے خوف کے بار بار ذکر کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ خدا کا خوف ایک بہت بڑی نعمت ہے جسے حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے۔ آیہ کریمہ کے آخر میں تقویٰ کے ساتھ ”واحسنوا“ کا حکم فرمایا گیا ہے۔ یہاں پر انسان کے مقام احسان کا ذکر ہے۔ مقام احسان کو حضور ﷺ نے اس طرح فرمایا رب کی عبادت ایسے کر جیسے تو اُسے دیکھ رہا ہے جب مقام احسان نصیب ہو جاتا ہے تو بندہ خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔ اس مقام پر تقویٰ کے تکرار کا مفہوم اس طرح بھی بیان کیا گیا ہے، پہلے تقویٰ سے مراد برے عقیدوں سے بچنا ہے، دوسرے تقویٰ سے مراد شراب اور جوئے سے بچنا، تیسرے

مقام پر تقویٰ سے مراد تمام بُری باتوں سے بچنا (خلاصہ خزائن العرفان)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 اے ایمان والو! تمہیں اللہ ضرور آزمائے گا ایسے  
 بعض شکار سے جس پر تمہارا ہاتھ اور نیزے  
 پہنچیں کہ اللہ پہچان کر اے ان کی جو اس سے  
 بن دیکھے ڈرتے ہیں اس کے بعد جو حد سے  
 بڑھے اس کیلئے دردناک عذاب ہے (۹۴)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَبْلُوَكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ  
 الصَّيِّدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ  
 مَن يَخَافُ بِالْغَيْبِ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَعَلَهُ  
 عَذَابٌ أَلِيمٌ  
 ﷺ  
 العنق

### تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں شراب اور جوئے کی حرمت کا ذکر تھا ان کی حرمت کا ذکر نازل ہونے کے بعد یہ  
 حرام چیزیں مستقلاً حرام ہو گئیں کہ کبھی بھی ان کا جواز نہیں۔ اس آیہ پاک میں احرام کی حالت میں شکار  
 کے حرام ہونے کا ذکر ہے۔ احرام کی حالت ہو تو شکار حرام ہے، احرام کی حالت نہ ہو تو جائز ہے۔

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا باعث یہ ہوا کہ ۶ھ میں ڈیڑھ ہزار سے کچھ زائد بندے عمرے کے  
 ارادہ سے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ گئے صحابہ کرام میں سے کچھ لوگ شکار کے عادی تھے احرام کی حالت میں  
 شکار کرنے کو منع فرما دیا گیا ہے۔ صحابہ کی حالت احرام میں پرندے جانور ان کے خیموں میں آجاتے اگر وہ  
 چاہتے تو چھوٹے جانوروں کو آسانی سے پکڑ سکتے تھے اور بڑے جانوروں کو نیزوں سے شکار کر لیتے، اللہ  
 تعالیٰ جل مجدہ الکریم نے ان کو اس واقعہ کے پیش آنے کی خبر دینے کیلئے یہ آیہ مبارکہ اتاری کہ مسلمان اس  
 موقع پر محتاط رہیں اور شکار سے بچیں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو وہ حوصلہ دیا کہ احرام کی حالت میں کسی صحابی  
 نے کسی طرح بھی شکار نہیں کیا۔

یہ صحابہ کرام مقام حدیبیہ میں کچھ دن قیام فرما کر ایک مصالحتی فیصلہ (صلح حدیبیہ) کے تحت بغیر طواف

کئے واپس ہو گئے تھے۔ اس آیہ پاک میں ایمانداروں سے فرمایا جا رہا ہے کہ عمرہ کا احرام باندھے حدیبیہ میں ہو گے تو تم پر آزمائش کا مرحلہ آئے گا جانور آسانی سے پکڑ سکو گے شکار کر سکو گے مگر خیال کرنا کہیں شکار کیلئے بے تاب نہ ہو جانا، یاد رکھنا اگر کوئی زیادتی کرے گا حد سے بڑھے گا تو اُسے سخت سزا دی جائے گی۔ اس مقام پر کسی قسم کی سزا کا ذکر نہ ہوا کہ اللہ کے فضل سے تمام صحابہ کرام اس امتحان میں کامیاب ہوئے، اس لئے کسی سزا کا حکم بھی نہیں۔ ایلہ والوں کا شکار سے امتحان تھا وہ ناکام ہوئے شکار کر لیا، بندر بنادیئے گئے، صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے سزا سے بچا لیا کہ وہ شکار کرنے کے جرم سے بچے رہے تھے اسی بناء پر آیہ پاک میں ذکر کی گئی سزا مخفی رہ گئی، صحابہ کرام کیلئے یہ بہت بڑا امتحان تھا کہ شکار کرنے کے عادی تھے اسی پر ہی گذر اوقات ہوتا تھا، ایسی حالت میں شکار سامنے ہو اور نہ کیا جائے یہ حوصلہ، صبر، ہمت کی بات ہے۔ صید (یعنی شکار) ان جانوروں کو کہا جاتا ہے جو وحشی ہوں اور عموماً انسانوں کے پاس نہ رہتے ہوں، بھیڑ، بکری، گائے، اونٹ، ان کا ذبح کرنا اور کھانا جائز ہے کہ یہ عموماً انسانوں کے پاس رہتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



اے ایمان والو! احرام کی حالت میں شکار نہ مارو اور تم میں سے جس نے جان بوجھ کر شکار مارا تو جس جانور کو اس نے مارا اس شخص کو مویشیوں میں سے اسی کی مثل قربانی کرنی ہوگی تم میں سے دو منصف اس کی منگیت کا فیصلہ کریں گے اس حالت میں کہ یہ قربانی کعبہ کو پہنچنے والی ہو یا اس پر کفارہ چند مسکینوں کا کھانا ہے، ان کی تعداد کے مطابق روزے رکھنا ہے تاکہ وہ اپنے کئے کا مزہ چکھے جو گزر گیا اس کو اللہ نے معاف کر دیا اور جو دوبارہ یہ کام کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ بہت غالب انتقام لینے والا ہے (۹۵)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ مِّنْ قِتْلِهِ مِنْكُمْ فَمَنْ عَصَاكُمْ فَاجْزَؤُهُ مِمَّا قُتِلَ مِنَ النَّعْمِ بِمَا كُفِّرَ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَذِهِ الْكُتُبُ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ أَوْ عَدْلٌ ذَٰلِكَ صِيَانًا لِّكَ وَوَقَى وَبَالَ أَمْرِ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا لَسْتُ وَ مَن عَادَ فَيَكُفِّرْهُ اللَّهُ مِنْهُ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

### تفسیر

اس آیت مبارکہ میں احرام کی حالت میں شکار کرنے سے منع فرمایا گیا ہے یہ شخص احرام کی حالت میں یا حرم شریف کی حدود میں دونوں صورتوں میں اُسے شکار کرنا حرام ہے۔ اس صورت میں اسے سزا ہی نہ دی جائے گی بلکہ کفارہ بھی دینا ہوگا شکار کی سزا کے بعد کفارے کا ذکر ہے۔ اس آیت کریمہ کے اترنے کا باعث صاحب خازن نے اس طرح لکھا ہے، ایک عمرہ کے موقع پر حضرت ابوالیسر نے احرام کی حالت میں نیل گائے کا شکار کر لیا لوگوں نے ان پر اعتراض کیا تو حضرت ابوالیسر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی احرام کی حالت میں شکار کرنے پر آئمہ مجتہدین میں کئی صورتیں پائی جاتی ہیں ہمارے پیش نظر صرف حنفی مذہب کے مطابق تفسیر ہے، ایمان والوں کو خبردار کیا گیا



ہے کہ احرام کی حالت میں یا حرم شریف میں کوئی خشکی کا شکار نہ کرنا، سمندری شکار مارنے کی اسے اجازت ہے جیسے قرآن مقدس کے اس ارشاد سے واضح ہے ”احل لکم صید البحر و طعامہ متاعا لکم“ تمہارے لئے سمندری شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا ہے جو شخص احرام کی حالت میں یا حرم شریف میں عمداً ایسا شکار کرے گا وہ مجرم ہوگا وہ شکار کی جگہ یا اس سے قریبی بستی میں دو عامل شخصوں سے اس کی قیمت لگوائے اگر اس کی قیمت سے بکری، گائے یا اونٹ آسکے تو اُسے تین چیزوں کا اختیار ہے یا تو اس قیمت کا ”ہدیٰ“ خرید کر حرم شریف میں پہنچا کر ذبح کرے اور وہاں کے فقراء میں تقسیم کر دے یا اس کی قیمت کا غلہ خرید کر وہاں کے مساکین میں تقسیم کر دے، (یہ غلہ صدقہ فطر کی شرائط کے مطابق تقسیم کیا جائے گا) یا ہر مسکین کو غلہ کے صدقہ کے عوض ایک روزہ رکھے یہ روزے وہیں رکھ لے یا حرم شریف پہنچ کر یہ سزا اس لئے ہے کہ یہ شکاری اپنے اس جرم کی سزا چکھے جو کچھ اس حکم نازل ہونے والے سے پہلے ہوا، وہ معاف کر دیا گیا جو کوئی دوبارہ یہ کام کرے تو اسے یہ سزا دوبارہ بھگتنی پڑے گی اللہ سے ڈرو وہ بڑا غالب ہے بدلہ لینے والا ہے اُسے کوئی سزا سے روک نہیں سکتا اگر کسی مُحرم نے شدید بھوک اور مرنے کی حالت میں شکار کر لیا تو اسے کھانے کی اجازت ہے اور کفارہ ادا کر دے اگر ایسی حالت میں مُحرم کے سامنے مُردار بھی ہے اور شکار بھی ہے تو شکار کا استعمال کر لے، مُردار سے بچے کفارہ ادا کرے۔ احرام کی حالت میں سانپ، بچھو، چوہا، کوا کو مارنے کی اجازت حدیث پاک سے ملتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

تمہارے لئے سمندری شکار اور اس کا طعام  
حلال کر دیا گیا ہے تمہارے اور مسافروں کے  
فائدے کیلئے اور جب تک تم احرام میں ہو  
تمہارے لئے خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے اور  
اللہ سے ڈرتے رہو جس کے حضور تم سب پیش  
کئے جاؤ گے۔ (۹۶)

أَجَلْ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَانُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَافَةِ  
وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا  
وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۹۶﴾

بِسْمِ اللَّهِ  
الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

### تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں حج یا عمرہ کے احرام والوں کو شکار سے روک دیا گیا تھا اب اس آیہ پاک میں بعض  
شکاروں کی اجازت دی جا رہی ہے اس آیہ کریمہ میں محرم کو دریائی جانور کے شکار کی اجازت دی گئی ہے کہ  
بعض لوگوں کی زندگی کا گزارہ ہی مچھلی پر ہوتا ہے۔

ایمانداروں سے فرمایا گیا ہے کہ احرام کی حالت میں تمہیں دریائی شکار کی اجازت ہے اگر مچھلی بغیر  
شکار کے تمہیں مل جائے کہ دریا نے مچھلی کو کنارے پر پھینک دیا ہے تو بھی تمہیں استعمال کی اجازت ہے  
احرام کھل جانے پر خشکی کا شکار بھی حلال ہے بشرطیکہ وہ حرم شریف کی حدود کے اندر نہ ہو ان احکام کو معمولی نہ  
سمجھو ان پر عمل کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کی بارگاہ میں تمہیں حاضر ہونا ہے، مچھلی آیہ کریمہ میں محرم،  
احرام اور حرم سے متعلق احکام تفصیل سے ذکر کر دیئے گئے ہیں محرم کو جس جانور کا شکار کرنا حرام ہے اس کا  
ذبح کرنا بھی حرام ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اللہ نے عزت والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث کیا اور حرمت والے مہینہ کو اور کعبہ کی قربانی کو اور جانوروں کے گلوں میں پڑے پٹوں کو یہ اس لئے کہ تم جان لو بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے (۹۷) جان لو کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے اور یہ کہ اللہ بہت بخشنے والا ہے بے حد رحم فرمانے والا ہے (۹۸)

جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَمًا لِّلنَّاسِ  
وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ذَلِكَ لِيَتَعْلَمُوا  
أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ  
اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ اَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ  
الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

اللہ  
صَدَقَ  
الْعَظَمِ

## تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا کہ احرام اور حرم دونوں وحشی جانوروں اور پرندوں کیلئے امن کا باعث ہیں، اس سے پہلے کعبہ کی برکتوں کا ذکر تھا اب فرمایا جا رہا ہے کہ وہ جانور جو کعبہ سے منسوب ہو جائیں وہ بھی بابرکت ہیں۔ اس آیہ مبارکہ میں رب قدوس جل مجدہ نے چار چیزوں کی حرمت کا ذکر فرمایا ہے۔ کعبہ معظمہ، بقرعید کا مہینہ، عام ہدی کے جانور، قربانی کے جانور جن کے گلوں میں ہار پہنائے جائیں اور حرم شریف میں ذبح کئے جائیں۔ کعبہ کی عظمت آج کی نہیں سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے بھی فرشتے کعبہ کا طواف کرتے تھے۔ پیدائش آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے زمین کے فرشتوں نے عرض کی، یا اللہ! آسمان کے فرشتوں کیلئے عبادت گاہ بیت المعمور ہے، ہمارے لئے بھی ہو تو حکم ہوا تم بھی ٹھیک بیت المعمور کے نیچے نشان لگا لو۔

آیہ کریمہ میں ارشاد ”جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ“ اللہ نے کعبہ بنایا۔ اس کی تباہی و بربادی کا تصور کرنے



والے خود برباد ہو گئے، خدا کا بنایا ہوا یہ گھربدستور صدیوں سے آرہا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسانیت کیلئے بقاء کا ذریعہ بنایا، مومن کا رخ زندگی موت دونوں میں اسی کی طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی عظمت کو لوگوں کے دلوں میں ایسا مستحکم فرمایا کہ جس دور میں نہ قانون تھا نہ کوئی ضابطہ، نہ حکومت، نہ دین، قتل و غارت کا بازار گرم تھا اس وقت بھی کعبہ کو بری نظر سے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا دنیا کے کونے کونے سے لوگ آتے اور احترام کرتے۔

اسی طرح بقرعید کے مہینے اور کعبہ کی طرف جانے والے جانور اور قربانیاں ان سے بھی لوگوں کا قیام ہے۔ یہ چار چیزیں قدرت کے انتخاب میں آگئیں ان کی عظمت کو مٹایا نہیں جاسکتا۔ اب اگر تم قانون شکنی کرو گے تو اللہ تمہیں سخت عذاب دے گا اور اگر احکام کی پابندی کرو گے تو تمہارے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے وہ گناہوں کو صاف فرمانے والا ہے، غفور ہے، رحیم ہے۔ بیت اللہ شریف پوری کائنات کا مرکز ہے جب تک اس کا وقار رہے گا دنیا قائم رہے گی، اگر بیت اللہ کا احترام ختم ہو گیا تو دنیا بھی ختم ہو جائے گی۔ کعبہ شریف کا احترام دور جاہلیت میں تھا جس کی وجہ سے امن و امان قائم رہتا تھا۔ ۶ھ میں حضور ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کی غرض سے تشریف لائے۔ مقام حدیبیہ پر قیام فرمایا، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا کہ مکہ والوں سے کہہ دیں ہم جنگ کی نیت سے نہیں عمرہ کی نیت سے آئے ہیں کسی قسم کی مزاحمت نہ کی جائے، قریشی سرداروں نے اپنے اطمینان کیلئے بندہ بھیجا کہ پتہ کرے واقعی یہ لوگ عمرہ کیلئے آئے ہیں، جنگ کا ارادہ نہیں۔ جب حضور ﷺ نے اس بندہ کو دیکھا تو فرمایا یہ شخص حرمت بیت اللہ کا خاص خیال رکھنے والا ہے۔ قربانی کے جانور جن پر نشان لگا ہوا ہے اس کے سامنے کر دو جب اُس نے جانور دیکھے تو مطمئن ہو گیا اور قریش سے کہا انہیں عمرے سے نہ روکا جائے یہ جنگ کی نیت سے نہیں آئے۔ کعبہ لوگوں کیلئے قیام امن کا باعث رہا ہے اور رہے گا۔ ”قیاما للناس“ میں کعبہ شریف کے ساتھ مزید تین چیزوں کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے ”الشہر الحرام“ عزت والے مہینے یہ بھی قیام امن کا سبب ہیں، دوسری

شی ہدی ہے قربانی کے جانور ان جانوروں کو بھی عرب کچھ نہ کہتے تھے، لہذا یہ بھی امن کا سبب ہیں۔  
 ”قلائد“ جانوروں کی گردنوں میں نشانی کے طور پر ہار پہنائے جاتے تھے تاکہ لوگ سمجھ لیں یہ حج کیلئے جا  
 رہا ہے یہ بھی قیام امن کا سبب ہیں۔ امام رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ان تمام اقوال میں کوئی اختلاف نہیں  
 یہ سب کچھ ”قیاما للناس“ کے مفہوم میں آجاتا ہے۔

آیہ کے آخر میں فرمایا گیا انسانو! تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ اللہ کے احکام کی اتباع کرو اگر خلاف  
 ورزی کرو گے تو جان لو مکروں کیلئے اس کا عذاب سخت ہے اور توبہ کرنے والوں کیلئے مغفرت کا دروازہ کھلا  
 ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 رسول پر صرف حکم پہنچانا ہے اور اللہ جانتا ہے جو  
 کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو  
 (۹۹) آپ کہہ دیجئے پاک اور ناپاک برابر نہیں  
 ہو سکتا خواہ تم کو ناپاک کی کثرت اچھی لگے سوائے  
 عقل والو! اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ (۱۰۰)

مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ  
 وَمَا تَكْتُمُونَ ۝ قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَيْرُ وَالْكَبِيرُ  
 وَلَوْ أَحْبَبْتُمْ كَذِبًا الْخَيْرُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأُولِي الْأَلْبَابِ  
 لَعَذَابُكُمْ تَفْلِحُونَ ۝

صَلَّى اللّٰهُ  
 الْعِظَمَاءُ

### تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں کعبہ کی عظمت کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ انسانوں کی بقا کا سبب ہے اور دنیا کی آبادی کا سبب  
 ہے۔ اس آیہ کریمہ میں حضور ﷺ کی عظمت کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ آپ کا وجود کعبہ کی آبادی کا سبب ہے کہ  
 حضور ﷺ کی امت مسلمہ حج و عمرہ ادا کرتی ہے اگرچہ حج کے تو مخصوص دن ہیں مگر عمرہ شریف تو بے پناہ بھیڑ  
 کے ساتھ سارا سال ہی جاری رہتا ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کی عظمت کو اس طرح بھی ظاہر ہے کہ  
 آپ کو قدرت نے بے نیاز بنایا ہے، آپ کا کام لوگوں تک پہنچانا ہے وہ آپ نے فرما دیا ہے اب اگر کوئی

اطاعت کرتا ہے تو اجرا پاتا ہے، نہیں مانتا تو حضور ﷺ کو پرواہ نہیں۔

آیہ کریمہ ”قل لا یستوی الخبیث“ کے اترنے کا سبب یہ ہے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک نو مسلم حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ میں اسلام لانے سے قبل شراب کی تجارت کرتا تھا مجھے اس سے بہت نفع ملا، اب اگر وہ نفع میں کسی کار خیر پر خرچ کر دوں تو مجھے ثواب ملے گا حضور ﷺ نے فرمایا وہ مال تم جس قسم کی عبادت پر بھی خرچ کرو گے، نفع نہیں ملے گا۔ اللہ طیب ہے اور طیب کو ہی پسند فرماتا ہے، تب یہ آیہ حضور ﷺ کی تائید میں نازل ہوئی۔

اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ خبیث سے مراد حرام مال ہے، طیب سے مراد حلال مال ہے یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ حلال میں برکت ہے حرام برکت سے محروم ہے کس قدر ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔ مثلاً بکری حلال مال ہے روزانہ ہزاروں ذبح ہوتی ہیں پھر بھی بے شمار ریوڑ نظر آتے ہیں حج کے موقع پر لاکھوں ذبح ہوتی ہیں لوگوں کے باڑے پھر بھی بھرے رہتے ہیں یہ برکت ہے، کتا نجس جانور ہے حرام ہے اسے کوئی ذبح بھی نہیں کرتا پھر بھی اس کے ریوڑ نظر نہیں آتے یہ بے برکتی ہے کہ حرام ہے۔

اس کی یہ بھی تفسیر کی جاسکتی ہے کہ خبیث سے مراد کافر ہے، طیب سے مراد مومن ہے، دونوں برابر نہیں ہو سکتے مومن جنتی ہے اور کافر جہنمی۔ مومن پر خدا کی رحمتوں کا نزول ہوگا اور کافر جہنم میں جلے گا، ان دونوں انسانوں کی موت و حیات، زندگی و آخرت، رہنے سہنے، چلنے پھرنے، کام کاج میں بہت بڑا فرق ہے ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ خبیث سے مراد کلمہ خبیث ہے اور طیب سے مراد کلمہ طیب ہے یعنی اچھی اور بری بات برابر نہیں ہو سکتی۔ ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ خبیث سے مراد بنجر زمین ہے جو کسی قسم کی کھیتی اگانے کے قابل نہیں، طیب سے مراد اچھی زمین ہے جو کھیتی اگانے میں بہت اچھی ہے۔ ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ خبیث سے مراد گندہ دل ہے، طیب سے مراد پاکیزہ دل ہے یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ ابولہب، ابوجہل اور ایسے شدید کافروں پر حضور ﷺ کے ارشادات، معجزات نے کوئی اثر نہ کیا کہ زمین بنجر تھی، صحابہ کرام کے



دل باغ باغ ہو گئے۔ صبر، شکر، حوصلہ، ہمت، عبادت رضا ایسے حسین پودے ان کے دلوں کی زینت بنے کہ زمین عمدہ تھیں، پاکیزہ تھیں، بنجر نہ تھیں۔

اس آیہ پاک میں حضور ﷺ کی حوصلہ افزائی بھی ہے کہ آپ کفار کی مال و دولت کی کثرت دیکھ کر پریشان نہ ہوں، کفار کا یہ مال متاع ان کی کثرت آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی کہ وہ سب چیزیں بے برکت ہیں۔

تفسیر دُر مشور میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ناجائز ٹیکس بند کئے تو سرکاری آمدنی محدود ہو گئی ایک گورنر نے خط لکھا کہ بیت المال کمزور ہو گیا ہے کاروبار کیسے چلے گا تو آپ نے یہ آیہ پاک تحریر فرما دی کہ خبیث اور طیب برابر نہیں ہو سکتے اگرچہ حرام کتنا ہی زیادہ ہو، حلال کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تم کو بُری لگیں اور اگر انہیں اس وقت پوچھو گے کہ قرآن اُتر رہا ہے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی اللہ انہیں معاف کر چکا اور اللہ بخشنے والا، حلم والا ہے (۱۰۱) تم سے پہلے ایک قوم نے اس قسم کے سوالات کئے تھے پھر وہ لوگ انہیں سوالات کی وجہ سے کفر میں مبتلا ہو گئے (۱۰۲)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبَدَّلَ لَكُمْ تَسْأَلُهُمْ إِنَّ تَسْأَلُوهُنَّ حِينَ يَنْزِلُ الْقُرْآنُ تَبَدَّلَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَلِلَّهِ عَفْوٌ رَحِيمٌ ۝ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ۝

صَلَّى  
الْحَضِيمِ

تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کے مبلغ ہونے کا ارشاد فرمایا، اب لوگوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ وہ حضور ﷺ سے بے نیکی، بے معنی سوالات پوچھ پوچھ کر محبوب ﷺ کی دل آزاری کا سبب نہ بنیں، دین کے اہم کام

وہ خود ہی ظاہر فرمادیں گے۔ اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا، بعض لوگ حضور ﷺ سے بے تنگے سوالات کرتے، کوئی پوچھتا حضور میں بیٹا کس کا ہوں؟ کوئی پوچھتا میری اونٹنی گم ہے وہ کہاں ہے؟ ایک دن حضور ﷺ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا ”سلونی عما شئتم“ جو چاہو پوچھو، سبھی کچھ بتادوں گا۔ عبداللہ بن حذافہ سبھی کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں حضور میرا باپ کون ہے؟ حضور ﷺ فرماتے ہیں تیرا باپ حذافہ ہے، یہی سوال ایک اور شخص نے کیا حضور ﷺ نے فرمایا تیرا باپ سالم ہے جو شبیہ کا آزاد کردہ غلام ہے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب حضور ﷺ کی اس جلالی کیفیت کو دیکھا تو عرض کی حضور! ہم بارگاہ الہی میں توبہ کرتے ہیں۔ عبداللہ ابن حذافہ کی والدہ نے جب یہ واقعہ سنا تو اپنے بیٹے پر ناراض ہوئیں اور کہا تو شدید نالائق ہے اگر زمانہ جاہلیت میں مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی تو آج میں تو رسوا ہو گئی تھی۔ اسی موقع پر ایک اور شخص نے سوال کیا حضور! میرا باپ کون ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا تیرا باپ صداقہ ہے، ایک اور شخص نے سوال کیا کہ حضور میرا انجام کیا ہوگا؟ فرمایا تو جہنمی ہے، تیرا انجام آگ ہے، اسی موقع پر ایک اور نے سوال کیا حضور میرا باپ فوت ہو چکا ہے وہ کہاں ہے؟ فرمایا دوزخ میں ہے۔ اس موقع پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی ”ایسی باتیں نہ پوچھو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار گزریں“

صاحب تفسیر خازن نے اس آیہ کریمہ کے اترنے میں ایک اور روایت نقل کی ہے، صحابہ نے حج کے بارہ عرض کی یا رسول اللہ کیا حج ہر سال فرض ہے؟ (یہ سوال کرنے والے اقرع بن حابس تھے) حضور خاموش رہے، صحابہ نے پھر عرض کی حضور پھر خاموش رہے، صحابہ نے پھر یہی سوال کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا اگر میں ابھی ہاں کر دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا، حج عمر میں ایک بار فرض ہے۔

حضور ﷺ سے یہ نہیں فرمایا گیا کہ اے محبوب! ایسے سوالات کے جوابات نہ دیا کرو بلکہ ایسے سوالات کرنے والوں کو روک دیا گیا ہے کہ میرے محبوب سے ایسے غیر ضروری سوالات نہ کیا کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کر دیئے جائیں تو تمہیں ناگوار گزریں گے، بے فائدہ سوالات کرنے سے ممانعت فرمائی ہے اور اب تک

جو سوالات کر دیئے گئے وہ معاف فرما دیئے گئے ہیں۔ ضرورت سے زیادہ سوالات اور فضول باتوں کے سلسلہ میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بہت بڑی رہنمائی کرتا ہے۔ ”من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ“ مسلمان ہونے کی ایک خوبی یہ ہے کہ آدمی فضول گفتگو سے الگ تھلگ رہتا ہے۔

اسلامی تعلیمات کا یہ بھی ایک حصہ ہے کہ اگر کسی گفتگو میں دینی یا دنیاوی کوئی فائدہ نہیں ہے تو ایسی گفتگو میں مصروف رہ کر وقت ضائع نہ کیا جائے، اسی سلسلہ میں حضور ﷺ کا ایک اور دوسرا ارشاد اس طرح ملتا ہے اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں ان کو ضائع نہ کرو اور بعض حدیں مقرر کر دی ہیں انہیں نہ توڑو۔ ”سکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنہا“ بعض چیزوں کے متعلق دانستہ سکوت فرمایا ہے، اُن کے متعلق بحث نہ کرو۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے کسی ایسی چیز کے متعلق سوال کیا جو مسلمانوں پر حرام نہیں تھی اور اس کے سوال کرنے کی وجہ سے وہ شی حرام ہو گئی، سوالات کی زیادتی اور مطالبات کی کثرت سے بہت سی قومیں برباد ہو گئیں، مسلمانوں کو روک دیا گیا ہے کہ وہ پہلی قوموں کی طرح نہ کریں، جنہوں نے اپنے نبیوں سے بے معنی سوالات کئے اور برباد ہو گئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ ۚ وَلَكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۖ وَكَذِبُهُمْ لَا يَعْزِلُونَ  
 (اللہ تعالیٰ نے جانوروں میں) کوئی بحیرہ نہیں بنایا اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی مگر یہ کافر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بول کر بہتان لگاتے ہیں اور اکثر لوگ عقل سے کام نہیں لیتے (۱۰۳)

صلی اللہ علیہ وسلم  
 العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کو بے معنی سوالات کرنے اور فضول کاموں سے منع فرمایا گیا ہے اس آیہ



مبارکہ میں مشرکین مکہ کی ایک حالت کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ چار قسم کے جانوروں پر قیدیں لگاتے ہیں اور پھر خود ہی توڑ دیتے ہیں۔

**بحیرہ** وہ اونٹنی جو پانچ بچے جنتی اور آخری بچہ نہ ہوتا تو اُسے بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے، اس پر سواری کرنا اس کا گوشت کھانا حرام جانتے۔ **سائبہ** جب کوئی مسافر خیریت سے گھر واپس پہنچ جاتا یا کسی بیماری سے صحت یاب ہو جاتا تو وہ جس اونٹنی کو بتوں کے نام چھوڑ دیتا اُسے سائبہ کہتے تھے۔ **وصیلہ** وہ اونٹنی جو مسلسل مادہ بچے جنے، درمیان میں کوئی نہ بچہ نہ ہو تو اُسے بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے اور اس سے کسی قسم کا فائدہ نہ اٹھاتے، سواری نہ کرتے۔

مشرکین مکہ نے یہ رسمیں اپنی طرف سے بنالیں اور پھر ظلم یہ کیا کہ ان مشرکانہ رسوم کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا سبب سمجھ لیا، ان کا جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہرگز یہ رسوم مقرر نہیں کیں۔ مشرکین کے بڑوں نے خدا پر بہتان باندھا اور اکثر بے عقل لوگوں نے اُسے قبول کر لیا۔ اس آئیہ مبارکہ میں تنبیہ فرمادی گئی ہے جس طرح بے جا سوالات منع کر دیئے گئے ہیں ایسے ہی احکام شریعہ کے اندر بے جا نظریات کو شامل کر کے حلال و حرام کا خود ساختہ تصور پیدا کرنا حرام کر دیا گیا ہے۔

اس آئیہ کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ حلال و حرام کا اختیار اللہ رب العزۃ کو ہے یا اُس کے اذن سے اس کے رسول ﷺ کو، اپنی طرف سے حلال و حرام کا فیصلہ کرنا یہ قدرت کے اختیارات و قوانین کو اپنے ہاتھ میں لینا ہے جو قطعی حرام ہے۔ جن جانوروں کے گوشت دودھ کو اللہ نے جائز حلال فرمایا ہے اُن سے فائدہ اٹھانے کی اجازت بخشی ہے انہیں اپنے پر حرام قرار دے لینا اور پھر یہ کہنا کہ اللہ نے حکم دیا ہے، سراسر جھوٹ اور بہتان ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور جب اُن سے کہا جائے اس طرف آؤ جو اللہ  
نے اُتارا ہے اور رسول کی طرف تو کہا ہمیں وہ  
کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا  
اگرچہ ان کے باپ دادا نہ علم رکھتے ہوں اور نہ  
ہدایت پاتے ہوں (۱۰۴)

وَإِذْ أَمَرْنَا لَهُمُ نَكَاحَ آبَائِهِمْ وَلِلرَّسُولِ  
فَالْوَحْيُ سُبْحَانَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ  
لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَحْتَدُونَ ۝

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
الحطیم

### تفسیر

گزشتہ آیہ مبارکہ میں مشرکین کی بُری رسموں کی تردید فرمائی گئی ان جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑنا ایک  
غیر شرعی قبیح حرکت تھی اسی طرح ان کی ایک اور بری حرکت کا ذکر فرمایا جا رہا ہے اُن جاہلیت کی رسموں میں  
ایک بری رسم یہ بھی تھی کہ اپنے آباؤ اجداد کی روش کو اہمیت دینے اور اُسی پر رہنے کو حق سمجھتے اگر اُن میں سے  
کوئی حق بات کو مان کر راہِ راست پر آجاتا تو اُسے شرم دلاتے کہ تو نے اپنے باپ دادا کی راہ چھوڑ کر نئی راہ  
اختیار کر لی، کیا تیرا باپ دادا بے وقوف تھے اُن پڑھ تھے۔

جاہلیت کی رسموں کی تقلید سے روک دیا گیا ہے اہل حق اہل علم کی تقلید راہِ نجات ہے۔ نا اہل کو مقتدا  
بنانا بربادی کو دعوت دینا ہے جو خود راہ سے بھٹک چکا ہو وہ دوسرے کو منزل پر کیا پہنچا سکے گا۔ آئمہ مجتہدین کی  
تقلید منزل مقصود تک پہنچانے والی ہے کہ وہ دین کو جاننے والے بھی ہیں اور عمل پیرا بھی، اس لئے نہ جاننے  
والے ان کی اتباع کر کے خدا اور رسول ﷺ تک پہنچ جاتے ہیں اس دورِ حاضر میں بربادی کا سب سے بڑا  
سبب یہی ہے کہ نا اہل لوگوں کو قائد مان لیا جاتا ہے اور پھر اس کی ہر جائز، ناجائز بات کو حق سمجھ لیا جاتا ہے۔  
اس آیہ مبارکہ میں اقتداء کا نہایت معقول اور واضح معیار دو چیزوں کو بنایا گیا ہے۔ علم اور اہتداء۔ علم سے  
مراد منزل مقصود تک پہنچنے کے طریقوں کو جاننا ہے اور اہتداء سے مراد اس مقصد کی راہ پر چلنا ہے۔ آیہ کریمہ  
کے آخر میں علم اور ہدایت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں مخالف سے گفتگو کرنے کا طریقہ بھی واضح

ہو رہا ہے یہ نہیں فرمایا گیا کہ تمہارے باپ دادا گمراہ ہیں بلکہ نرم اور حکیمانہ انداز میں فرمایا گیا ہے کہ باپ دادا کی پیروی اس حالت میں اچھی بات نہیں جبکہ باپ دادا نہ علم رکھتے ہیں نہ عمل۔ اس انداز میں سختی نہیں، تلخی نہیں سمجھانے کے اچھے انداز کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا تَضُرُّوهُم مِّنْ ضَلَالٍ  
 إِذْ أَهْتَدُوا بِإِذْنِ اللَّهِ فَرِحَ اللَّهُ بِمُزْجِعِكُمْ جَبِينًا فَلْيَنْتَبِهُوا  
 بِهَا لَعَلَّكُمْ تَعْبَهُونَ  
 ﷺ  
 اَلْحَقُّ  
 الْعَظِيمُ  
 اے ایمان والو! تم پر اپنی جانوں کا فکر ضروری ہے کوئی گمراہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا جب کہ تم ہدایت پر ہو سب نے اللہ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے پھر وہ تمہیں آگاہ کریگا جو کچھ تم دنیا میں کیا کرتے تھے (۱۰۵)

## تفسیر

کفار کی ہٹ دھرمی ضد اور سختی دیکھ کر صحابہ پریشان رہتے تھے کہ کفار پر کسی طرح سے اچھے اثرات مرتب نہیں ہو رہے ان کے کفر سے صحابہ نالاں تھے ان صحابہ کی حوصلہ افزائی کیلئے فرمایا گیا کہ کسی کی گمراہی تمہیں نقصان نہیں دے سکے گی تم اپنی اصلاح کے ذمہ دار ہو۔ ہر شخص اپنی برائی اور اچھائی کا نتیجہ بھگت لے گا۔ اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کسی بُرے آدمی کو برائی سے روکا ہی نہ جائے، نہیں اسلام تبلیغ کا دین ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مِّنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِإِصْبَعِهِ فَمَاذَا كُنْتَ عَصَى اللَّهِ أَوْ عَصَى رَسُولِهِ“ تم میں سے جو شخص برائی دیکھے تو اُسے اپنے ہاتھ سے بدلنے کی کوشش کرے اگر اُسے یہ طاقت نہیں تو پھر زبان سے اس کی مخالفت کرے اگر ایسا کرنا بھی اس کے بس کی بات نہیں تو پھر دل سے تو بُرا جانے اور یہ ایمان کی کمزوری ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں ارشاد ہوتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا لوگ جب برائی کو دیکھیں اور درست نہ کریں تو ڈر ہے اللہ اپنے



عذاب میں مبتلا کر دے یہ روایت ترمذی، ابن ماجہ میں موجود ہے۔ ابو داؤد کے الفاظ اس طرح ہیں اگر لوگ ظالم کو ظلم کرتے دیکھیں اور اپنی طاقت کے مطابق روکیں نہ تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب میں پکڑے گا۔

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو حق پر ثابت قدمی کا حکم دیا جا رہا ہے اگر کفار اپنے کفر پر پختہ ہیں تو تم کمزور اور متزلزل کیوں ہو۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے اہل کتاب سے جزیہ قبول فرمایا مگر مشرکین عرب سے جزیہ قبول نہ فرمایا ان کیلئے اسلام یا تلوار کا حکم دیا۔ منافقوں نے اعتراض کیا عجیب فیصلہ ہے جب اہل کتاب اور مشرکین سبھی کافر ہیں تو یہ فرق کیسا یا تو سبھی سے جزیہ لیا جائے یا سبھی کو چھوڑ دیا جائے اس اعتراض پر مسلمانوں کو دکھ پہنچا تو آیت نازل ہو گئی کہ تم ان کی فکر نہ کرو اپنے دین پر پکے رہو اپنے اخلاق، اعمال کی فکر رکھو، خدا کی اطاعت میں مصروف رہو، حق و صداقت کے اصولوں پر کاربند رہو ایسی صورت میں ان کی گمراہی بیہودگی تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت (کا وقت) آجائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو تمہاری شہادت کا نصاب یہ ہے کہ تم میں سے دو نیک آدمی (گواہ ہوں) اور اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو اور تم میں سے کسی کی موت آجائے تو غیروں میں سے ہی دو شخص گواہ ہوں اگر تمہیں ان پر شک ہو تو تم ان دو گواہوں کو نماز کے بعد روک لو تو وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم کسی فائدہ کی وجہ سے اس قسم کے عوض کوئی مال نہیں لیں گے اور خواہ قریبی رشتہ دار ہوں (ہم رعایت نہیں کریں گے) اور ہم اللہ کی گواہی نہیں چھپائیں گے ورنہ ہم سخت گناہگاروں میں شمار ہوں گے (۱۰۶)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنَكُمْ إِذَا أَحَدٌ كَرِهَ الْمَوْتَ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِّنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ صَرَفْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمُ مُّصِيبَةُ الْمَوْتِ تَحْسِبُوهُمَا مِنْ بَعْدِ الضُّلُوقِ فَيَقْسِمَنِ بِاللَّهِ إِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَلَا تَنْتَهُمُ شَهَادَةَ اللَّهِ إِنَّا إِذًا لَّمِنَ الْآثِمِينَ

ﷺ  
الْحَقِّ  
الْعَظِيمِ

### تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں مسلمانوں کو اپنی جان کی حفاظت کا حکم دیا گیا تھا اب اس آیہ پاک میں ایمانداروں کو اپنے مال کی حفاظت کا حکم دیا جا رہا ہے پہلی آیہ پاک میں چار جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑنے کی حرمت تھی، اب لوگوں کا مال ناجائز طریقہ پر لینے کی حرمت بیان کی جا رہی ہے۔ اس آیہ پاک کے اُترنے کا سبب یہ ہوا کہ تمیم بن اوس، عدی بن زید یہ دونوں شخص عیسائی تھے، تاجر تھے، تجارت کے کاروبار میں خاصی دلچسپی تھی، پیشہ تجارت کی غرض سے شام کا سفر کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے ساتھ حضرت بدیل ابن ابی مریم بھی سفر پر گئے۔ جب یہ تینوں شام پہنچے تو حضرت بدیل بیمار ہو گئے زندگی سے مایوسی ہوئی تو انہوں

نے اپنے مال کی فہرست لکھ کر کپڑوں میں چھپا دی اور کہا میری موت کے بعد میرا یہ مال مدینہ منورہ میں میرے عزیزوں کو پہنچا دینا یہ کہہ کر حضرت بدیل وفات پا گئے بعد ازاں دو عیسائی تاجروں نے مال کی تلاشی لی اور ایک قیمتی پیالہ جو مال سے نکلا اُسے چھپا لیا، باقی سارا مال وارثوں کے سپرد کر دیا اور یہ پیالہ مکہ مکرمہ میں ایک ہزار درہم میں فروخت کر دیا اور رقم آپس میں بانٹ لی۔ حضرت بدیل کے وارثوں نے جب مال کھولا تو اس سے ایک فہرست نکلی جس میں پیالہ کا ذکر تھا، وارثوں نے پوچھا اس فہرست میں پیالہ کا ذکر ہے سامان میں موجود نہیں دونوں عیسائی تاجروں نے کہا، ہمیں پتہ نہیں جو کچھ ہمیں دیا گیا وہ ہم نے آپ کو پہنچا دیا ہے یہ مقدمہ بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا اُن تاجروں سے تحقیق کی گئی انہوں نے جھوٹی قسم اٹھالی اور مقدمہ سے بری ہو گئے کچھ عرصہ بعد وہی پیالہ مکہ مکرمہ میں کسی شخص کے ہاں پایا گیا، بدیل کے وارثوں نے اس سے پوچھا یہ پیالہ کہاں سے لیا، کیسے لیا اس شخص نے کہا میں نے یہ پیالہ تمیم داری اور عدی سے لیا ہے یہی مقدمہ بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا حضور ﷺ نے بدیل کے گھر والوں سے فرمایا کہ تم قسم کھاؤ، یہ پیالہ بدیل کا ہے اور یہ دونوں عیسائی جھوٹے ہیں اُن لوگوں نے قسم اٹھالی اور پیالہ حاصل کر لیا۔

اس آیت پاک میں حضور ﷺ کے فیصلہ کی تائید فرمائی گئی، مسلمانوں کو فرمایا گیا ہے جب کوئی مرنے لگے اور وصیت کرنا چاہے تو اپنے عزیزوں سے دو پرہیزگار شخصوں کو گواہ بنا لے اگر مرنے والا سفر میں ہو اور اپنے عزیز گواہ نہ مل سکیں تو وہاں سے ہی دو اجنبی پرہیزگار گواہ بنا لے، وصیت کرنے والے کی موت کے بعد یہ گواہی دینے والے، وارثوں کے پاس انہیں گواہی دیں اگر ان کی گواہی پر شک گزرے تو دونوں مسلمانوں کے مجمع میں کھڑا کر کے وہ سب کے سامنے گواہی دیں اور قسم اٹھائیں کہ اللہ کی قسم ہم سچی گواہی دے رہے ہیں اور کسی سے کچھ مال لے کر جھوٹی گواہی نہ دیں گے اگرچہ وہ کوئی ہمارا عزیز ہی کیوں نہ ہو اگر ایسا کریں تو ہم ظالم ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



فَإِنْ عُنِيَ عَلَىٰ الْإِنْمَا اسْتَعْمَلُوا الْآخِرَ لِيَقُومُوا  
مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقُّ عَلَيْهِمُ الْأَوَّلِينَ  
فِي قِسْمِ الْإِنْمَا لَشَهِادَتِنَا أَحَقُّ مِنْ شَهِادَتِهِمَا  
وَمَا اعْتَدَيْنَا إِلَّا لِلَّذِينَ الظَّالِمِينَ ۚ ذَٰلِكَ أَذَىٰ  
أَنْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَىٰ وَجْهِهَا أَوْ يَخَافُوا  
أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانُ بَعْدَ آيْمَانِهِمْ وَالْقُوا اللَّهَ  
وَالسَّمْعُوا وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۚ

اللہ  
صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم  
العظیم

پھر اگر معلوم ہو جائے کہ وہ دونوں گواہ کسی گناہ  
کے مرتکب ہوئے ہیں تو جن لوگوں کا حق ان  
گواہوں نے ضائع کیا ہے ان کی طرف سے دو  
گواہ ان کی جگہ کھڑے کئے جائیں اور وہ گواہ  
اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان کی  
شہادت سے زیادہ برحق ہے اور ہم نے حد سے  
تجاوز نہیں کیا ورنہ ہمارا شمار ظالموں میں ہوگا  
(۱۰۷) یہ طریقہ اس بات کے زیادہ قریب ہے  
کہ وہ اس طرح شہادت دیں جس طرح  
شہادت دینے کا حق ہے یا وہ اس بات سے  
ڈریں کہ ورثاء کی قسموں کے بعد ان کی قسمیں  
مسترد کر دی جائیں گی اور اللہ سے ڈرتے رہو  
اور اس کے احکام سنو اور اللہ نافرمان لوگوں کو  
ہدایت نہیں دیتا (۱۰۸)

### تفسیر

پہلی آیہ کریمہ میں مسافر میت کے ان وصیوں کا ذکر تھا جنہیں میت اپنے مال کا محافظ بنا جاتے اور انہیں اپنا  
مال اپنے وارثوں تک پہنچانے کا ذمہ دار کر جاتے، اب اُن وصیوں کے جھوٹ ظاہر ہو جانے کا ذکر ہے، کہ  
اگر وہ خیانت کر لیں اور جھوٹا بیان دیں تو کیا کیا جائے، تمیم داری اور عدی ابن زید جب حضرت بدیل کا مال  
جھوٹی قسم کھا کر بدیل کے وارثوں کو دے گئے پھر وہ چاندی کا پیالہ مکہ مکرمہ میں ایک شخص سے پکڑا گیا اس

نے کہا ہم نے یہ پیالہ تمیم داری اور عدی سے خریدا ہے تب ”بدیل“ کے وارثوں نے پھر یہ مقدمہ حضور ﷺ کے حضور پیش کیا، حضور ﷺ نے پھر دوبارہ تمیم اور عدی کے بیان لئے اس کے مقابل بدیل کے وارثوں نے قسمیہ بیان دیا کہ یہ دونوں جھوٹے ہیں اور یہ پیالہ ہمارے عزیز بدیل کا ہے تب بارگاہ رسالت سے ان کے حق میں فیصلہ ہوا اور پیالہ انہیں دلوا یا گیا اور تمیم وعدی سے پیالہ کی قیمت مکہ مکرمہ کے خریدار کو واپس کرائی گئی حضور ﷺ کے اس فیصلہ کی تائید میں یہ دونوں آیات نازل ہوئیں، تفصیلی بیان پچھلی آیہ میں گذر چکا ہے، خلاصہ یہ ہے جب مجمع عام میں قسم لینے کا قانون ہوگا تو وصی اور وارث دونوں جھوٹ بولنے سے پرہیز کریں گے اور دونوں کو علم ہوگا کہ ہمیں قسم اٹھانا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 یوم یجمعہ اللہ الرسل فیقول ماذا اُجبتُم  
 قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب  
 جس دن اللہ جمع فرمائے گا رسولوں کو پھر فرمائے  
 گا تمہیں کیا جواب ملا عرض کریں گے ہمیں کچھ علم  
 نہیں بے شک تو ہی شیوں کو جاننے والا (۱۰۹)

صلی اللہ علیہ  
 وسلم

تفسیر

پہلی آیہ کریمہ میں جھوٹی گواہی جھوٹی قسم کے دنیاوی وبال اور مصیبت کا ذکر ہوا، دوسرے فریق کو قسم کھانے کا حق مل جانا اور اُس جھوٹے گواہ کا شرمندہ ہونا اب اُس جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسم کا اخروی وبال بیان کیا جا رہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اُن سے بیزار ہو جائیں گے اور شفاعت نہیں کریں گے۔

گواہی کی اہمیت کو بیان فرمایا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے گواہی لے گا پھر فیصلہ فرمائے گا لہذا گواہی میں بہت احتیاط سے کام لو اگر جھوٹی گواہی کے ذریعہ سے کسی کا حق مارا گیا کسی پر ظلم ہو گیا تو اس کا وبال گواہوں پر پڑے گا۔ حضور ﷺ سے ارشاد ہے محبوب ان لوگوں سے اس دن کا تذکرہ فرماؤ جس دن اللہ آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو اُن کے منکرین اور نافرمان

لوگوں کے ساتھ اپنے حضور جمع فرمائے گا اور ان نافرمان قوموں پر عتاب فرماتے ہوئے انبیاء علیہم السلام سے سوال فرمائے گا کہ جب دنیا میں تم نے ہمارے احکام لوگوں کو پہنچائے تو تمہیں ان کی طرف سے کیا جواب ملا، حضرات انبیاء علیہم السلام بیزاری ظاہر کرنے کیلئے عرض کریں گے اللہ ہم نہیں جانتے تو ہی علام الغیوب ہے تجھے خبر ہے انہوں نے ہمیں کیا جوابات دئے یہ بدنصیب تیری بارگاہ میں حاضر ہیں تو ان کے جرموں پر مطلع ہے جس سزا کے یہ لوگ مستحق ہیں وہ انہیں دیدے۔ پہلے انبیاء علیہم السلام کے جمع ہونے کے کئی مواقع ہیں۔ میثاق کے دن بھی اللہ تعالیٰ نے سارے رسولوں کو جمع فرما کر ہمارے رسول ﷺ پہ ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا عہد لیا۔ معراج کی رات بھی انبیاء علیہم السلام کا اجتماع ہوا یہ بھی ایک اجتماع ہے جو قیامت کے دن ہوگا یہ اجتماع کفار کے خلاف گواہی لینے کیلئے کیا جائے گا۔

اس آیہ مبارکہ میں اس اجتماع کا ذکر ہے، قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کو جمع فرما کر سوال فرمانے میں یہ بھی حکمت محسوس ہو رہی ہے کہ مخلوق کو پتہ چل جائے آج انبیاء علیہم السلام سے سوال ہوگا اس سوال کے مخاطب اگرچہ انبیاء علیہم السلام ہوں گے مگر درحقیقت سنانا ان امتوں کو مقصود ہوگا کہ امتوں کے نیک بد عمل کی شہادت سب سے پہلے ان کے رسولوں سے لی جائے گی اور انبیاء علیہم السلام ان ساری معلومات کو اللہ کے سپرد کر دیں گے کہ تو ہی بہتر جانتا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے انبیاء علیہم السلام اپنی قوموں پر بے انتہاء شفیق ہوتے ہیں، کریم ہوتے ہیں ان کے متعلق کوئی ایسی بات زبان پر نہیں لائیں گے جس سے یہ لوگ گرفت میں آجائیں۔ آیہ پاک میں میدان قیامت کی ہولناکی کا ذکر ہے کہ لوگ آج سے ہی اس آنے والے وقت کا احساس کریں۔

ترمذی شریف کی ایک حدیث ہے حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن پانچ سوالات ہوں گے (۱) اپنی عمر کے دن رات کس کام میں خرچ کئے (۲) جوانی کے زمانہ کو کن کاموں میں خرچ کیا۔ (۳) عمر میں کمایا ہوا مال کن جائز یا ناجائز طریقوں سے حاصل کیا۔ (۴) کمائے ہوئے مال کو کہاں کہاں



اور کیسے خرچ کیا (۵) اپنے علم پر کیا عمل کیا۔

اس حدیث پاک کا معنی ہوا کہ آخرت میں پیش آنے والے پرچے کے سوالات ابھی بتا دیئے گئے تاکہ لوگ یاد رکھیں اور امتحان کے وقت پریشان نہ ہوں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

جب اللہ فرمائے گا اے عیسیٰ ابن مریم تم اپنے اوپر اور اپنی ماں کے اوپر میرے احسان کو یاد کرو جب میں نے روح القدس سے تمہاری مدد کی تم گہوارے میں بھی لوگوں سے کلام کرتے تھے اور پختہ عمری میں بھی اور جب میں نے تمہیں کتاب حکمت، تورات اور انجیل کا علم دیا (۱۱۰)

إِذْ قَالَ اللَّهُ يُعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ اِذَا يَدْعُوكَ رَبُّوهُ الْقُدُّوسُ تَكَلَّمَ النَّاسُ فِي الْهَيْدِ وَكَهَلًا وَاِذْ عَلَّمْنَاكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالْقُرْآنَ وَالْإِنْجِيلَ

صلی اللہ علیہ وسلم  
العظیم

### تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں جھوٹے مال کے اندر جھوٹی گواہی کی مذمت کا ذکر تھا اس آیہ کریمہ میں ایمان کے اندر جھوٹی گواہی دینے والوں کی مذمت ہے جیسے عیسائیوں نے حضرت مریم کے بارہ میں جھوٹ کہہ دیا کہ وہ خدا کی بیوی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جھوٹ بولا کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں۔

پچھلی آیہ پاک میں ارشاد تھا کہ قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام سے سوال کیا جائے گا کہ اُمتوں نے تمہیں کیا جواب دیا؟ اس آیہ کریمہ میں خصوصاً عیسیٰ علیہ السلام کے سوال کا ذکر ہے کہ آپ بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام میں ایک امتیازی شان کے مالک ہیں وہ کلمۃ اللہ بھی ہیں، روح القدس بھی ہیں۔ لوگوں کو یاد دلایا جا رہا ہے کہ اے لوگو وہ وقت یاد کرو جب قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا جائے گا اے مریم کے بیٹے! میری نعمتوں کو یاد کرو جو دنیا میں ہم نے صرف تمہیں عطا کیں تمہارے سوا کسی کو نہ دیں

اور وہ نعمتیں یاد کر جو براہِ راست یا تمہاری معرفت، تمہاری ماں مریم کو بخشیں۔ جبریل امین بحیثیت خادم سا تھر رہے ہیں، جھولے میں اور پختہ عمر میں آپ لوگوں سے نہایت فصیح و بلیغ کلام کرتے تھے۔ جھولے میں کلام کرنا آپ کا معجزہ ہے، اللہ کا انعام ہے۔ رہا ادھیڑ عمر میں کلام کرنا اس پر غور کیا جائے عیسیٰ علیہ السلام ادھیڑ عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی آسمانوں پر اٹھالئے گئے اور یہ معجزہ جب ہی ہو سکتا ہے جب آپ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں جیسے مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ یہ نعمت بھی بخشی کہ بغیر کسی اُستاذ کے آسمانی کتب کا علم بخشا، حکمت سکھائی، توراۃ و انجیل کا عالم بنایا یہ وہ عظیم انعامات ہیں جو آپ کو عطا ہوئے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی اُمت کو متنبہ کیا گیا کہ اس دن سے ڈرو جس دن عیسیٰ علیہ السلام سے سوال ہوگا اپنی اصلاح کرو۔ آیہ کریمہ میں عیسیٰ علیہ السلام کو لفظ ابن مریم سے یاد فرمایا گیا تا کہ اُنہیں الہ ماننے والوں کو ڈر ہو کہ وہ خدا نہیں خدا کے بیٹے نہیں، حضرت مریم کے بیٹے ہیں۔

خلاصہ کے طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا جائے گا کہ آپ کی امت نے آپ کو خدا کا شریک بنایا تو آپ بارگاہِ قدس میں عرض کریں گے ”سبحانک ما یكون لی ان اقول ما لیس لی حق“ اے اللہ تو پاک ہے میری کیا مجال کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے حق نہ تھا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد و علی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِأَذْنِي فَتَنفُخُ  
فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِأَذْنِي وَتُبْرِئُ الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ  
بِأَذْنِي وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَى بِأَذْنِي وَإِذْ كَفَعْتَ  
بَنِي إِسْرَءِيلَ عَنْكَ إِذْ جَعَلْتَهُمُ الْبَقِيَّةَ فَقَالَ  
الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ إِنَّ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنا ۖ

صَلَّى  
الْحَضِيمِ

اور جب مٹی سے پرندے کی شکل میرے کلمہ  
سے بناتا پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے  
حکم سے اڑنے لگتی اور تو مادر زاد اندھے اور سفید  
داغ والے کو میرے حکم سے شفا دیتا اور جب تو  
مردوں کو میرے حکم سے زندہ نکالتا اور جب میں  
نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا جب ان کے  
پاس روشن نشانات لے کر آیا تو اُن میں کافر  
بولے یہ تو کھلا جادو ہے (۱۱۰)

## تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے چند معجزات کا ذکر تھا اس میں بھی آپ کے بقیہ معجزات کو فرمایا گیا۔  
پہلی آیہ پاک میں آپ کے علمی معجزہ کا ذکر تھا اس میں مادی معجزات کو واضح فرمایا گیا عیسیٰ! (علیہ السلام)  
ہمارے اس کرم کو یاد کرو تم مٹی سے پرندے کی شکل بناتے پھر اسی میں پھونک مارتے تھے وہ زندہ جانور بن  
جاتا تم مادر زاد اندھوں کو بینا کر دیتے تھے، ماں کے پیٹ سے اندھا پیدا ہونے والا بچہ شفا یاب ہوتا دیکھنے  
لگ جاتا اس بیماری کے علاج سے دنیا بھر کے معالج عاجز تھے، عیسیٰ! تم کوڑھیوں کو شفا دے دیتے تھے یہ  
کمالات تو عالم اجسام سے تعلق رکھتے ہیں۔ اللہ نے تمہیں یہ بھی طاقت بخشی کہ تم میرے حکم سے مُردے کو  
زندہ کر کے قبر سے نکال لیتے تھے وہ وقت بھی یاد کرو جب اسرائیلیوں نے تم سے سخت دشمنی کی تو اُن کے شر  
سے تمہیں بچا لیا تم تو ان کے پاس روشن دلیل لے کر آئے مگر یہ کہتے تھے یہ کھلا جادو ہے وہ جادو اور معجزے  
میں فرق نہ کر سکے۔



کوڑھی کو ہاتھ پھیرتے تو اُسے شفا مل جاتی یہ بہت بڑا معجزہ تھا اسی کو دیکھ کر جاہل لوگوں نے کہہ دیا عیسیٰ خدا ہے، کاش وہ حضور ﷺ کے اس ارشاد کو بھی سامنے رکھتے ”غبار المدینۃ یشفی الجذام“ مدینے کی مٹی کوڑھیوں کو شفا دیتی ہے۔ وہ مٹی جس نے مصطفیٰ علیہ السلام کے مقدس پاؤں کو چوما وہ کوڑھی کو شفا بخشی ہے عیسیٰ علیہ السلام کا مردے کو زندہ کرنا اس سے باتیں کرنا بڑا کمال ہے اسی کو دیکھ کر کچھ لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کہا۔ اس پر بھی توجہ کی جائے عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے جلیل القدر نبی ہیں وہ کسی پرانی قبر پر کھڑے ہو کر مردے سے کہتے ہیں ”قم باذن اللہ“ مردہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ روح عالم بالا سے واپس آگئی راستہ اس نے دیکھا ہوا تھا مردے کے جسم میں چلی گئی وہ پہلے بھی اس جسم میں رہ چکی تھی اس میں کوئی شک نہیں کہ عظیم معجزہ ہے مگر حضور ﷺ سے پتھروں، لکڑیوں کا باتیں کرنا بہت بڑا معجزہ ہے کہ ان میں تو روح کبھی تھی ہی نہیں مگر روح والوں کی باتیں کر رہی ہیں۔ یہود نے بارہا قتل مسیح کے منصوبے بنائے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے محفوظ فرمایا اور آسمانوں پر اٹھالیا، یہود نے آپ کے کھلے کمالات کو دیکھ کر یہی کہا یہ جادو گر ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور جب میں حواریوں کے (دلوں میں یہ بات ڈالی) کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ، (تو) بولے ہم ایمان لائے، اور (تو) گواہ ہو جا ہم مسلمان ہیں (۱۱۱) جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم کیا تیرا رب طاقت رکھتا ہے کہ ہم پر آسمان سے دسترخوان اُتارے کہا اللہ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو (۱۱۲) بولے ہم چاہتے ہیں کہ اس سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہوں اور ہم جان لیں آپ نے ہم سے سچ فرمایا اور ہم اس پر گواہ ہو جائیں (۱۱۳)

وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ امْنُوا بِي وَ  
بِرَسُولِي قَالُوا أَمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۝  
إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يُعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ هَلْ  
يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنْزِلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ  
قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنتُمْ مَوَدِّينَ ۝ قَالُوا نُرِيدُ  
أَنْ نَأْكُلَ مِنْهَا وَنَطْمِئِنَّ قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ  
صَدَقْتَنَا وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ ۝

اللہ  
اصدق  
العظیم

### تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ان معجزات کا ذکر تھا جن کا تعلق زمین سے تھا اس آیہ پاک میں آپ کے اس معجزہ کا ذکر ہے جس کا تعلق آسمان سے ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا دسترخوان آسمان سے نازل ہوا، منکرین نے عیسیٰ علیہ السلام کے ان معجزات کو دیکھ کر کہا یہ جاؤ ہے اور اس معجزہ کو آنکھوں سے دیکھ کر بھی انکار کر دیا۔ حضور ﷺ سے ارشاد ہے محبوب لوگوں کو وہ زمانہ یاد دلائیں جب ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کے خاص خدام کے دلوں میں ایمان کی رغبت پیدا کی اور انہیں اللہ پر ایمان لانے کی توفیق بخشی تو وہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئے اور اپنے ایمان کا اعلان کرتے ہوئے بولے اے اللہ ہم ایمان لائے ہیں اور اے عیسیٰ! آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم آپ اور آپ کے رب پر ایمان لائے ہیں وہ وقت بھی یاد دلائیں جب حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کی کیا آپ کا رب آپ کی دعا سے آسمان سے

دستر خوان اُتارے گا جس سے ہم فائدہ اٹھائیں؟ اس پر عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر تم مومن ہو تو ایسے سوالات سے باز آ جاؤ، حواریوں نے عرض کی حضور ہماری یہ درخواست آپ کی نبوت یا خدا کی قدرت پر شک و شبہ کیلئے نہیں بلکہ صرف اس لئے ہے کہ ہم غیبی کھانا کھائیں اور ہمارے دل روشن ہوں، آپ کی دعاؤں کے قبول ہونے کا یقین ہو جائے گا، آپ کا سچا ہونا اور واضح ہو جائے اور ہم اس آسمانی معجزہ کو دیکھ کر اور زیادہ آپ کے قریب ہو جائیں اور ہم آپ کے گواہ بن جائیں اگر یہ حواری لوگ خدام ہیں تو پھر ان پر وحی کا معنی یہ ہوگا کہ ہم نے انہیں الہام کیا، حواری کا معنی سفید رنگ والا، مخلص دوست کو بھی حواری کہا جاتا ہے حواریوں کا عیسیٰ علیہ السلام سے یہ کہنا کہ ہم مسلمان ہیں معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کا دین دین اسلام ہی ہے حضور ﷺ کا یہ ارشاد دلیل ہے ”نحن معشر الانبياء ابونا واحد و امهاتنا شتى“ ہم انبیاء کا گروہ ہیں ہمارا باپ ایک ہے مائیں مختلف ہیں۔ اس کی تشریح میں محدثین نے بتایا، باپ ایک سے مراد دین ہے کہ ہم سب کا دین ایک ہے وہ اسلام ہے مائیں مختلف ہیں یعنی شریعتیں مختلف ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے احکام قواعد و ضوابط مختلف ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام انہیں ایسے سوالات اور حجت بازیوں سے منع فرمایا اور اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ بعدد خلقہ



عیسیٰ ابن مریم نے عرض کی اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے دسترخوان نازل فرما تا کہ وہ دن ہمارے اگلوں اور پچھلوں کیلئے عید ہو جائے اور تیری طرف سے نشان (بن جائے) اور ہمیں رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے (۱۱۴) اللہ نے فرمایا بے شک اُس خوان کو تم پر نازل فرمانے والا ہوں پھر تم میں سے جو شخص اس کے بعد کفر کرے گا تو میں ضرور اس کو ایسا عذاب دوں گا جو تمام جہان والوں میں سے کسی کو بھی نہ دوں گا۔ (۱۱۵)

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً  
فَإِنَّ السَّمَاءَ تَكُونُ لَنَا عَيْدًا إِذَا قُلْنَا وَاجِرًا  
وَأَيُّ عَيْدِكَ وَأَرْغِفْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ  
قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنْزِلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ  
فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ

اللہ  
عظیم

### تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں ذکر تھا کہ قوم نے عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا کہ اللہ سے درخواست کرو، وہ ہمیں آسمان سے دسترخوان اتارے اور ہم اس سے کھائیں، اس آیہ کریمہ میں ذکر ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ قدس میں دعا کی تو اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور دسترخوان نازل فرمایا۔ سیدنا سلمان فارسی اور عبد اللہ ابن عباس کا قول ہے حواریوں کی اس درخواست پر کہ دسترخوان آسمان سے نازل ہو، عیسیٰ علیہ السلام نے ٹاٹ کا لباس پہنا اور رُز و کر دعا کی جو قبول ہوئی اور یہ دسترخوان بادلوں میں ڈھکا ہوا آیا جسے تمام لوگوں نے دیکھا اور یہ دسترخوان آہستہ آہستہ نیچے رکھ دیا گیا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اس دعا کی قبولیت اور دسترخوان کے اترنے پر بہت روئے، اللہ مجھے شاکرین میں بنا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو سجدہ ریز ہوتے دیکھ کر حواری بھی سجدہ میں گر گئے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اس بند دسترخوان کو کھولا تو اُس میں سات مچھلیاں،

سات روٹیاں تھیں بعض روایات میں ہے روٹیاں پانچ تھیں، ایک روٹی پر زیتون تھا دوسری پر شہد، تیسری پر گھی، چوتھی پر پنیر، پانچویں پر بھنا گوشت۔ شمعون حواری نے عرض کی اے عیسیٰ روح اللہ یہ کھانا جنت کا ہے یا زمین کا تو جواب فرمایا یہ محض قدرتی ہے۔ چنانچہ فقراء و غرباء، مساکین بیمار لوگوں کو بلایا گیا اور انہیں کھلایا گیا پہلے دن یہ کھانا سات ہزار سات سو آدمیوں نے کھایا، پھر دسترخوان اٹھا اور اڑتا ہوا لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو گیا اس کے کھانے سے تمام بیمار اچھے ہو گئے تمام فقیر غنی ہو گئے۔ یہ دسترخوان مسلسل چالیس دن تک آتا رہا، اور لوگ کھاتے رہے پھر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ یہ کھانا اب صرف فقراء اور غرباء کھائیں غنی نہ کھائیں، اس اعلان پر غنی ناراض ہو گئے اور کہہ دیا یہ محض جادو ہے یہ تین سو تیس آدمی تھے جنہوں نے انکار کیا اور جادو کہا ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا ان کی شکلیں بدل گئیں، صبح اٹھے تو خزیروں کی شکلوں میں اٹھے تین دن تک یہ رسوائی اور ذلت کے ساتھ زندہ رہے پھر چوتھے دن ہلاک ہو گئے، ان سے نسل نہ چلی (خازن، روح المعانی)

انسانوں کا جانوروں کی شکل میں بدل جانے کا عذاب حضور ﷺ کی امت میں کبھی نہ ہوا، نہ ہوگا۔ اس واقعہ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے عظیم معجزہ ”دعا کی قبولیت“ اپنی قوم سے پیار، ان کی درخواست کو ماننے کا بھی ذکر ہے اور سرکش اور باغی لوگوں کے انکار اور جادو کہہ کر جھٹلانے کا بھی ذکر ہے۔ پھر ان باغی افراد کا ذلت کی موت مرنا بھی واضح ہے نبی کی بغاوت ذلت کا باعث ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور جب اللہ فرمائے گا اے عیسیٰ! بن مریم کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا اور خدا بنا لو وہ عرض کریں گے تو پاک ہے میرے لئے یہ جائز نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں اگر میں نے یہ کہا ہوتا تو تو اُسے ضرور جانتا تو ان باتوں کو جانتا ہے جو میرے دل میں ہیں اور میں اُن چیزوں کو نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہیں بے شک تو ہی غیبوں کے جاننے والا ہے (۱۱۶)

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يُعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوا مِنِّي وَآلِئِي الْهَيْئَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِمُحَقِّقٍ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتُمْ تَعْلَمُونَ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ

اللَّهُ  
صَدِّقُ  
الْحَقِّ

## تفسیر

پچھلی آیہ پاک میں اللہ تعالیٰ کی خاص نعمتوں کا ذکر تھا جو عیسیٰ علیہ السلام کے صدقہ سے حواریوں کو عطا ہوئیں اس میں عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت کا اظہار ہے، اس آیہ کریمہ میں عیسیٰ علیہ السلام پر جو قوم نے الزامات لگائے اُن سے بری ہونے کا ذکر ہے۔

حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب! لوگوں کو وقت یا ددلاؤ جب اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے گا اے ابن مریم کیا تو نے کہا تھا کہ لوگو! تم مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا عبادت کے لائق مانو اس کے جواب میں عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے، پہلے تو اللہ کی حمد بیان کریں گے کہ اللہ تو پاک ہے پھر عرض کریں گے اے اللہ میں کوئی ایسی بات کہہ سکتا ہی نہیں جس کا مجھے حق نہیں پھر اپنے بیان کی گواہی کیلئے عرض کریں گے، اے اللہ تو علام الغیوب ہے تو بہتر جانتا ہے، میں نے ایسا کہا ہی نہیں اگر بالفرض میں نے کہا ہوتا تو تیرے علم میں ہی ہوتا میرے دل کی باتیں تو جانتا ہے تیرے علوم پر تیرے بتائے بغیر میں مطلع نہیں۔



عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کرنے میں حکمت یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے اُن لوگوں کو اُن کی غلطی سے آگاہ کیا جائے، جو عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا مانتے تھے عیسائیوں میں حضرت مریم کو بھی قابل پرستش ماننا واضح ہے، گرجاؤں میں حضرت مریم کی تصویر کو سجا کر رکھنا اس تصویر سے حاجات طلب کرنا، سجدہ کرنا، ایشیا اور یورپ میں عام ہے۔ (سیدہ مریم کی اُلوہیت کے بارہ میں بائبل میں کسی قسم کا اشارہ بھی نہیں ملتا اُن کے معبود ہونے کا نظریہ تو عیسائیوں میں تیسری صدی کے آخر میں اسکندریہ کے بعض علماء نے ”اُم اللہ“ اللہ کی ماں کہا پھر آہستہ آہستہ یہ عقیدہ عام ہو گیا، عیسائیوں کے پروٹسٹنٹ گروہ نے اس عقیدہ کی مخالفت کی مگر رومن کیتھولک آج تک اس پر قائم ہیں۔

آیہ مبارکہ میں عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے رب قدوس کے حضور جواب دینے کا انداز نہایت پیارا اور محبت بھرا ہے، اس طرح کا جواب نہیں، یا اللہ میں نے قطعی ایسا نہیں کیا بلکہ عجز و انکساری کا انداز ہے میرے اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے، جس بندے کو تو نے بے پناہ رحمت و برکات سے نوازا وہ ایسی بات کہے جس کا اُسے حق ہی نہیں اور پھر میری صفائی یہ ہے کہ تو علام الغیوب ہے، معاملات کو جانتا ہے اور یہ انتہائی ادب کا پہلو ہے کہ سارے معاملہ کو اللہ کے علم پر چھوڑ دیا ہے کہ تو بہتر جانتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

میں نے انہیں وہی کہا جسے کہنے کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب ہے، تمہارا رب ہے اور میں ان پر اسی وقت تک نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے (آسمان پر اٹھایا) تو تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ (۱۱۷) اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو بہت بڑا غالب، بڑی حکمت والا ہے (۱۱۸)

قَالَتْ لَهُمْ اِلٰهًا مَا اَمَرْتُ نِي بِاَنْ اَعْبُدُ وَاللّٰهُ  
رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا اَنْ اَدْمُنْتُ فِيْهِمْ  
فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتُ اَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَ  
اَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ  
فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ  
الْعَزِيزُ الْحَكِيْمُ

صَلَّى  
الْحَقِّ  
الْعَظِيْمِ

## تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا کہ قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ تو نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ تُو خدا ہے تو عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے، اللہ تو بہتر جانتا ہے علام الغیوب ہے۔ اس آیہ کریمہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے دوسرے جواب کا ذکر ہے کہ میں نے قوم سے ایسا کہا ہی نہیں کہ تو نے مجھے اُس کہنے کا حکم ہی نہیں دیا تھا بلکہ اس کے خلاف حکم دیا تھا اس جواب سے واضح ہو رہا ہے کہ نبی کس قدر اللہ کے حکموں کا تابع ہوتا ہے وہ کوئی ایسی بات کہتا ہی نہیں جس کا اُسے خدا کی طرف سے حکم نہ ملا ہو، عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے میں نے لوگوں سے وہی کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا وہ حکم یہ تھا کہ بندو! اللہ پر ایمان لاؤ، اس کی عبادت کرو، میرا بھی رب وہی ہے تمہارا بھی رب وہی ہے میں رب نہیں میں تو اس کا بندہ ہوں میرے اللہ! جب تک میں ان میں رہا تب تک تو میں اُن کے اعمال عقائد، نظریات کی نگرانی کرتا رہا، میری موجودگی میں یہ لوگ مجھے نہ خدا کہہ سکے نہ عبادت کر سکے، جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھالیا تو پھر وہ

تیرے سپرد ہوئے، اس وقت ان کے اعمال کردار کا تو حافظ رہا، اے میرے اللہ! جن لوگوں نے مجھ پر غلط الزام لگایا، مجھے الہ کہا معبود کہا اگر تو انہیں اس جرم کی سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں تیرے فیصلے پر کسی کو اعتراض نہیں اگر تو ان کے اعمال کو معاف کر دے تو تجھے کوئی روک نہیں سکتا کہ تو سب پر غالب ہے تیرا ہر کام حکمت سے بھرپور ہے تجھ پر اعتراض کی کسی کو جرأت نہیں۔

اس آیت مبارکہ میں ’توفیتی‘ کے لفظ سے کچھ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی کہ اس کا معنی ہے جب تو نے مجھے فوت کر لیا لہذا عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں آسمان پر نہیں۔ یہ نظریہ اس لئے غلط ہے کہ ’توفی‘ کا معنی مارنا یا فوت کرنا نہیں بلکہ مکمل طور پر اپنے قبضہ میں لے لینا ہے، قرآن مقدس نے ایک مقام پر اس طرح فرمایا ہے ’وہو الذی یتوفاکم باللیل‘ وہ ذات ہے جو رات کو نیند کے وقت تمہارے نفسوں کو اپنے قبضہ میں لے لیتی ہے، ’توفی‘ کا معنی پورا کرنے کا بھی ہے ’توفی‘ کا معنی سلانے کا بھی ہے یعنی ’انسی متوفیک‘ اے عیسیٰ! تجھے سلا کر آسمانوں پر اٹھانے والا ہوں۔ جاگتے جانا اور مشاہدہ کرتے جانا، سلاموں کا جواب دیتے جانا یہ تو صرف اور صرف سید الانبیاء علیہ السلام کا معجزہ و کمال ہے جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔ اس مقام پر ’توفی‘ کا معنی فوت کیا بھی جائے تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کی تردید نہیں ہو سکتی اس لئے کہ یہ گفتگو قیامت کے دن ہوگی اور اس وقت نزول کے بعد آپ کی موت واقع ہو چکی ہوگی، آپ کا زندہ آسمانوں پر جانا ملت اسلامیہ کا متفقہ عقیدہ ہے جس کی تردید نہیں کی جاسکتی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



اللہ فرمائے گا یہ ہے وہ دن جس میں سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا ان کیلئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی ہوا وہ اللہ سے راضی ہوئے یہی سب سے بڑی کامیابی ہے (۱۱۹) اللہ کیلئے ہی ہے آسمانوں زمینوں کی سلطنت اور جو کچھ ان میں ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے (۱۲۰)

قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اللہ صَدَقَ الْعَظِيمُ

### تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے وعظ وارشادات کا ذکر تھا جو آپ نے قوم سے فرمایا۔ اس آیہ کریمہ میں ان لوگوں میں آپ کی تبلیغ کو سن کر عمل کرنے والوں کا ذکر ہے کہ قیامت کے دن ایسے لوگوں کیلئے باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ ان باغات میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ ان کی بڑی کامیابی ہوگی ان پر اللہ راضی ہو گیا اور وہ اللہ پر راضی ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ قیامت کا دن ہے آج کسی شخص کو اس کا مال اس کی دولت، اس کی عزت کام نہ دے گی آج سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا جو دنیا میں سچے انسان بن کر رہے، سچے کام کئے آج ان کے اعمال ان کی کامیابی کا سبب ہوں گے، ان کے گناہ معاف ہوں گے ان کے صدقات و خیرات ان کیلئے راحت کا سامان ہوں گے، حسین باغات ہوں گے جن کے نیچے دودھ، شہد، شراب طہور کی نہریں جاری ہیں ان پر کرم کی خاص بات یہ بھی ہوگی کہ یہ لوگ ان باغات میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے انہیں نکالا نہیں جائے گا نہ ہی یہ باغ اجڑیں گے نہ ہی ایسا ہوگا کہ یہ پھل نہ دیں، مزید کرم بالائے کرم یہ ہوگا خدا ان پر راضی اور یہ خدا پر راضی ہوں گے ان انعامات پر کسی کو تعجب یا حیرت نہیں ہونی چاہئے اس لئے کہ دینے والا وہ ہے جو زمین و

آسمان کا خالق و مالک ہے جسے چاہے، جو چاہے عطا کرے اسی کے خزانوں میں کمی نہیں انسانوں کو اس طرح توجہ دلائی جا رہی ہے اگر آخرت میں بہتری چاہتے ہو تو دنیا میں سچائی کے پیکر بنو، سچوں کا ساتھ دو، اس آئیہ کریمہ نے حسین انداز میں ساری سورت کا خلاصہ بیان کر دیا ہے کہ ساری کائنات اللہ وحدہ لا شریک کی ملکیت ہے اور اس کے کلمہ کی پابند ہے وہ مالک ہے کسی کو دے یا کسی سے لے لے کوئی روکنے والا نہیں۔ آئیہ کریمہ میں سچوں اور سچائی کا ذکر ہے بظاہر تو محسوس ہوتا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو سچی بات کہتے ہیں جھوٹ سے بچتے ہیں مگر ایک حدیث شریف میں اعلانیہ اور تنہائی میں اچھی طرح نماز پڑھنے والے کو بھی سچا بندہ کہا گیا ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے ”ان العبد اذا صلى في العلانية فاحسن و صلى في السر فاحسن قال الله تعالى هذا عبدی حقا او كما قال ﷺ“ جو آدمی اعلانیہ میں اچھی طرح نماز پڑھتا ہے اور وہ تنہائی میں بھی ایسے ہی کرتا ہے تو ایسے آدمی کے بارہ میں اللہ فرماتا ہے یہ میرا بندہ سچا پکا ہے، رضا کے بعد فرمانا یہ تیری کامیابی ہے۔ معلوم ہوا سب سے بڑی نعمت رضا الہی ہے، باقی ساری نعمتیں پیچھے ہیں۔

رضا کا دوسرا پہلو بھی آئیہ کریمہ میں موجود ہے ”ورضوا عنه“ وہ بندے جن پر خدا راضی ہو وہ بھی خدا پر راضی ہو گئے یہ مقام رضا بہت سے مقامات سے اونچا ہے کہ بندہ اللہ کے ہر فیصلے پر راضی ہے۔ امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں نہایت شاندار عنوان باندھا ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں قیامت کے دن کچھ لوگ اُڑ کر جنت میں پہنچ جائیں گے فرشتے پوچھیں گے تم سب سے پہلے آگئے ہو دنیا میں کرتے کیا تھے؟ وہ کہیں گے نماز، روزہ، عبادات کرتے تھے، فرشتے کہیں گے یہ کام تو وہ بھی کرتے تھے جو ابھی جنت سے باہر کھڑے ہیں، کوئی اور کام ہو گا یہ لوگ کہیں گے ہاں ایک بات اور بھی ہے اگر ہم بیمار ہو گئے تو علاج نہیں کیا، بھوکے تھے تو کھانے کی تمنا نہ کی تھی کہ کہیں ہمارا رب ناراض نہ ہو جائے کہ بیماری اور بھوک بھی تو میں نے ہی بھیجی تھی اس سے کیوں کتراتے ہیں، فرشتے کہیں گے کہ تمہارا جنت میں پہلے آنا اسی باعث ہے کہ تم نے اپنی زندگی رضا الہی کے تحت گزاری۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

## سورة الانعام

اس سورت پاک میں بیس (۲۰) رکوع اور (۱۶۵) آیات مبارکہ ہیں، اس سورہ کی چند آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں، باقی ساری آیات مکہ مکرمہ میں۔ انعام چوپائے، مویشی کو کہا جاتا ہے یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ مشرکین نے از خود کچھ جانوروں کو حلال کر لیا اور کچھ جانوروں کو حرام کر لیا۔ یہ سورہ پاک حضور ﷺ کی مکی زندگی کے آخری دور میں نازل ہوئی، اس سورہ شریف میں توحید و رسالت کے بنیادی مسائل بیان فرمائے گئے۔ مرنے کے بعد حیات اور حشر و نشر کو بیان فرمایا گیا ہے، اس سورہ کے نزول کے وقت کئی رحمت و برکات کے نزول کا ذکر بھی ملتا ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا یہ سورہ اس حال میں نازل ہوئی کہ فرشتوں کی ایک جماعت اس کے ساتھ تھی جس نے مشرق و مغرب کو بھر لیا تھا اور بلند آواز سے تسبیح و تقدیس کر رہی تھی۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں یہ سورہ یکبارگی نازل ہوئی تین آیتوں کے علاوہ ساری مکی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے حضور ﷺ نے فرمایا اس سورت پڑھنے والے کو ایک منادی ندا کرتا ہے، آؤ جنت کی طرف، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت معاذ بن جبل کی چچا زاد بہن اسماء بنت یزید کہتی ہیں جب یہ سورہ نازل ہوئی ہے اس وقت حضور ﷺ اوٹنی پر سوار تھے میں نے اوٹنی کی مہار پکڑ رکھی تھی بوجھ کی وجہ سے محسوس ہوتا تھا کہ اوٹنی کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔

اس سورہ پاک میں توحید کے دلائل اور شرک کے بطلان کا ذکر ہے، عقیدہ آخرت پر وضاحت اور اس غلط خیال کی تردید کہ بس جو کچھ ہے دنیا ہی ہے، آخرت کا تصور ہی نہیں۔ اس میں دو جاہلیت کے توہمات اور بری رسموں کی تردید ہے۔ طویل جدوجہد پر ہی اسلام قبول کرنے میں لوگوں کی سوچ بچار پر حضور ﷺ کو اطمینان دلایا گیا کہ آپ پریشان نہ ہوں حضور ﷺ کی مکی زندگی کو کئی مراحل سے گزرنا پڑا ہے دینی تبلیغ کو خفیہ طور پر پھیلا نا بھی اہم مرحلہ تھا۔ جناب ابوطالب اور سیدہ خدیجہ الکبریٰ کی وفات بھی آپ



کیلئے ایک اہم مرحلہ تھا۔ ۱۰ نبوی سے ۱۳ نبوی تک کا دور بھی نہایت مشکل اور صبر آزما رہا۔ اسی دور میں طائف کا سفر، وہاں کی مشکلات و مصائب بھی کٹھن مرحلہ تھا۔ حضور ﷺ کی مکی زندگی میں شعب ابی طالب کا مرحلہ بھی شدید سخت تھا جو گزرا۔

قَوْلُهُ تَعَالَى: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے  
تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جس نے آسمانوں  
اور زمیوں کو پیدا فرمایا اور اندھیروں اور نور کو پیدا  
فرمایا پھر بھی کفار اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو  
برابر قرار دیتے ہیں (۱) وہ ہے جس نے تمہیں  
مٹی سے پیدا فرمایا پھر مدت حیات مقرر کر دی  
اور قیامت کا معین وقت اللہ ہی کے پاس ہے  
اور تم لوگ شک کرتے ہو (۲)

أَحْمَدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ  
وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا  
بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ۚ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ  
ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَ اللَّهِ ثُمَّ أَنْتُمْ  
تَمْتَرُونَ ۝

اللَّهُ  
الْعَظِيمُ

### تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی ملکیت کا ذکر تھا، اس آیہ مبارکہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ  
ساری کائنات کا مالک ہے کہ اُسی نے کائنات کو بنایا ہے وہی اس کا خالق ہے، اور جو خالق ہے حقیقی معنوں  
میں مالک بھی وہی ہے، سورہ مقدسہ کا آغاز ”الحمد للہ“ سے فرمایا گیا کہ تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں کچھ لوگوں  
نے کائنات میں سے کچھ چیزوں کے حسن و کمالات کو دیکھ کر انہیں اپنا خدا بنالیا۔ سورج چاند ستاروں کے  
حسن پر فریفتہ ہو گئے، معبود مان لیا، آگ کی ہیبت، قوت، شعلوں سے متاثر ہو کر اسی کو خدا کہہ دیا غرض

شیطان کے بہکاوے میں آ کر لوگ ہزاروں معبودوں کے قائل ہو گئے۔ رب قدوس جل مجدہ نے اس حقیقت کو آشکار کیا کہ حمد کے لائق صرف اللہ ہی ہے کہ اس نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا، اندھیرے پیدا فرمائے اور نور بنایا اور ساری کی ساری تعریفیں اُس کیلئے ہیں۔ بنائی گئی شئی کی تعریف دراصل بنانے والے کی تعریف ہے، ایسی شان والے مالک و خالق کے برابر کون ہو سکتا ہے مگر مشرکین کی جہالت ہے کہ اللہ کی مخلوق سے بعض مخلوق کو خدا کا شریک مان لیا، پرستش شروع کر دی۔ اللہ وہ ذات قدرت والی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا فرمایا اور تمہاری موت کیلئے ایک میعاد مقرر کی لوگو پھر بھی شک کرتے ہو سو چو اس نے تمہیں مٹی سے بنایا کہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا، وہ تمہارے باپ ہیں لہذا تم بھی مٹی سے ہو، یا مٹی سے غذا پیدا کی، غذا کھانے سے تمہارے جسموں میں خون پیدا کیا پھر خون سے نطفہ بنایا اور پھر نطفہ سے تمہیں پیدا کیا۔

مشرکین کو توجہ دلائی جا رہی ہے کہ یہ تو تم مانتے ہو کہ سورج، چاند، زمین، آسمان کا مالک، خالق اللہ ہے تو پھر مخلوق کے سامنے سجدہ ریزی کیوں کرتے ہو۔ لات، منات، عزیٰ کی پرستش کیوں ہے۔ آیہ مبارکہ میں اندھیروں اور نور کے بنانے کا ذکر ہے۔ اندھیروں کو جمع سے بیان فرمایا اور روشنی کو واحد سے، تاکہ پتہ چل جائے کہ گمراہیاں، تاریکیاں بہت ہیں اور حق و صداقت کا نور ایک ہی ہے اور وہ اسلام ہے، صراط مستقیم ہے۔ مجوس دنیا کے دو خالق مانتے ہیں، یزدان اور اہرمٰن۔ یزدان کو خالق خیر کہتے ہیں اور اہرمٰن کو خالق شر اور انہی دونوں کو نور و ظلمت سے تعبیر کرتے ہیں۔ قرآن مقدس نے اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کو زمین کا خالق فرما کر ان تمام خیالات کی تردید کی ہے، جب خالق وہی ہے تو پھر مخلوق کو اُس کا شریک کیسے ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ ساری کائنات کو اس کی مخلوق اور محتاج فرما کر عقیدہ توحید کو واضح فرما دیا گیا اور پھر اس کے بعد انسان کی تخلیق کو ذکر فرما کر اسی عقیدہ توحید کو اور نمایاں فرما دیا گیا کائنات کے ذکر کے بعد انسان کا ذکر فرمانا اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ ”وَفِي انْفُسِكُمْ افَلَا تَبْصُرُونَ“ پوری کائنات کا نقشہ تمہاری جانوں میں رکھ دیا گیا ہے غور کیوں نہیں کرتے؟

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ  
جَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا كَسَبْتُمْ وَمَا تَلَيَّيْتُمْ وَمِنْ  
آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ لَا كُنُوزَ عَنْهَا مَعْرِضِينَ ۝  
فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ  
الْأَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝

اللَّهُ  
الْعَظِيمُ

اور وہی اللہ ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں وہ  
تمہاری چھپی باتیں بھی جانتا ہے اور کھلی بھی اور  
وہ جانتا ہے جو کچھ تم کماتے ہو (۳) اور ان کے  
پاس اللہ کی نشانیوں سے کوئی نشانی نہیں آتی مگر  
وہ اس سے منہ پھیرتے ہیں (۴) اور بے شک  
انہوں نے حق کو جھٹلادیا جب ان کے پاس آیا  
اب قریب ہے ان کے پاس وہ خبریں آئیں گی  
جس کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے (۵)

### تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ زمینوں اور آسمانوں کا خالق و مالک ہے اُسی نے اندھیروں  
اور روشنیوں کو بنایا۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ آسمانوں، زمینوں میں ہر جگہ اس کی عبادت ہو رہی ہے وہی  
کائنات کا حقیقی معبود ہے اس کے علم کا یہ عالم ہے کہ وہ تمہارے ہر چھپے ظاہر حال کو جانتا ہے اور تمہارے  
اعمال کے انجام سے بھی باخبر ہے مگر کفار کا یہ حال ہے کہ اُس کی طرف سے جو نشانی آتی ہے انکار کر دیتے  
ہیں منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں یہ کلام الہی ہے ہی نہیں (معاذ اللہ) یہ تو حضور ﷺ نے خود بنا لیا ہے،  
قرآن پاک کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے سراپا حق حضور ﷺ کا انکار کر دیا ہے جب تک کسی دل میں  
حضور ﷺ جلوہ گر نہ ہوں اس دل میں قرآنی آیات کی روشنی کیسے پہنچ سکتی ہے، اب عنقریب ہی یہ لوگ اس  
تعصب، اس انکار اور محبوب پاک کی نافرمانی کا انجام دیکھ لیں گے۔ توجہ دلائی جا رہی ہے کہ ابھی وقت ہے  
موت سے پہلے ایمان لے آؤ، قیامت کو نجات پاؤ گے۔

پہلی آیات میں توحید کا ذکر تھا ان آیات کا رسالت سے تعلق ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنی رسالت



کی تصدیق کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی آیت، کوئی معجزہ پیش فرماتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتے ہیں۔ قرآن مقدس بہت بڑی نشانی تھی کہ آپ نے قرآن پاک پیش فرمایا اور یہ دعویٰ فرمایا کہ کوئی انسان اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا، چاند کو دھت کر کے دکھایا، کفار نے انکار کر دیا بلکہ مذاق اڑایا اس ارشاد میں کفار کی تین حالتوں کا ذکر ہے۔

(۱) انہوں نے نشاناتِ قدرت سے منہ موڑ لیا۔ (۲) نشانات کو جھٹلایا۔

(۳) نشاناتِ قدرت کا مذاق اڑایا۔

اُن کی ان نافرمانیوں کی سزا کا ذکر فرما دیا گیا کہ عنقریب ان کے پاس خبریں آئیں، جنہیں جھٹلاتے تھے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان جرموں کی سزا انہیں دُنیا میں مل جائے اور یہ کئی قسم کی مشکلات و عذاب میں مبتلا ہو جائیں، اس سے مراد آخرت کا عذاب بھی ہو سکتا ہے۔ آیہ پاک میں فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے حق کو جھٹلایا۔ اس حق سے مراد قرآن مقدس ہے یا حق سے مراد حضور ﷺ کی ذات مبارکہ ہے۔ حضور ﷺ کے معجزات کا انکار کرنا بھی حق کا انکار ہے، حضور ﷺ کے بارہ میں انہیں اچھی طرح پتہ تھا کہ آپ نے دنیا کے کسی اُستاد سے کچھ نہیں پڑھا، پھر چالیس سال کے بعد یکا یک آپ کی زبان فیض ترجمان سے وہ حقائق و معارف وہ علوم جاری ہونے شروع ہو گئے کہ عرب کے بڑے بڑے فصحاء آپ کے سامنے مار کھا گئے۔

تیرے سامنے یوں ہیں دبے لپے فصحاء عرب کے بڑے بڑے

کوئی کہے کہ منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

ایک چھوٹی سی سورت بھی مقابلہ میں پیش نہ کر سکے مگر تعصب تھا کہ انکار ہی کرتے رہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَكَّنَّاهُمْ  
فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ يُمْكِنْ لَكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ  
عَلَيْهِمْ قِطْرًا فَوَجَعْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمْ  
فَإَهْلَكْنَاهُمْ يَذُنُّوهُمْ وَأَنشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا  
آخَرِينَ ۝

ﷺ  
الْحَقُّ

کیا انہوں نے نہ دیکھا ہم نے ان سے پہلے کتنی  
قومیں برباد کر دیں ہم نے انہیں زمین میں وہ  
ٹھہراؤ دیا جو تمہیں نہ دیا اور ان پر موسلا دھار پانی  
بھجھا اور ان کے نیچے نہریں بہائیں تو انہیں ہم  
نے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور ان کے  
بعد اور قوم اٹھائی (۶)

### تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں کفار کے سخت رویے اور ان کے حق سے منہ پھیرنے کا ذکر تھا اب اس آیہ میں ان  
کے اعراض کرنے منہ پھیرنے کے انجام کا ذکر ہے۔ کفار عرب سے کہا جا رہا ہے کیا انہوں نے اپنے سے  
پہلے کفار کی اُجڑی ہوئی بستیاں نہ دیکھیں اُن کے تباہ شدہ ڈیرے ان کی نظر سے نہیں گزرے، یہ بستیاں، یہ  
ڈیرے کبھی آباد تھے مگر جب ان کفار نے انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کی خدا کی بغاوت کی ان پر عذاب  
نازل ہوا اور برباد کر دیئے گئے۔ ان سے پہلے کفار جسمانی قوت، مال و دولت کی فراوانی، ساز و سامان کی  
کثرت کے لحاظ سے ان سے بہت آگے تھے اُن پر ہمارے انعامات کا عالم یہ تھا موسم بہار میں پانی اُنہیں  
وافر دیا جاتا، موسم خزاں میں دریاؤں سے ان کے محلات کے نیچے نہریں بہتی تھیں، انہیں کبھی پانی کی تنگی نہیں  
ہوتی تھی اُن پر دولت کی فراوانی تھی ہر طرح سے عیش و عشرت کی زندگی گزارتے تھے مگر وہ لوگ ہمارے ان  
انعامات سے فائدہ نہ اٹھا سکے خدا کا انکار کیا، انبیاء کی بغاوت کی، دراصل انبیاء کی بغاوت ہی خدا کا انکار  
ہے اور انبیاء علیہم السلام کی اطاعت فرمانبرداری ہی خدا کے وجود کا اقرار ہے ان کی سرکشی کا نتیجہ یہ ہوا جب  
ہم نے عذاب نازل کر دیا، اور وہ برباد ہو گئے اور پھر ان کی تباہی کے بعد ہم نے اُن شہروں میں دوسروں کو  
آباد کر دیا یہی انجام ان کفار کا ہوگا، ان کا نام و نشان مٹ جائے گا، ذلت اور بدنامی رہ جائے گی اُنہیں اپنے

پہلوں کی تباہی سے سبق حاصل کرنا چاہیے، تباہ شدہ کھنڈرات، اجڑی ہوئی بستیوں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنا اور اپنی اصلاح کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔

کہتے ہیں دنیا ایک کھلی کتاب ہے اور زمانہ ایک بہترین معلم ہے اس کا یہی معنی ہے کہ دنیا سے زمانہ سے عبرت حاصل کی جائے اور اپنی اصلاح کر لی جائے۔ دنیا میں روزانہ ہزاروں لاکھوں انسان مر رہے ہیں مگر کبھی بھی کسی کو یہ محسوس نہیں ہوتا کہ دنیا میں بسنے والے ختم ہو گئے۔ ”وَأَنشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَوْمًا آخَرِينَ“ کہ ہم نے ان کے بعد دوسری قوم کو بھیج دیا اور پھر وہی آبادی ہو گئی۔ لوگوں کو اپنے پہلوں کی تباہی اور ان کے بعد پھر دوسروں سے آبادی کے عمل سے اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔

آیہ کریمہ میں زبردست سبق سکھایا جا رہا ہے کہ اگر ہم احکام خداوندی کے پابند رہیں گے تو عزت و اقتدار کے مالک رہیں گے اگر ہم لہو و لعب میں پھنس کر حق سے دور ہو گئے تو ہمارا حشر بھی بربادی ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ

اور اگر ہم آپ پر کاغذ میں لکھی گئی کتاب نازل کرتے تو وہ اُسے اپنے ہاتھوں سے چھو لیتے تب بھی کفار یہی کہتے کہ یہ کھلا جادو ہے (۷) اور انہوں نے کہا اس رسول پر فرشتہ کیوں نازل نہیں کیا گیا اور اگر ہم فرشتہ نازل کرتے تو اُن کا کام پورا ہو چکا ہوتا پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی (۸) اور اگر ہم رسول کو فرشتہ بنا دیتے تب بھی وہ اس کو مرد بناتے اور ان پر وہی اشتباہ ڈال دیتے جو اشتباہ وہ اب کر رہے ہیں (۹)

وَلَوْ أَنزَلْنَا عَلَیْكَ كِتَابًا فِی قُرْطَانٍ فَلَسُوْهُ بِآئِدٍ مِّنْهُمۡ  
لَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۚ وَقَالُوْا  
لَوْ اَنزَلَ عَلَیْهِ مَلٰٓئِكَةٌ لَّوَلَوْ اَنزَلْنَا مَلٰٓئِكَةً لِّقٰضِی  
الْاَمْرِ لَنَمْلِكَنَّ اَنْ نَّظُرُوْنَ ۚ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلٰٓئِكَةً لَّجَعَلْنٰهُ  
رَجُلًا وَّلَلْبَسُنَا عَلَیْهِمْ مَّآیْلًا یُّسُوْنَ ۝۱۰

صَلَّى  
الْحَضَرِ



## تفسیر

کچھلی آیہ مبارکہ میں دنیا کے فانی ہونے کا ذکر تھا لوگوں کو بتایا گیا کہ تم سے پہلے بہت سے لوگ گزر گئے جنہیں انعامات سے نوازا گیا مگر جب انہوں نے انبیاء کی بغاوت کی تو انہیں برباد کر دیا گیا اور ان کی جگہ دوسری قوم بسا دی گئی۔ اس آیہ پاک میں اُن لوگوں کو ایمان لانے کی دعوت دی جا رہی ہے جنہوں نے نبی کے معجزات کو جادو کہا اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا ایک مرتبہ نضر بن حارث عبد اللہ بن امیہ، نوفل ابن خویلد اور ان کے کئی اور ساتھیوں نے کہا ہم حضور (ﷺ) پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ ہمارے پاس اللہ کی کتاب تحریری شکل میں نہ لائیں اور پھر اس کے ساتھ کم از کم چار فرشتے آئیں جو کہیں کہ حضور (ﷺ) اللہ کے سچے رسول ہیں اور یہ کتاب اللہ کی طرف سے آئی ہے ان لوگوں کے اس غلط مطالبہ کی تردید میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی کہ یہ ساری باتیں ان لوگوں کی بہانہ بازیاں ہیں۔ اگر انہیں معجزات بھی دکھادیئے جائیں تو بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اے محبوب کریم! (ﷺ) آپ ان کی غلط باتوں پر توجہ ہی نہ دیں یہ سخت دل، متعصب لوگ ہیں۔ چاند ٹوٹنا، سورج واپس آنا، پتھروں کا کلمہ پڑھنا ایسے اہم واقعات انہوں نے خود دیکھے ہیں مگر پھر بھی متکبر رہے، باغی رہے اور معجزات کو جادو کہا۔ اسلام قبول نہ کرنے کی ایک وجہ اور بتاتے کہ ان پر فرشتہ کیوں نہیں اُترتا جو ان کی گواہی دے، ایک وجہ اور بتائی کہ انسان نبی نہیں ہونا چاہئے فرشتہ ہونا چاہئے کفار کے ان تینوں غلط مطالبات کے جواب میں یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں۔

اگر لکھی ہوئی چیز بھی بھیجتے اور یہ لوگ اُسے مس بھی کر لیتے تو پھر بھی کافر ہی رہتے اور اُسے جادو کہہ دیتے، اگر ان کے کہنے کے مطابق آسمان سے فرشتہ بھی بھیجتے تو یہ لوگ پھر بھی انکار کرتے اور اس معجزہ کے انکار کی وجہ سے یہ برباد ہو جاتے اگر فرشتہ بھیجتے تو دو صورتیں تھیں یا تو فرشتہ اپنی اصل شکل میں آتا تو پھر یہ برداشت نہ کر سکتے بلکہ ڈر سے مر جاتے اگر فرشتہ انسانی شکل میں آتا تو پھر اس پر بھی یہی سوال ہوتا۔

حضور (ﷺ) کو تسلی دی گئی کہ آپ ان کی یہودہ باتوں سے پریشان نہ ہوں، اللہ آپ کا حامی ہے، ناصر ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

(اے محبوب) تجھ سے پہلے بھی رسولوں سے مذاق

کیا گیا ہنسی مذاق کرنے والے اپنی اسی ہنسی کے

سبب برباد ہو گئے (۱۰) آپ کہہ دیں زمین میں چلو

پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے (۱۱)

وَلَقَدْ اسْتَهْزِیْ بِرُسُلِ قَوْمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَمَآ أَتَىٰ بِالدِّیْنِ  
سَخِرُوا مِنْهُمْ مَّا كَانُوا یَہْتَمِرُونَ قُلْ یَسِیْرُوا  
فِی الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوا کَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُکْذِبِیْنَ

ﷺ  
الْحَقِّ  
الْعَظِیْمِ

### تفسیر

پچھلی آیہ پاک کفار کے سوالات کے مدلل جوابات تھے۔ اس آیہ پاک میں ضدی، متعصب، سرکش لوگوں کی سزا کا ذکر ہے کہ نہ ماننے والوں کا انجام بربادی ہے۔ اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا ایک موقعہ پر حضور (ﷺ) حرم کعبہ میں تشریف فرما تھے، غریب صحابہ عمار بن یاسر، حضرت بلال، حضرت صہیب ایسے حضرات بارگاہ نبوی میں حاضر تھے اسی دوران ابو جہل، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف اور ان کے چند اور ساتھی اس مقدس محفل سے گزرے اور یہ منظر دیکھ کر کہا یہ وہ لوگ ہیں جنہیں محمد (ﷺ) جنت کے بادشاہ کہتے ہیں۔ غربت، فقر کی یہ حالت اور جنت کی بادشاہی، عجیب بات ہے تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی، حضور (ﷺ) کو تسلی دی گئی کہ محبوب! آپ ان کے مذاق اور گستاخیوں پر ناراض نہ ہوں آپ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا اُن حضرات نے صبر کیا، خاموشی سے وقت گزارا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا مذاق، دل لگی انہیں پر عذاب بن کر گری اور وہ برباد ہو گئے۔ محبوب! مکہ والوں سے فرمادیں، دنیوی جاہ و جلال، ہیبت و شوکت یہ عارضی چیزیں ہیں یہ دشمن کو بھی دی جاتی ہیں انہیں فرمائیے دنیا کی سیر کریں اور دیکھیں کس قدر ہیبت و عظمت والے لوگ برباد ہو گئے، ان کے بڑے بڑے محلات آج زمین بوس ہیں، اُن کے ڈیرے وحشت و بربادی کا منظر پیش کر رہے ہیں انہیں کہئے ایسے واقعات سے عبرت پکڑیں، متکبر نہ ہوں انجام برا ہوگا۔

شان نزول سے پتہ چلتا ہے کہ ہر دور میں انبیاء علیہم السلام کو دشمنوں سے واسطہ رہا ان کی مخالفتیں برداشت کیں، مگر نتیجہ یہی رہا کہ انبیاء علیہم السلام کامیاب ہوئے اور دشمن رسوا و ذلیل۔

صحابہ کی غربت کو دیکھ کر استہزاء اور مذاق شیطانی اور ابو جہلی عادت ہے جس سے بچا جائے، قرآن مقدس نے ان کو سیر کرنے اور دنیا کا مشاہدہ کرنے کا حکم دیا کہ عبرت حاصل کریں۔ سیر و سیاحت، لہو و لعب کیلئے نہیں بلکہ اپنی اصلاح کیلئے، ایسی سیر جس سے اصلاح مقصود ہو وہ باعث برکت ہے، نجات ہے، رحمت ہے ایسی سیر جو محض لغویات دیکھنے کیلئے ہے وہ باعث بربادی ہے۔ کفار سے کہا گیا ہے کہ زمین میں نکلو اور اپنے سے پہلے سرکشوں خدا کے باغیوں انبیاء کے دشمنوں کا حال دیکھو اور اُس سے نصیحت حاصل کرو و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ بعدد خلقہ

آپ کہتے کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے تم کہہ دو اللہ کا ہے اُس نے اپنے کرم کے ذمہ پر رحمت لکھ لی ہے ضرور قیامت کے دن جمع کرے گا اس میں کچھ شک نہیں، وہ لوگ جنہوں نے اپنی جان خسارے میں ڈال لی ایمان نہیں لاتے (۱۲) اور اُسی کا ہے جو کچھ بستا ہے رات اور دن میں اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے (۱۳)

قُلْ لِّمَنۢ نَّافِيَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِّ لِّلّٰهِ مَكْتُبٌ  
عَلٰی نَفْسِہٖ الرَّحْمَۃُ لِيَجْزِيَکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَمَۃِ  
لَا رَیْبَ فِیْہِ الَّذِیۡنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَہُمْ فَہُمْ لَا  
یُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَہٗ مَا سَکَنَ فِی الْیَلِیْلِ وَالنَّہَارِ ۝  
ہُوَ النَّصِیۡمُ الْعَلِیۡمُ ۝

صَلَّى اللہ  
الْحَضَرِیۡمُ

## تفسیر

پچھلی آیات میں حضور ﷺ پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات تھے، ان آیات میں تو حید کے بارہ میں ان کے اعتراضات کے جوابات ہیں۔ ان آیات مقدسہ کے اترنے کا سبب یہ بنا ایک بار کفار مکہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور کہا اے محمد (ﷺ) ہمیں پتہ ہے آپ کو مالی مجبوریوں اور دنیاوی ضروریات نے نبوت



کے دعویٰ کرنے پر مجبور کیا ہے، ہم تمام قبائل اکٹھے ہو کر آپ کیلئے مال اتنا جمع کر دیتے ہیں کہ آپ کو ہرگز کسی قسم کی ضرورت نہ رہے گی مالی لحاظ سے آپ سارے عرب سے آگے ہو جائیں گے ہمارا مطالبہ صرف اتنا ہے آپ اپنا تبلیغی پروگرام بند کر دیں اس پر یہ آیہ مبارکہ اُتری کہ زمین آسمانوں کی ہر شئی اللہ کی ہے وہ اس پر قادر ہے کہ اپنے رسول کو غنی کر دے۔

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تین صفات مقدسہ کا ذکر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ خالق بھی ہے مالک بھی اور کائنات پر قبضہ بھی اسی کا ہے۔ حضور ﷺ سے فرمایا گیا ہے ان سے پوچھئے کہ زمین و آسمان کا حقیقی مالک کون ہے پھر آپ ہی انہیں جواب دیں کہ اللہ ہے چونکہ وہ خود جواب دینا نہیں چاہتے اگر وہ سچ بولتے ہیں تو ان کے مشرکانہ عقیدہ کے خلاف ہے، جھوٹ بولتے ہیں تو حقائق کی نفی ہے ان کی رسوائی ہے۔ اس لئے وہ جواب نہیں دیتے۔ محبوب آپ خود فرمائیے کائنات کا مالک اللہ ہے۔ وہ ان زبردست صفات کے باوجود بھی اپنی مخلوق پر رحیم و کریم ہے اُس نے دنیا میں رحمت عامہ اور آخرت میں رحمت خاصہ اپنے ذمہ کرم پر لے لی ہے اس کی رحمت نے پوری کائنات کا احاطہ کر رکھا ہے۔ مسلم و بخاری میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے کئے، ننانوے حصے اپنے پاس رکھے جن کا ظہور قیامت میں ہوگا ایک حصہ دنیا میں تقسیم فرمایا اسی سے والدین اولاد پر دوست دوست پر اعزاء اقربا اپنے عزیزوں، قریبیوں پر رحمت کرتے ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ نے فرمایا میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا کہ وہ قیامت کے دن تمہیں ایک جگہ جمع فرمائے گا قیامت کا ہونا بھی یقینی ہے اور تمہارا ایک مقام پر جمع ہونا بھی لازمی ہے اور فرمایا جنہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈال دیا وہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قُلْ أَغْنِيَ اللَّهُ عَنْكَ وَالْيَا فَا طِرَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ  
وَهُوَ يُطْعِمُهُ وَلَا يَطْعَمُهُ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ  
أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمَشْرِكِينَ ۝  
قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ  
عَظِيمٍ ۝ مَنْ يُصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْنَا  
وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ۝

صَلَّى  
الْعَظِيمِ

آپ کہتے کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو کارساز بنا  
لوں جو آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والا  
ہے اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اس کو کھلایا نہیں  
جاتا آپ کہتے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب  
سے پہلے اسلام لانے والا ہو جاؤں اور یہ کہ تم  
ہرگز شرک کرنے والوں سے نہ ہونا (۱۴) آپ  
کہتے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں  
بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں (۱۵)  
جس شخص سے اس دن عذاب دور کر دیا گیا تو  
بے شک اس پر اللہ نے بہت رحم فرمایا اور یہی  
بہت بڑی کامیابی ہے (۱۶)

## تفسیر

اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا ایک مرتبہ کفار مکہ حضور ﷺ کے ہاں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ ہمیں  
ایک نئے دین کا راستہ بتاتے ہیں اور ہم آپ سے اُس پرانے دین کی بات کرتے ہیں جس پر ہمارے باپ  
دادار ہے، آپ وہی دین اختیار کریں جو ہمارے بڑوں کا تھا اس طریق کار سے امن بھی ہوگا ہمارے  
اختلافات بھی ختم ہوں گے اور پورے عرب میں اتحاد کی فضا پیدا ہو جائے گی۔ اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی  
حضور سے فرمایا جا رہا ہے کہ اے محبوب! (ﷺ) یہ لوگ آپ کو بے دینی کی دعوت دیتے ہیں انہیں فرمائیے کیا  
میں اللہ کے سوا کسی اور کو معبود بنالوں ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں اُس زمین و آسمان کے خالق و مالک کو چھوڑ کر  
تمہاری اطاعت کروں وہی ہے جو سبھی کو رزق عطا فرماتا ہے۔ وہ خود کائنات سے بے نیاز ہے جس کی یہ

شان ہے وہی عبادت کے لائق ہے۔ آپ انہیں یہ بھی فرمادیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ساری مخلوق سے پہلے مومن، مسلمان ہوں اور باقی ساری مخلوق میری اقتداء میں مسلمان ہو۔ محبوب! انہیں فرمائیے اگر خدا نخواستہ میں اللہ کی نافرمانی کروں تو مجھے قیامت کے دن عذاب کا ڈر ہے۔

حضور ﷺ کا یہ فرمانا تعلیم اُمت کیلئے ہے کہ وہ عذاب سے ڈرے جب میں اس کا آخری رسول ہو کر قیامت کے عذاب سے ڈرتا ہوں تو تمہاری کیا حیثیت ہے؟ اس ارشاد میں یہ بھی حکمت ہے کہ لوگو میرا دل خوف خدا سے بھرا ہوا ہے وہاں پر گناہ کی گنجائش ہی نہیں، شیطان کو مار دینے کا بہترین ہتھیار اللہ کا خوف ہے، اللہ کے خوف سے دل بیدار رہتا ہے جب دل بیدار ہے جو گھر کا مالک ہے تو شیطان چوری کیلئے کیسے آسکے گا لوگو! آخرت کے عذاب کو نہ بھول جاؤ خدا کا خوف اس کی طرف سے ایک عظیم نعمت ہے۔

حضور ﷺ سے حکم ہے انہیں کہتے میرے نزدیک کامیابی کا راز مال و دولت نہیں اور نہ ہی مجھے اس کی خواہش ہے کامیاب تو وہی ہے جسے قیامت کے دن عذاب الہی سے نجات مل گئی۔

آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے سر جھکانے والا ہو جاؤں، جس دین کی دعوت دینے کیلئے حضور مبعوث ہوئے تھے اس کو قبول کرنے والے بھی سب سے پہلے حضور ہی تھے۔ تفسیر روح المعانی میں اسی مقام پر ذکر ہے سب سے پہلے جو روح سجدہ ریز ہوئی وہ نبی پاک علیہ السلام کی روح مبارک تھی حضور نے اپنے رب کے حضور بلا واسطہ سر جھکایا اور باقی انبیاء نے حضور ﷺ کے واسطہ سے وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



اگر تجھے اللہ کوئی برائی پہنچائے تو اس کے سوا  
اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر بھلائی  
پہنچائے تو سب کچھ کر سکتا ہے (۱۷) اور وہی  
غالب ہے اپنے بندوں پر اور وہی حکمت والا  
ہے اور خیر والا ہے (۱۸)

وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَ  
إِنْ يَمْسَسْكَ بَخْذٍ فَمُعِذٌ كُلُّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝  
وَهُوَ الْغَايُ قَوْقُ عِبَادِهِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْغَنِيُّ ۝

اللَّهُ  
الْعَظِيمُ

### تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت کو دلائل سے یا اس کی نعمتوں سے ثابت کیا گیا ہے۔ اس آیہ پاک  
میں اللہ کی الوہیت کو اس کی قدرت کاملہ سے ثابت فرمایا گیا ہے، بندوں سے فرمایا جا رہا ہے عبادت کے  
لائق وہی ہے جس کی یہ شان ہے اگر وہ کسی کو تکلیف پہنچائے تو کوئی دوسرا اس تکلیف کو دور نہیں کر سکتا اسی  
طرح اگر وہ کسی بندے کو کوئی بہتری دے دے اچھائی سے نوازے تو اس سے کوئی دوسرا چھین نہیں سکتا ہے  
وہی ہر شے پر قادر ہے وہی خیر پہنچاتا ہے اور وہی اُسے باقی رکھتا ہے وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور تمام  
بندے اُسی کے تابع فرمان ہیں وہی حکمت والا ہے اُس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔  
یہ عنوان حدیث شریف میں اس طرح ہے حضور ﷺ عموماً یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

”اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ“  
اے اللہ جو تو نے دیا ہے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روک دیا اس کا کوئی دینے والا نہیں اور کسی کوشش  
والے کی کوشش تیرے مقابلہ میں فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

قرآن مقدس نے اسی عنوان کو ایک دوسرے مقام پر اس طرح ارشاد فرمایا:

”مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكُ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهَا“  
اللہ تعالیٰ نے جو رحمت لوگوں کیلئے کھول دی اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو روک دے اس کو کوئی کھولنے والا نہیں

اسی عنوان کو سیدنا عبداللہ ابن عباس نے حضور ﷺ سے اس طرح بھی بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا عبداللہ اگر ساری دنیا کوشش کرے کہ تجھ کو ایسا نفع پہنچائے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حصہ میں نہیں رکھا تو وہ ہرگز ایسا نہ کر سکیں گے اگر سب مل کر کوشش کریں کہ تجھے ایسا نقصان پہنچائیں جو تمہاری قسمت میں نہیں تو وہ ہرگز اس پر قادر نہیں ہوں گے اگر تم کر سکو تو یقین کے ساتھ صبر پر عمل کرو تو ایسا ضرور کر لو، اگر اس پر قدرت نہیں تو صبر کرو اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی کتاب ترمذی میں نقل کیا ہے۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو غالب و قادر ہونے کا ذکر فرمایا ہے اور اپنی حکمت کا ذکر فرمایا کہ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 آپ کہتے کس کی گواہی سب سے بڑی ہے آپ  
 کہتے اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے  
 اور میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ  
 میں تمہیں اس قرآن سے ڈراؤں اور جس تک  
 یہ پہنچے کیا تم ضرور یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے  
 ساتھ اور معبود ہیں آپ کہتے کہ میں گواہی نہیں  
 دیتا آپ کیلئے عبادت کے لائق وہ صرف ایک  
 ہے اور بے شک میں اُن سب سے بری ہوں  
 جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو (۱۹)

قُلْ اَنْتُمْ شَیْءٌ اَكْبَرُ شَهَادَةٍ قُلْ اللّٰهُ شَهِيدٌ بَيْنِي  
 وَبَيْنَكُمْ وَاُنْزِلَ اِلَى هَذَا الْقُرْآنِ لِاَعْلٰذِكُمْ بِهِ وَمَنْ  
 بَلَغَ اَيْتٰكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنْ مَعَ اللّٰهِ الْهٰتِ الْاُخْرٰی قُلْ  
 لَا اَشْهَدُ قُلْ اِنَّمَا هُوَ الْوَاحِدُ وَالَّذِيْ بَرِئْتُ  
 مِنْ اَشْرَکُوْنَ ۝

اللہ  
 الصّٰدق  
 العظیْم

تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا ذکر تھا اس آیہ کریمہ میں حضور ﷺ کی نبوت آپ

پراترنے والی کتاب قرآن مقدس کا ذکر ہے۔ اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا ایک بار قریش کے سردار دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور طنز کے طور پر کہا اللہ تعالیٰ کو نبوت کیلئے آپ کے سوا کوئی اور نہ ملا، آپ کی نبوت کی تصدیق کرنے والا بھی تو کوئی نہیں۔ یہود و نصاریٰ کے دینی رہنما سبھی یہی کہتے ہیں، توراۃ، انجیل میں ان کا کوئی ذکر نہیں۔ آپ کوئی اپنا گواہ تو بتائیں جو گواہی دے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

دوسری بات: ان لوگوں نے یہ کہی کہ نبوت کسی مالدار کو ملنی چاہئے تھی آپ جیسے مسکین کو نہیں۔ مشرکین کا یہ اعتراض اس طرح بے معنی ہے اگر حضور دولت کے بل بوتے پر دعویٰ کرتے تو یہ اشکال باقی رہ جاتا کہ یہ نبوت دولت کی وجہ سے ہے، طاقت سے منوایا جا رہا ہے اور طاقت سے کہی گئی بات دیرپا نہیں ہوتی جب طاقت ختم ہو تو بات بھی ختم ہو جاتی ہے اُن کا یہ اعتراض کہ آپ کی گواہی دینے والا کوئی نہیں یہ اس قدر غلط ہے جس کی حد نہیں، حضور ﷺ کی نبوت کی گواہی جانوروں نے دی، پتھروں نے دی، درختوں نے دی، آپ کی آمد سے پہلے یہود و نصاریٰ کے بڑے بڑے راہنما آپ کی آمد کی گواہی دیتے رہے آپ کے تشریف لے آنے پر حسد سے جل گئے اور انکار کر دیا اُن کے ان بے معنی اعتراضات کے جواب میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

اے محبوب! جو لوگ آپ سے آپ کی نبوت پر گواہ مانگتے ہیں اُن سے پوچھئے، رب تعالیٰ سے بڑھ کر کس کی گواہی ہو سکتی ہے؟ آپ خود ہی کہہ دیں میری نبوت کا سب سے بڑا گواہ اللہ ہے، اُس نے میری گواہی بے شمار طریقوں سے دی ہے میری گواہی میں قرآن مجید کا نزول بہت بڑی بات ہے اور قرآن پاک مجھ پر اتارا کہ اس کے ذریعہ تمہیں اللہ کے عذاب سے ڈراؤں اور تمام جن و انس کو بھی جس حد تک قرآن پہنچے۔ اس سے معلوم ہوا حضور ﷺ کی نبوت صرف ان لوگوں تک محدود نہ تھی بلکہ جہاں تک قرآن پاک کی آواز پہنچے گی حضور ﷺ سب کے نبی ہیں سب پر لازم ہے کہ حضور پر ایمان لائیں۔ تم یہ غلط کہتے ہو کہ اس کے سوا بھی معبود ہیں، میں تو اس کی ذات و صفات کا عینی گواہ ہوں، میں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ معبود حقیقی ہے اس کے بغیر کوئی الہ نہیں، میں تمہارے کفر و شرک سے بے زار ہوں۔



خلاصہ یہ ہے کہ محبوب! آپ کہہ دیجئے اللہ سے بڑھ کر کوئی گواہ نہیں آپ کہہ دیجئے اللہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 الَّذِینَ اٰتٰیہُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَ کَمَا یَعْرِفُوْنَ  
 اَنۡہُمْ اَلَّذِیۡنَ خَوَّلُوۡا اَنْفُسَہُمْ فِہُمْ لَا یُؤْمِنُوۡنَ  
 وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی وہ (حضور ﷺ)  
 کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے  
 ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈال  
 لیا وہ ایمان نہیں لاتے (۲۰)

صلی اللہ علیہ  
 وسلم

### تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں اُن لوگوں کی تردید ہے جنہوں نے کہا ہم نے یہود و نصاریٰ سے تحقیق کی ہے وہ لوگ آپ کی نبوت کی تصدیق نہیں کرتے اس کا جواب فرمایا جا رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے راہب پادری لکھا پڑھا طبقہ تو حضور ﷺ کو ایسے پہچانتا تھا جیسے وہ اپنے بیٹوں کو اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں حضور ﷺ کو بھی ایسے ہی جانتے تھے، توراۃ، انجیل میں حضور ﷺ کا مقدس خلیہ آپ کے وطن ہجرت، عادات کریمانہ، آپ کے اوصاف حمیدہ کا صاف صاف ذکر ہے کہ کسی کو انکار کی گنجائش ہی نہیں صرف حضور ﷺ کا ہی ذکر نہیں بلکہ آپ کے جلیل القدر صحابہ کرام کے حالات کا بھی تذکرہ موجود ہے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی شخص توراۃ و انجیل کو پوری دیانت سے پڑھے اور حضور کا ذکر نہ پائے۔ حضور ﷺ کی پہچان کو اولاد کی پہچان سے تشبیہ دی کہ والدین اپنے بچوں کے جسم کے ہر حصہ کو اچھی طرح جانتے ہیں، بچوں کا بچپن ان کے سامنے گزرا ہے بچوں نے والدین کی گود میں پرورش پائی ہے ان کے ہاتھوں میں پلے ہیں، بڑھے ہیں جوان ہوئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن سلام سے قبول اسلام کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا قرآن فرماتا ہے تم رسول اللہ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہو جواب دیا ہاں ہم حضور کو توراۃ، انجیل میں بیان کئے گئے

اوصاف و محمد کی بناء پر جانتے ہیں اور یہ علم قطعی ہے اور یقینی ہے، بخلاف اولاد کے کہ اس میں شبہ ہو سکتا ہے یہ اولاد ہے یا نہیں مگر حضور ﷺ کے بارہ میں قطعی کوئی شبہ نہیں وہ یقیناً اللہ کے سچے رسول ہیں، حضرت زید بن سعہ جو اہل کتاب سے تھے حضور ﷺ کے بارہ میں توراۃ و انجیل میں بیان کئے گئے اوصاف پڑھ کر ہی مسلمان ہوئے تھے ایک وصف رہ گیا تھا جسے تورات نے بیان کیا کہ حضور کا حلم غصہ پر غالب ہوگا پھر جب آپ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو دیکھ کر یہ بھی یقین ہو گیا کہ آپ کا حلم غصہ پر غالب ہے۔

آیہ مقدسہ کے آخر میں فرمایا گیا کہ جو لوگ حضور ﷺ کو پہچان لینے کے بعد محض تعصب، ضد کی بناء پر مسلمان نہیں ہوئے انہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈال لیا اور برباد ہو گئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد و علی آلہ و اصحابہ بعدد خلقہ

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے بے شک ظالم کامیاب نہیں ہونگے (۲۱) اور جس دن ہم سب کو اٹھائیں گے پھر مشرکوں سے کہیں گے کہاں ہیں تمہارے وہ شریک جن کے متعلق تمہارا گمان تھا (کہ وہ الہ ہیں) (۲۲) پھر ان کا کوئی عذر نہ رہا مگر یہ کہ کہیں گے اللہ کی قسم ہم مشرک نہ تھے (۲۳)

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ  
بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ  
جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَتَوْا آيِنَ لَّهُمْ وَلَمْ يَكُنْ  
لَهُمْ تَزْعُمُونَ ۝ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ  
قَالُوا وَاللَّهِ رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ۝

صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم

تفسیر

پچھلی آیہ پاک میں ذکر تھا کہ یہود و نصاریٰ حضور ﷺ کو اچھی طرح جانتے تھے جیسے اپنے بیٹوں کو جانتے پہچانتے ہیں مگر نبوت کا انکار کرتے تھے کہ انہوں نے حضور ﷺ کا ذکر کہیں اپنی کتابوں توراۃ، انجیل میں نہیں

پایا ان کا یہ کہنا قطعی جھوٹ تھا اور یہ جھوٹ دراصل اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے کہ اس نے نبی بنا کر نہیں بھیجا۔ اس آئیہ پاک میں فرمایا گیا کہ اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے۔ حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ اس سے زیادہ بڑا کافر، مشرک کون ہوگا جو جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے، اس کے وحدہ لا شریک ہونے کا قائل نہیں، پتھروں کو اس کے شریک کہتا ہے، لات، منات، عزیٰ کی عظمت ہیبت کا قائل ہے، اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو قرآن حکیم کی واضح آیات کو جھٹلاتا ہے آپ کے معجزات و کمالات کا منکر ہے یہ بھی معنی ہے کہ تورات و انجیل کی آیات جو آپ کے حق میں نازل ہوئیں انہیں توڑ مروڑ کر پیش کرتا ہے۔ محبوب یہ لوگ بہت بڑے ظالم ہیں اور ظالم کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا، آخر کار وہ رُسوا ہوتا ہے، ذلیل ہوتا ہے۔ یہ لوگ آخرت کے عذاب سے نہ بچ سکیں گے انہیں وہ آخرت کا وقت یاد دلاؤ، جب ہم انہیں اکٹھا کریں گے اور ان کے باطل معبودوں کو بھی سامنے لائیں گے اور پھر پوچھیں گے بتاؤ، تمہارے وہ شرکاء کہاں ہیں جنہیں خدا کا شریک بناتے تھے یہ قیامت کی ہیبت کے سبب کوئی جواب نہ دے سکیں گے ہاں پھر کہیں گے اللہ کی قسم ہم دنیا میں مشرک نہ تھے ہم تو مومن تھے، محبوب غور کریں یہ کس قدر جھوٹے ہیں۔ کہ تھے تو مشرک مگر قیامت کے دن اپنے آپ کو موحد کہیں گے۔ اس آئیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کے بارہ میں جھوٹے نظریات، جھوٹی باتیں منسوب کرنا، پرلے درجہ کی بے ایمانی ہے، خدا پناہ اگر کوئی شخص قرآن مقدس کی آیات مبارکہ کی تاویل میں بھی غلط، من گھڑت، اسلام کے خلاف پیش کرتا ہے تو وہ بھی مشرکین و کفار کے اسی زمرہ میں شمار ہوگا (والعیاذ باللہ) آئیہ مبارکہ میں ”نم“ کا لفظ ارشاد فرمایا گیا ہے ”ترانی“ دیر کیلئے استعمال ہوتا ہے معنی یوں ہوگا کہ سوال کے بعد یہ لوگ حیرت و تذبذب میں کھڑے رہیں گے، مدت کے بعد حساب کتاب ہوگا اور یہ لوگ حیرت اور پریشانی کے بعد یہ کہیں گے کہ اللہ کی قسم ہم مشرک نہ تھے ان کے جھوٹ بولنے پر قدرت کی طرف ان کے مونہوں پر مہر سکوت لگا دی جائے گی پھر ان کے اعضاء کو حکم دیں گے کہ وہ بولیں اور جواب دیں کہ تم بتاؤ دنیا



میں کیا کرتے تھے تو ان کے ہاتھ پاؤں اعضاء ان کے خلاف گواہی دیں گے بعض آیات قرآنی سے معلوم ہوتا ہے اللہ قیامت کے دن ان کفار و مشرکین سے کوئی بات نہ فرمائے گا مگر اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ کلام فرمائے گا تو جواباً یہ کہا جاسکتا ہے۔ کلام نہ فرمانے کا معنی یہ ہے محبت، الفت، پیار کا کلام نہیں فرمائے گا اور کلام فرمانے کا معنی یہ ہوگا اُن سے بات تو ہوگی اللہ اپنے غضب اور قہر سے بات فرمائے گا یہ بھی معنی ہو سکتا ہے جس آیت میں کلام کرنے کا ذکر ہے وہ فرشتوں کے ذریعہ سے کلام ہوگا اور جس آیت میں کلام کرنے کی نفی ہے اس کے معنی بلا واسطہ کلام نہیں فرمائے گا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ دُخْلِقِهِ

دیکھئے انہوں نے اپنے پر کیسا جھوٹ باندھا اور گم ہو گئیں اُن سے جو افرابازیاں کرتے تھے اور اُن میں سے کچھ ایسے ہیں جو کان لگا کر آپ کی باتیں سنتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ آپ کی باتیں سمجھ نہ سکیں (۲۴) اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے اور اگر وہ تمام نشانیاں بھی دیکھ لیں پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس جھگڑتے ہوئے آئیں گے تو کہیں گے یہ قرآن تو محض پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں (۲۵)

أَنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَصَلَّى عَلَيْهِمْ  
فَمَا كَانُوا يَفْقَهُونَ ۖ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُ لَكَ  
وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي  
أَذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِنْ يَرَوْا كَلِمًا إِلَهِيًّا يُؤْتُوا بِهَا  
حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُبَايِعُونَكَ يَقُولُ الْذِّينَ  
كَفَرُوا إِنَّ هَٰذَا إِلَٰهَ آسَاطِيرِ الْأَوَّلِينَ ۝

صَلَّى  
الْحَضَرِ

## تفسیر

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا ایک مرتبہ ابوسفیان، ابو جہل، ولید بن مغیرہ، نضر بن حارث، عتبہ، شیبہ کسی جگہ پر اکٹھے تھے ان کے قریب ہی حضور ﷺ تلاوت فرما رہے تھے یہ لوگ بھی غور سے سنتے رہے لوگوں نے نضر بن حارث سے کہا تو بتا حضور ﷺ کیا پڑھ رہے ہیں، اُس نے کہا کوئی خاص بات نہیں میری طرح قصے کہانیاں کہہ رہے ہیں یہ بندہ قصے کہانیاں کہنے میں مشہور تھا۔ ابوسفیان نے کہا حضور کی کچھ باتیں تو اچھی لگتی ہیں۔ ابو جہل نے کہا محمد (ﷺ) کو سچا کہنے سے تو بہتر ہے کہ ہمیں موت آجائے۔ ان کے متعلق یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔ اے محبوب! کفار تلاوت کے وقت آپ کی طرف کان لگا کر سنتے ہیں چونکہ ان کا سننا بدینتی پڑتی ہوتا ہے اور وہ قرآن سن کر عیب لگاتے ہیں اس وجہ سے ہم نے ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے اُن کے کان قبول کرنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔ اب اُن کی حالت یہ ہے کہ اگر وہ آپ کے تمام معجزات، تمام کمالات کو بھی دیکھ لیں تب بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ ان کی حالت یہ ہے کہ جب آپ سے بحث کیلئے آتے ہیں تو جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ قرآن تو قصے کہانیوں کا مجموعہ ہے ان کی حالت یہ ہے کہ یہ دوسروں کو بھی اسلام قبول کرنے سے روکتے ہیں، یہ لوگ اپنے اعمال سے حضور کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، یہ آفتاب نبوت تو چمک گیا ہے چمکتا رہے گا۔

اس آیہ مبارکہ سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ حضور ﷺ کی محبت کے بغیر قرآن سننا، دین کی باتیں کرنا، لوگوں سے کہنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ حضور ﷺ سے پیار، حضور ﷺ کی محبت دین کی روح ہے۔ اگر کوئی شخص حق سمجھنے کے باوجود تسلیم نہیں کرتا اور جان بوجھ کر انکار کرتا ہے تو وہ نور حق کو دیکھنے والی آنکھ سے محروم ہو جاتا ہے اور حق کی آواز سننے سے بہرہ ہو جاتا ہے اور حق سمجھنے سے محروم ہو جاتا ہے اب یہ شخص حضور ﷺ کے لاکھوں معجزات بھی دیکھ لے تو بھی ایمان نہیں لائے گا کہ اُس نے ایمان لانے والی صلاحیت ہی برباد کر لی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور وہ اس سے روکتے ہیں اور دور بھاگتے ہیں  
اور ہلاک نہیں کرتے مگر اپنی جانوں کو اور وہ اس  
بات کا شعور نہیں رکھتے (۲۶)

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْتَوْنَ عَنْهُ وَإِنْ يُهْلِكُونَ  
إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ

اللَّهُ  
الْعَظِيمُ

### تفسیر

اس آیہ کریمہ کی دو تفسیریں کی گئی ہیں اگر یہ آیہ کریمہ ابو جہل اور اس کے ساتھیوں کے حق میں نازل ہوئی ہے تو معنی یہ ہوگا کہ یہ لوگ ابو جہل اور اس کے ساتھی لوگوں کو قرآن سے روکتے ہیں اور خود بھی روکتے ہیں، ”عنہ“ کی ضمیر دونوں جگہ قرآن کریم کی ہے۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ دونوں جگہ ”عنہ“ کی ضمیر حضور ﷺ کی طرف ہے یعنی لوگوں کو حضور ﷺ سے روکتے ہیں کہ انہیں دکھ نہ دیں، برانہ کہیں جیسے ابوطالب نے حضور ﷺ کی محبت میں لوگوں کو حضور ﷺ سے دور رکھا کہ سزا نہ دے سکیں مگر خود میلوں حضور سے دور رہے کہ ایمان نہ لائے، دوسرے کو منع کرنا یہ بھی ہے اور خود دور رہنا بھی ہے۔ ابو جہل، ابولہب دوسروں کو بھی قرآن پاک سے دور رکھتے تھے خود بھی رہتے تھے اگر یہ آیہ جناب ابوطالب کے حق میں ہے (جیسے سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آیت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی، مقاتل کہتے ہیں ابوطالب حضور کے پاس تھے آپ نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو قریش ابوطالب کے پاس جمع ہو گئے اور مطالبہ کیا حضور کو ان کے سپرد کر دیا جائے، ابوطالب نے جواب میں کہا جب تک میں زندہ ہوں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس وقت یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی کہ لوگوں کو تو حضور کی ایذا دینے سے روکتے تھے مگر خود تصدیق نہیں کرتے تھے) تو معنی یہ ہوگا کہ لوگوں کو حضور کو تکلیف دینے سے منع کرتے تھے اس کے باوجود خود حضور ﷺ سے دور رہتے ہیں کہ اسلام قبول کر کے دامن رحمت میں نہیں آتے۔ ابن ابی حاتم نے سیدنا سعید بن ہلال سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ کے تمام چچاؤں میں اکثر کا حال یہ تھا کفار کے مقابلہ میں حضور کی حمایت کرتے تھے مگر خود اسلام قبول نہ کرتے تھے، حضرت حمزہ اور حضرت عباس کے علاوہ باقی چچا ایمان نہ لائے، آئیہ کے آخر میں فرمایا گیا ایسے لوگوں نے حضور کی مخالفت کر کے ان کا کچھ نہیں بگاڑا بلکہ اپنی جانوں کو ہی برباد کیا ہے مگر انہیں اس کا شعور نہیں۔



وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَكُونُ لَنَا نَارُكُمْ  
وَلَا تَكُ لَكُمْ يَا رَبَّنَا وَتَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝  
بَلْ بَدَأَهُمُ تَاكَاثُفًا يُخَفُّونَ مِنْ قَبْلِ وَلَوْ  
رُدُّوا لَعَادُوا إِلَيْهَا أُنْهَوْنَ عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝

صَلَّى  
الْعِظِيمِ

اور (اے مخاطب) کاش تو دیکھتا جب (کفار) کو دوزخ پر کھڑا کیا جائے گا اس وقت وہ کہیں گے کاش ہمیں دنیا میں لوٹا دیا جائے اور ہم اپنے رب کی نشانیوں کی تکذیب نہ کریں اور مومنوں سے ہو جائیں گے (۲۷) بلکہ اُن پر جب وہ حالات واضح ہو گئے ہیں جن کو وہ پہلے چھپاتے تھے اور اگر وہ دنیا کی طرف لوٹا دئے گئے تو پھر وہی کام کریں گے جن سے انہیں منع کیا گیا تھا اور بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں (۲۸)

### تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں ذکر تھا کہ کفار کے دلوں پر پردے ہیں اور کانوں میں بوجھ ہے جس کی وجہ سے وہ ایمان سے دور ہیں اور قیامت کے دن یہ پردے ختم ہوں گے، کانوں کا بوجھ نہیں ہوگا مگر اس دن کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ اے محبوب! آپ اپنی آنکھوں سے اس وقت کا نظارہ کرتے جب ان کفار کو دوزخ میں ڈالا جائے گا تو پریشان ہو کر کہیں گے کاش ہم پھر دنیا میں واپس لوٹا دیئے جائیں اب وعدہ کرتے ہیں واپس جا کر اپنے رب کی آیات کو جھٹلائیں گے نہیں۔ حضور ﷺ کے معجزات کا انکار نہیں کریں گے، اور ہم خالص مومن بن جائیں گے۔ اے محبوب کریم! یہ لوگ جھوٹے ہیں متعصب ہیں یہ دنیا میں جانے کی تمنا ایمان لانے کیلئے نہیں کر رہے بلکہ جس عذاب کو دیکھ رہے ہیں اور دنیا میں اپنے کردار کا انجام ملاحظہ کر رہے ہیں اس مصیبت سے بچنے کیلئے دنیا میں واپس جانے کی خواہش کر رہے ہیں بالفرض انہیں واپس بھیج بھی دیا جائے گا تو بھی اپنے بدعقائد کو ترجیح دیں گے اور اُسی بت پرستی میں مبتلا ہو

جائیں گے اور پہلے کی طرح ہی بدکرداری میں زندگی گزاریں گے۔

اس آیہ کریمہ میں عقیدہ آخرت کا ذکر موجود ہے، اسلام کے بنیادی عقائد تین ہیں: توحید، رسالت اور عقیدہ آخرت۔ اس آیہ کریمہ میں عقیدہ آخرت کو واضح فرمایا گیا ہے یہ تینوں عقائد انسانی زندگی میں انقلاب پیدا کرتے ہیں اس عقیدہ آخرت میں حساب، جزا، سزا کا عقیدہ ایک اہم عقیدہ ہے جو انسانی اعمال کا رخ ایک خاص طرف پھیر دیتا ہے۔ پہلی آیہ پاک میں کفار کی اس حالت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ عذاب آخرت کو دیکھ کر تمنا کریں گے کاش ہمیں پھر واپس بھیج دیا جائے دوسری آیہ پاک میں رب العزۃ جل مجدہ نے اُن کی اس خواہش کا رد فرما دیا ان کی یہ تمنا ایمان لانے کی غرض سے نہیں بلکہ اس عذاب سے بچنے کیلئے ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
اور کہتے ہیں ہماری زندگی صرف اسی دنیا میں  
ہے اور ہم دوبارہ نہیں اُٹھائے جائیں گے (۲۹)  
اے (مخاطب) کاش تو وہ منظر دیکھتا جب ان کو  
ان کے رب کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اللہ  
فرمائے گا (کیا یہ دوبارہ زندہ ہونا) حق نہیں وہ  
کہیں گے کیوں نہیں اے ہمارے رب اللہ  
فرمائے گا پس اب تم اپنے کفر کی وجہ سے عذاب  
کا مزہ چکھو (۳۰)

وَقَالُوا إِن هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ۝  
وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يُوقَفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ قَالَ أَلَيْسَ هَذَا  
بِالْحَقِّ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ  
بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝

صَلَّىٰ  
الْحَبِيبِ

تفسیر

ان کی سرکشی اور کفر کا بڑا سبب یہ تھا کہ انہیں قیامت کے دن پر اور اس دن کی جزا، سزا کا یقین نہیں تھا اور

سب کچھ دنیا کو ہی سمجھتے تھے اور موت کے بعد کسی قسم کی زندگی کے قائل ہی نہ تھے موت کے متعلق انہوں نے یہ عقیدہ بنا رکھا تھا کہ موت فنا کا نام ہے تباہی و بربادی ہے اس کے بعد کسی قسم کا کوئی مسئلہ نہیں موت کے بارہ میں یہ عقیدہ کفار کا ہے۔ ملت اسلامیہ کا موت کے بارہ میں یہ عقیدہ ہے، موت بربادی تباہی کا نام نہیں بلکہ عالم خلق سے اُٹھ کر برزخ میں ڈیرہ ڈال لینا موت ہے، موت بربادی نہیں بلکہ ایک حالت کا نام ہے جیسے قرآن کریم کی اس آیہ مقدسہ سے واضح اشارہ ملتا ہے ”کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا فاحیاءکم“ تم خدا کی ذات کا انکار کیسے کرو گے تم تو مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا اس مقام پر موت کے ذکر سے پتہ چلتا ہے یہ ایک کیفیت ہے تباہی و بربادی نہیں، اگر موت تباہی اور فنا کا نام ہے تو اہل قبور کو سلام کہنے کا معنی باقی نہیں رہ جاتا، قبر والا تو برباد ہو چکا ہے سلام کسے کہا جا رہا ہے؟۔

”ولو تری“ کے ارشاد گرامی سے واضح ہے جب اللہ کے حضور قیامت کے دن کفار پیش کئے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب بتاؤ میرے رسولوں نے جو قیامت کی خبر دی تھی کیا وہ سچی نہ تھی، اس وقت وہ ”ہلی“ کہہ کر قیامت کے دن کو مان لیں گے مگر اس دن تسلیم کرنا انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گا اس دن ان کا کوئی عذر قبول نہ ہوگا، حکم ہوگا اس کفر کی وجہ سے عذاب چکھو، کفار میدان قیامت میں اپنی جان بچانے کیلئے مختلف باتیں کریں گے کہیں جھوٹی قسمیں کھا جائیں گے کہیں دوبارہ لوٹنے کی خواہش کریں گے مگر یہ کوئی نہ کہے گا ہم اب ایمان لے آئے ہیں اور اب نیک عمل کیا کریں گے۔

کفار کے دنیا میں جانے کی تمنا سے معلوم ہوا، دنیا انعامات الہیہ میں سے ایک انعام ہے، دنیا کی اس مہلت سے فائدہ اٹھانا چاہئے یہ دنیا کی حیات برزخ، حشر کی حیات کیلئے زبردست پیش خیمہ ہے اگر یہ حیات اچھی ہے تو برزخ حشر کی حیات بھی بہتر ہے، خدا پناہ یہ حیات اچھی نہیں تو برزخ و حشر کی حیات بھی اچھی نہیں، دنیا کی زندگی اچھی ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اسلام نے خودکشی کو حرام فرمایا اور موت کی دعا یا تمنا کرنے سے منع فرمایا ہے، جہاں دنیا کو لہو و لعب فرمایا گیا یا جن احادیث میں دنیا کی مذمت آئی ہے



اس سے مراد دنیا کے وہ لمحات و ساعات ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر سے غفلت میں گزریں ورنہ جو وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزرتا ہے اس کے برابر دنیا کی کوئی نعمت و دولت نہیں۔ عقل کا تقاضا بھی ہے کہ دنیا کے اس قیمتی وقت کو زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں خرچ کیا جائے۔ ایک حدیث شریف میں اس عنوان کو اس طرح فرمایا گیا ہے ”الکیس من دان نفسه ورضی بالكفاف او کما قال ﷺ“، عقلمند وہ آدمی ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے اور بقدر کفایت معاش پر راضی ہو جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 بے شک وہ لوگ خسارے میں رہے جنہوں نے  
 اپنے رب سے ملنے سے انکار کر دیا یہاں تک  
 جب اُن پر قیامت اچانک آگئی تو کہیں گے  
 ہائے افسوس کہ ہم نے اس کے ماننے میں تقصیر  
 کی اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھوں پر لادے ہوئے  
 ہیں، آگاہ ہو کس قدر بُرا ہے جو بوجھ اٹھائے  
 ہوئے ہیں (۳۱) اور دنیا کی زندگی نہیں مگر کھیل  
 کو دور بے شک آخرت کا گھرانہ کیلئے ہے جو  
 ڈرتے ہیں تم کیوں نہیں عقل کرتے (۳۲)

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ نَصْرُ  
 السَّاعَةِ بُغْتَهُ قَالُوا لَوْلَا يُنصِّرُنَا عَلَىٰ مَا فَرَطْنَا فِيهَا  
 وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ أَلَا  
 سَاءَ مَا يَزِيدُونَ ۝ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لُغْوٌ  
 وَلَهُمْ وَلِلْكَافِرِ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ  
 أَفَلَا تَعْقِلُونَ

ﷺ  
 الصَّالِحِينَ

### تفسیر

سچھی آیہ کریمہ میں کفار کی حسرت کا ذکر تھا انہیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے۔ اس آیہ پاک میں اُن کے عذاب کا ذکر ہے اس آیہ کریمہ میں کفار کے کئی خساروں کا ذکر ہے۔ ایک خسارہ یہ ہے کہ زندگی بھر خسارے میں رہے ایک خسارہ موت کے وقت کا ہے، ایک اور خسارہ موت کے بعد کا ہے فرمایا یہ لوگ خسارے میں

رہے کہ قیامت کے دن اُٹھنے اور بارگاہ قدس میں حاضر ہونے کو جھٹلایا، ان کا یہ جھٹلانا اس وقت تک ہے جب تک موت نہیں آتی، یا جب تک قیامت نہیں دیکھی اور جب قیامت آجائے گی تو پھر افسوس کریں گے کہ ہم نے قیامت کے متعلق کوتاہی کی کہ اس کی تیاری کے بجائے اس کا انکار کرتے رہے۔ قیامت کے دن انکی حالت کا ذکر اس طرح فرمایا گیا کہ وہ لوگ اپنے گناہوں کو اپنی پیٹھوں پر لادے ہوں گے اس کا معنی یا تو یہ ہے کہ گناہ مختلف شکلوں میں ہوں گے اور ان کی پیٹھوں پر لادے جائیں، یہ عذاب کی ایک صورت ہو گی۔ یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ گناہوں کا احساس اور شرمندگی اس طرح ہوگی جیسے اُن پو بوجھ لاد دیا گیا ہے اور اس بوجھ تلے دبے چل رہے ہیں۔ حدیث شریف میں اس طرح ارشاد ملتا ہے قیامت کے دن نیک لوگوں کے اعمال ان کی سواری بن جائیں گے اور برے لوگوں کے برے اعمال بھاری بوجھ کی شکل میں ان کے سروں پر لاد دیئے جائیں گے۔ آیہ کے آخر میں دنیا کی زندگی کو کھیل کو دفرمایا گیا ہے۔ دنیا کی زندگی کا وہ حصہ جو یا خدا سے غفلت میں گزرے وہ لہو لعب ہے اور جو یا دالہی میں گزرے، کرم، فضل اور نجات ہے۔ عارف رومی نے بھی اس عنوان کو اس طرح فرمایا ہے۔

چہست دنیا از خدا غافل بودن نے قماش دروزی و فرزندوزن

دنیا خدا سے غافل ہونے کا نام ہے۔

آیہ پاک کے آخر میں فرمایا گیا کہ خدا سے ڈرنے والوں کیلئے آخرت کا گھر بہتر ہے کیا تمہیں سمجھ نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّكَ لَمِنَ الَّذِينَ يَقُولُونَ إِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِلَايَةِ اللَّهِ يُحَدِّثُونَ ۝ وَلَقَدْ كَذَّبْتَ رَسُولٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبِرْ وَاعْلَمْ أَنَّكَ لَمِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ أَوْذَوْا حَتَّىٰ أَنَّهُمْ خَصَرُوا وَلَا يُبَدِّلُ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَّبَائِ الْمُرْسَلِينَ ۝

اللَّهُ  
الْعَظِيمُ

(اے محبوب کریم) ہم یقیناً جانتے ہیں کہ یہ لوگ جو باتیں بناتے ہیں ان سے آپ غمگین ہوتے ہیں (۳۳) دراصل یہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے یہ ظالم تو اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں آپ سے پہلے بھی کتنے ہی رسولوں کی تکذیب کی گئی سوانہوں نے اس تکذیب اور تکلیف پر صبر کیا حتیٰ کہ ان کے پاس ہماری مدد آگئی اور اللہ کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں ہے اور بے شک آپ کے پاس رسولوں کی خبریں آچکی ہیں (۳۴)

### تفسیر

سچلی آیہ مبارکہ میں کفار کی بد اعمالیوں کا ذکر تھا کہ وہ بد عملیاں قیامت کے دن ان پر بوجھ ہوں گی، اس آیہ پاک میں حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے آپ پریشان نہ ہوں ان کی یہ حرکات آپ کے دل پر بوجھ نہ بن جائیں۔ اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا، ایک موقعہ پر ابو جہل کا دوست اخنس بن قیس اُسے دور تنہائی میں لے گیا اور کہا ابو جہل اب ہم دونوں ہیں، کوئی تیسرا بندہ یہاں نہیں، ایک بات تجھ سے پوچھتا ہوں وہ سچ بتانا، تو بتا محمد کے بارہ میں تیرا کیا نظریہ ہے وہ سچے ہیں یا جھوٹے۔ ابو جہل نے کہا سچ بات تو یہ ہے کہ وہ بالکل سچے ہیں، اخنس نے کہا پھر تو انہیں جھوٹا کیوں کہتا ہے، ابو جہل نے کہا میرے انکار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ محمد کے خاندان قصی ابن کلاب میں پہلے ہی بہت سی خوبیاں جمع ہیں اگر نبوت بھی انہیں کے ہاں مان لی جائے تو پھر دوسرے قریشیوں کیلئے کیا بچے گا۔ اس پر یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی، جس میں حضور ﷺ کو حوصلہ دیا گیا کہ آپ پریشان نہ ہوں اس لئے کہ تمام عالم ایمان، عبادات، احکام شریعت، اسلام کے سبھی قوانین و



ضوابط حضور ﷺ سے وابستہ ہیں اگر حضور ﷺ کے قلب انور پر کسی قسم کا بوجھ ہوگا تو پورا نظام دین متاثر ہوگا۔ حضور کو پریشانی سے بچایا جا رہا ہے، کبھی حضور کو ان کے فضائل و کمالات سنا کر کبھی کفار کے الزامات کی تردید کر کے، کبھی پہلے انبیاء علیہم السلام کے حوصلوں اور صبر و سکون کا ذکر کے۔ فرمایا گیا محبوب! کفار آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ تو مجھے جھٹلا رہے ہیں اور میری آیات کا انکار کر رہے ہیں کہ آپ کا انکار میرا انکار ہے، محبوب آپ پریشان نہ ہوں انہوں نے پہلے انبیاء علیہم السلام کو بھی جھٹلایا ہے مگر انہوں نے صبر کیا، اللہ کی مدد نے ان کی دہگیری کی، صبر کی ایک قسم صبر عن المعصیۃ ہے گناہوں سے بچا رہنا، ایک قسم صبر علی الطاعة ہے بندگی پر ثابت قدم رہنا، حالات جیسے بھی ہوں عبادات پر ثابت قدم رہنا، ایک تیسری قسم صبر علی المصائب ہے، مشکلات و مصائب آجائیں تو صبر سے کام لیا جائے، حوصلے سے مقابلہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے ان مصائب کے رفع ہونے کی دعا کی جائے وہ مدد کرتا ہے رحمت سے نوازتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور اگر ان کا منہ پھیرنا تم پر شاق گزرے تو اگر تم سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ تلاش کر لویا آسمان میں سیڑھی تاکہ ان کے پاس اُن کا مطلوبہ معجزہ لے آئیں اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع فرما دیتا تو ہر گز نادانوں سے نہ ہو جانا (۳۵) (دعوت حق) کو صرف وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو غور سے سنتے ہیں اور مردہ دلوں کو اللہ اٹھالے گا پھر اس کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ (۳۶)

وَلَئِنْ كَانَ كِبَارُكَ إِغْرَضُهُمْ قَانَ اسْتَطَعْتَ  
أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلٰمًا فِي السَّمَاءِ فَلَا إِلٰهَ إِلَّا  
يَا إِلٰهَ وَكَوْنَشَاءَ اللّٰهُ لَجَعْنَاهُ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُونَنَّ  
مِنَ الْجَاهِلِينَ ۝ اِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِي يَسْمَعُونَ  
وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُجْعَلُونَ ۝

صلی اللہ علیہ  
وآلہٖ وسلم

## تفسیر

بچھلی آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کو اس طرح تسلی دی گئی کہ محبوب آپ پریشان نہ ہوں یہ آپ کو نہیں جھٹلاتے یہ تو مجھے جھٹلا رہے ہیں۔ اس آیہ پاک میں تسلی کا ایک دوسرا انداز ہے۔ محبوب! یہ بد قسمت ہیں ایمان لائیں گے ہی نہیں اگرچہ آپ انہیں منہ مانگے معجزات دکھا دیں، ہٹ دھرم ہیں، متعصب ہیں۔ اس آیہ کریمہ کے نازل ہونے کا سبب یہ بنا ایک بار حارث بن عامر، نوفل ابن عبد مناف ایک جماعت کو لے کر حضور ﷺ کے دربار میں آئے اور کہا آپ کوئی ایسا معجزہ دکھائیں جیسا پہلے انبیاء علیہم السلام دکھاتے تھے جیسے صالح علیہ السلام کی اونٹنی پتھر سے نمودار ہوئی یا جیسے موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے کام دکھایا اگر اسی قسم کا معجزہ ہو جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے، اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ مطالبہ منظور نہ فرمایا اس پر انہوں نے شور مچایا، مذاق اڑایا، سخت درشت باتیں کیں۔ حضور ﷺ کو اُن کے اس انداز پر بڑا صدمہ ہوا تب حضور ﷺ کی تسلی کیلئے یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں۔ (خازن، صاوی)

حضور ﷺ سے ارشاد ہے اے محبوب! اگر ان کفار کا آپ کی تبلیغ سے منہ پھیرنا آپ پر گراں گزرا ہو تو اگر آپ سے ہو سکے کہ زمین کے تہہ خانہ میں کوئی سرنگ تلاش کریں، آسمان پر پہنچنے کیلئے کوئی سیڑھی تلاش کر کے آسمان پر پہنچ جائیں اور ان کے منہ مانگے معجزات انہیں دکھادیں تو ایسا کر لیں، وہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ حضور ان کے ایمان لانے پر اس قدر حریص ہیں کہ اگر انہیں زمین میں سرنگ لگانی پڑے یا آسمان پر سیڑھی لگا کر چڑھنا پڑھے تو بھی ان کا مطالبہ پورا کر دیں مگر وہ سرکش ہیں ایمان نہیں لائیں گے۔ آپ نے انہیں بے شمار معجزات دکھا دیے وہ نبوت کی تصدیق کیلئے کافی ہیں اگر اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا مگر یہ ہماری حکمت کے خلاف ہے، اے محبوب! آپ نادان نہ بنیں اپنے آپ کو ان کی فکر میں پریشان نہ کریں، آپ کی پریشانی ہمیں پسند نہیں آپ کی تبلیغ وہی سن سکیں گے جو سننے کی صلاحیت رکھتے ہیں یہ تو مُردے ہیں ان میں سننے کی صلاحیت کہاں، ان مردوں کو جب اللہ تعالیٰ قبروں سے اٹھائے گا پھر وہ

بہت عرصہ تک سرگرداں پھرنے کے بعد اپنے رب کی طرف لوٹائے جائیں گے تب کہیں گے اور پھر دنیا کی طرف لوٹنے کی تمنا کریں گے مگر اب یہ تمنا بے سود ہوگی۔

کفار کی مطلوبہ نشانیاں نازل نہ کرنے کی حکمت یہ ہے کہ ان لوگوں نے بہت سے معجزات دیکھے پھر بھی نہیں مانے اگر ان کے مطلوبہ معجزات قدرت انہیں دکھا دے تو مانیں گے پھر بھی نہیں، تو پھر عذاب الہی سے تباہ کر دیے جائیں گے ورنہ اللہ تعالیٰ نازل فرما دیتا۔ آیہ پاک میں ”فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ“ آپ نادان نہ بنیں۔ کے مخاطب حضور نہیں بلکہ ہر سننے والا مخاطب ہے۔ علامہ ابو حیان نے یہی معنی کیا ہے آیہ کے آخر میں ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ فرمائی گئی کہ وہ حق کو قبول تو اس وقت کریں جب حق کی آواز کو سنیں گے ان کے لگا تار انکار سے ان کی یہ حالت ہو چکی ہے کہ وہ بہرے بن چکے ہیں، اب سنتے ہی نہیں تو ایمان کیسے لائیں گے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
اور انہوں نے کہا کیوں نہ نازل کی گئی اس پر کوئی  
نشانی اس کے رب کی طرف سے آپ کہہ دیجئے  
اللہ اس پر قادر ہے کہ اُن کا مطلوبہ معجزہ نازل کر  
دے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے (۳۷)  
اور زمین میں چلنے والا ہر حیوان اور اپنے  
بازوؤں سے اڑنے والا ہر پرندہ تمہاری مثل  
مخلوق ہے، ہم نے کتاب (لوح محفوظ) میں کسی  
چیز کو نہیں چھوڑا پھر وہ اپنے رب کی طرف سے  
جمع کیے جائیں گے (۳۸)

وَقَالُوا لَوْلَا نَزَّلَ عَلَيْنَا آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ قُلْ إِنَّ اللَّهَ  
قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْزِلَ آيَةً وَلَٰكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٧﴾  
وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا ظَيْرٍ يُطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ  
إِلَّا أَمَّا أَمَّا لَكُمْ مَا قَرَضْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ  
ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿٣٨﴾

اللہ  
صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم



## تفسیر

بچھلی آیہ مبارکہ میں تھا کہ کفار اندھے ہیں، بہرے ہیں، آپ کی تبلیغ سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اس آیہ مبارکہ میں اس کی دلیل دی جا رہی ہے کہ آپ نے کس قدر عظیم معجزات دکھائے مگر یہ لوگ اسی ضد پر اڑے ہوئے ہیں کہ کوئی معجزہ کیوں نہیں آتا۔ یہ ضدی لوگ کہتے چلے جا رہے ہیں حضور ہر وہ معجزات کیوں نہیں اترتے جن کا ہم مطالبہ کر رہے ہیں کہ پہاڑ سونے کے بن کر اُن کے ساتھ چلیں، مکہ مکرمہ کی زمین کی جگہ دوسری ہری بھری زمین رکھ دی جائے یا اُن پر وہ معجزات اترنے چاہئے تھے جو پہلے انبیاء علیہم السلام پر اترے تھے، جیسے عیسیٰ علیہ السلام پر دسترخوان نازل ہوا یا موسیٰ علیہ السلام کو عصا دیا گیا، یا جیسے صالح علیہ السلام کی اونٹنی پتھر سے نمودار ہوئی، قرآن ہماری مرضی کے مطابق کیوں نہیں اترتا۔ محبوب فرما دیجئے تمہارے مطالبات کے پورے نہ ہونے کی وجہ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کے اتارنے پر قادر نہیں وہ قادر ہے کہ تمام معجزات دکھا دے اور میں اس کی دی ہوئی طاقت سے سارے معجزات دکھا دوں، یہ مطالبات پورے نہ کرنے میں رب کی حکمت ہے کہ اگر معجزات دکھائے جائیں اور یہ لوگ ایمان نہ لائیں تو عذاب میں گرفتار ہو جائیں گے۔ فرعونوں نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کیا، برباد ہو گئے، صالح علیہ السلام کی قوم نے اونٹنی کا انکار کیا، مارے گئے۔

”وَمَا مِنْ دَابَّةٍ“ کے ارشاد میں اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ کا ذکر ہے اس کا مقصد گزشتہ ارشاد کی تکمیل فرمانا ہے کہ چرند پرند تمہاری طرح ہماری مخلوق ہیں ہم سب کو اُن کی حیثیت کے مطابق روزی دیتے ہیں غیر ضروری چیز نہیں دیتے، تمہیں بھی بقدر ضرورت معجزات دکھادیئے گئے ہیں غیر ضروری مطالبے پورے نہیں کیئے جائیں گے۔ زمین پر چلنے والوں اور پرندوں کو ہماری مثل فرمایا گیا یا تو یہ معنی ہے کہ اللہ کی مخلوق ہونے میں ہم جیسے ہیں، ہم بھی مخلوق ہیں وہ بھی مخلوق، یا یہ معنی ہے کہ موت اور زندگی کے سلسلہ میں ہماری طرح ہیں کہ انہیں بھی موت ہے یا یہ معنی ہے کہ جسمانی طور پر غذا اور اعضاء میں ہماری طرح ہیں یا یہ معنی

ہے اللہ کی تسبیح و تہلیل میں ہماری طرح ہیں کہ وہ بھی خدا کا ذکر کرتے ہیں یا یہ معنی ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت اور رحمت سے وہ بھی حصہ لیتے ہیں کہ حضور تمام جہانوں کیلئے رحمت ہیں یا یہ معنی ہے کہ وہ بھی حضور کی امت ہونے میں ہماری طرح ہیں کہ آپ تمام جہانوں کیلئے نذیر ہیں۔

یہ حکم فرما کر بتایا جا رہا ہے اے منکرو! کیا تم اللہ کی قدرت کا اندازہ کر سکتے ہو؟ اس نے جانوروں کو پرندوں کو مختلف امتوں، جماعتوں میں تقسیم کر دیا ہے ان کی ضروریات کے مطابق الگ انتظام کر دیے ہیں ان کیلئے غیر ضروری اشیاء، معاملات نہیں۔ تمہارے لئے بھی تمہاری ضرورت کے مطابق انتظام کر دیا گیا تمہارے غیر ضروری مطالبات کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ بہرے اور گونگے ہیں تاریکیوں میں۔ اللہ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے سیدھی راہ پر چلا دے (۳۹) تم فرما دو بھلا بتاؤ اگر تم پر اللہ کا عذاب آئے یا قیامت قائم ہو جائے کیا، اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے اگر تم سچے ہو (۴۰) بلکہ اسی کو پکارو گے (وہ چاہے) جس پر اُسے پکارتے ہو اُسے اٹھا لے اور شریکوں کو بھول جاؤ گے (۴۱)

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمُّوا وَبَكَوْا فِي الظُّلُمَاتِ  
مَنْ يَشَاءُ اللَّهُ يُضْلِلْهُ وَمَنْ يَشَاءُ يُجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ  
مُسْتَقِيمٍ ۚ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ  
وَأَتَاكُمْ النَّاسَةُ أَغَيْرُ اللَّهِ تُدْعُونَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۚ  
بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ  
إِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ ۚ

صَلَّى  
الْحَقِّ  
الْحَقِّ

### تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں تھا کفار بہرے ہیں، مردے ہیں، اس آیہ پاک میں ارشاد ہے وہ اندھے اور گونگے بھی ہیں پھر وہ ہدایت پر کس طرح آئیں گے، ارشاد فرمایا گیا ہے جو لوگ ہماری آیات قرآنیہ کو جھٹلاتے ہیں یا

ہمارے رسول کریم کے معجزات کا انکار کرتے ہیں یا ہمارے رسول کریم کو جھوٹا کہتے ہیں وہ نہ تو ہماری آیات کو پہچان سکتے ہیں نہ ہماری صفات کو جان سکتے ہیں کہ وہ تو بہرے بھی ہیں، گونگے بھی پھر اس کے ساتھ ان کے اندر تعصب و عناد بھرا گیا ہے، ایسی صورت حال میں انہیں ہدایت کیسے نصیب ہو وہ حق پر کیسے آئیں وہ تو گمراہیوں کے اندھیروں میں پھنس چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، جس بندے میں چاہے گمراہی پیدا کر دے جسے چاہے سیدھی راہ پر چلا دے۔

محبوب پاک سے فرمایا گیا ہے یہ مشرکین جو آپ سے منہ موڑ کر بتوں کو مددگار بنا رہے ہیں ان سے پوچھئے اگر دنیا میں تم پر عذاب آجائے، یا قیامت آجائے تو کیا تم ان اللہ کے دشمنوں، جن کو عذاب ٹالنے کا کہو گے یا انہیں اپنی مدد کیلئے بلاؤ گے، اگر تم اس عقیدہ میں سچے ہو کہ بت خدا کے شریک ہیں یا عذاب ٹال سکتے ہیں تو جواب دو تم ایسے موقعوں پر صرف اللہ کو ہی پکارتے ہو، پھر وہی اگر چاہے تو عذاب دور کر دے یا قیامت کے دن تم سے مصیبت کو ٹال دے، ایسے موقعوں پر تم اپنے معبودوں کو بھول جاتے ہو جب آخر کار تمہیں رب کی طرف ہی رجوع کرنا پڑتا ہے تو سوچو وہی حقیقی خدا ہے، اسی کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ سختی، مصیبت، دکھ میں تم صرف اللہ کو ہی پکارتے ہو کہ وہ تمہاری تکلیفیں دور کر دے ایسے اوقات میں تم اپنے بتوں کو بھول جاتے ہو اور اس وقت اللہ کے سوا تمہیں کوئی یاد نہیں آتا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں اپنے خالق کی معرفت رکھی ہے اور فطرت کا تقاضا ہے وہ اپنے رب وحدہ لا شریک کی پرستش کرے اور اسی کو پکارے، یہی وجہ ہے جب بندہ مصیبت میں گھر جاتا ہے تو اس کی نگاہیں صرف اور صرف اسی کی ذات وحدہ لا شریک پر ہی جاتی ہیں کسی اور کی طرف نگاہ نہیں اٹھتی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَخَذْنَاهُم بِالْبَأْسَاءِ  
وَالضَّرَآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ ۚ فَلَوْلَا رِجَآءُهُمْ  
بِأَسْمَائِنَا لَتَفْعَلُوا وَلَٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ  
الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

اللہ  
الْعَظِيمِ

اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے کئی امتوں کی  
طرف رسول بھیجے پھر ہم نے انہیں تنگی اور تکلیف  
میں مبتلا کر دیا تا کہ وہ رگڑ رگڑا کر دعا کریں  
(۴۲) جب ان کے پاس ہمارا عذاب آیا تو  
انہوں نے کیوں نہ رگڑ رگڑا کر دعا کی لیکن ان  
کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے  
کاموں کو مزین کر دیا تھا (۴۳)

### تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں کفار کی ایک حالت کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ جب انہیں مشکلات و مصائب گھیر لیتی ہیں تو  
اللہ کی طرف رجوع کر لیتے ہیں اور اس وقت انہیں اپنے باطل معبود یا دہی نہیں رہتے۔ اس آیہ پاک میں  
ان کی دوسری حالت کو ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ وہ کبھی اپنے کفر پر اس قدر تعصب اور ہٹ دھرمی سے پکے  
رہتے ہیں تو ان پر اللہ کی طرف دھیان اور توجہ کا احساس ہی نہیں ہوتا۔

حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب آپ کی آمد سے پہلے ہم نے امتوں کی طرف رسول بھیجے انہوں  
نے ہمارے بھیجے ہوئے رسولوں کی نافرمانی کی تو ہم نے ان پر عذاب مسلط کر دیا تا کہ وہ ان مشکلات و  
مصائب کی وجہ سے ہمارے دروازے پر آئیں اور ہمارے رسولوں کو مانیں مگر انہوں نے ایسا نہ کیا نہ تو  
انہوں نے ہمارے رسولوں کی اطاعت کی نہ وہ ہماری بارگاہ میں عجز و انکساری سے روئے وہ سمجھتے تھے یہ  
مشکلات اتفاقیہ طور پر ہم پر نازل ہو گئی ہیں، شیطان نے ان کی نظروں میں ان کے کام اچھے کر دیے اور  
انہوں نے یہ کہا نافرمانیاں، یہ کفر بہت اچھی چیزیں ہیں۔ ان کے دل سخت ہو گئے تھے اور برائیوں کو  
بھلائیاں سمجھنے لگے، دل کی سختی اللہ کا عذاب ہے اور دل کی چنگی اللہ کی عظیم نعمت ہے دل کی چنگی یہ ہے کہ

بندہ ہر حالت میں اپنے رب قدوس کے دروازے پر ہی رہے دنیا کی کوئی حالت اُسے اپنے رب سے دور نہ کر سکے اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا کہ بندوں کو مشکلات و مصائب میں مبتلا کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے تاکہ گمراہی اور کفر سے نکل کر ایمان کی طرف رجوع کریں۔ پہلی امتوں پر عذاب کا ذکر کر کے انہیں نیکی کی طرف آنے کی توجہ دلائی گئی ہے۔ نوح علیہ السلام کی قوم کو شدید سیلاب، عذاب میں مبتلا کیا گیا اور پانی کا یہ طوفان ایسا تھا کہ پہاڑوں کی چوٹیاں بھی محفوظ نہ رہ سکیں۔ قوم عاد پر شدید جھکڑ، آندھی کا عذاب نازل ہوا جو مسلسل آٹھ دن تک چلتا رہا جس سے ان کا کوئی ایک فرد بھی نہ بچ سکا۔ قوم ثمود کو ایک خوفناک آواز کے ذریعہ برباد کر دیا گیا۔ قوم لوط کی پوری کی پوری بستیوں کو الٹا دیا گیا انہیں چاہئے کہ پچھلی قوموں کی تباہی اور بربادی سے سبق سیکھیں اور اپنے حالات کو بدلیں انہیں چاہئے تھا کہ اللہ کے حضور عجز و انکساری آہ و زاری سے حاضری دیتے، معافی مانگتے مگر ان کے دل سخت ہو گئے ان کے کاموں کو شیطان نے انہیں اچھا کر کے دکھایا جس پر وہ ڈٹ گئے اور متعصب ہٹ دھرم بن گئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 پھر جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو ان کو کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے حتیٰ کہ جب وہ ان چیزوں پر اترنے لگے جو ان کو دی گئی تھیں تو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا اور وہ نا اُمید ہو کر رہ گئے (۴۴) پس ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی اور تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے (۴۵)

صَلَّى  
 الْعِظَمَاءُ

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمُ أَبْوَابَ كُلِّ  
 شَيْءٍ ۚ إِنَّهُمْ إِذَا فَرَحُوا بِمَا آوَتْهُمْ أَخَذُوا لَهُمْ بَعْتًا  
 فَإِذَا هُمْ فِي مِلْءٍ لَّيْسُونٌ ۖ فَيَقْطَعُ دَائِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ  
 ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

## تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں کفار پر دنیاوی سختیاں بھیجنے کا ذکر تھا۔ ان آیات مبارکہ میں ان پر دنیوی انعامات بھیجنے کا ذکر ہے، حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے اے محبوب! ہم نے کفار کو راہِ راست پر لانے کیلئے پہلے تو مصائب و مشکلات میں مبتلا کیا کہ وہ نصیحت حاصل کریں اور اپنی اصلاح کر لیں مگر جب وہ تمام کی تمام نصیحتوں کو بھول گئے تو ہم نے ان پر دنیاوی نعمتوں کا عذاب بھیجا ان پر مال و دولت، صحت، اولاد، وسعت، طاقت غرضیکہ بہت سے انعامات کے دروازے کھول دئے اور وہ اپنی نعمتوں میں اس قدر رگن ہوئے اور سمجھے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر بڑا مہربان ہے اور ایمانداروں سے سخت ناراض ہے اس لئے ہم خوش و خرم ہیں اور مسلمان پریشانیوں میں مبتلا ہیں اور سمجھنے لگے کہ ہمارے اعمال اللہ کو بہت پسند ہیں، ان کے اس غلط تصور و نظریہ پر ہم نے انہیں اچانک ایسا پکڑا کہ انہیں کسی قسم کی بات کرنے کی مہلت ہی نہ دی، یہ عذاب دیکھ کر ان کی امید ٹوٹ گئی اور ہم نے اس قوم کی جڑ ہی کاٹ دی، ان کی بستیاں، باغات سبھی تباہ کر دیئے ان کے ناپاک وجود سے دنیا پاک ہو گئی۔ ہماری ربوبیت کا تقاضا ہے کہ دنیا فسادِ قوم سے بچ جائے۔

کفار کی گرفت اس طرح بھی ہے کہ ان کی تمام تدابیر ناکام کر دی جاتی ہیں، اس طرح بھی ہے کہ انہیں ہلاک کر دیا جاتا ہے اس طرح بھی ہے کہ قدرت کی پکڑ سخت و درشت ہو جاتی ہے۔ ”فقطع دابر القوم“ اس قوم کی جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی، جس نے ظلم کیا تھا اور سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، ظالم قوموں کی چیرہ دستیوں، دہشت گردیوں سے جب اللہ کی مخلوق تنگ آ جاتی ہے تو یہ تو میں برباد کر دی جاتی ہیں۔ پھر ہر طرف اطمینان و سکون ہو جاتا ہے، مظلوم اور پسے ہوئے لوگ اس قابل ہو جاتے ہیں کہ رب کی حمد کریں جس نے انہیں قید و بند اور مشکلات و مصائب سے نجات دی۔

ابن جریر کہتے ہیں وہ لوگ خوشحالی میں مغرور تھے کہ اچانک عذاب آ گیا ابن زید کہتے ہیں مجلس وہ شخص ہے جس پر ایسی مصیبت آ جائے جس کا تدارک نہ ہو سکے۔ ان کفار کے مغرور، سرکش، نافرمان ہونے



کے باوجود ان پر رزق کے دروازوں کا کھولنا، معاش اچھا کر دینا، یہ ڈھیل دینا تھا۔ حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے گناہوں کے باوجود عطا فرما رہا ہے تو سمجھ لو یہ اللہ کی طرف سے ڈھیل ہے، پھر آپ نے یہی آیہ مبارکہ تلاوت کی۔

ابن جریر نے عبادہ بن صامت کے ذریعہ سے حضور ﷺ کا یہ قول نقل فرمایا ہے، جب اللہ کسی قوم کو بڑھانا چاہتا ہے تو اس میں میانہ روی اور عفت و پارسائی کے حالات پیدا کر دیتا ہے اور جب کسی قوم کو برباد کرنا چاہتا ہے تو اس میں خیانت اور بد عملیوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا، ”الحمد لله رب العالمین“ جس کا معنی یہ ہوا جب مجرموں، ظالموں پر عذاب نازل ہو تو یہ پورے عالم پر اللہ کی بڑی نعمت ہے جس کا لوگوں کو شکر ادا کرنا چاہئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

آپ کہئے یہ بتاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں لے جائے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے جو تمہارے پاس لے آئے، دیکھئے ہم کس قدر بار بار دلائل بیان کرتے ہیں پھر بھی وہ منہ پھیر لیتے ہیں (۴۶) آپ کہئے یہ بتاؤ اگر تمہارے پاس اچانک یا کھلم کھلا اللہ کا عذاب آجائے تو تم ظالم لوگوں کے علاوہ اور کون ہلاک کئے جائیں گے (۴۷)

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلَى قُلُوبِكُمْ مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيَكُمْ بِهِ أَنْظَرُ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ ثُمَّ يُعَذِّبُ قَوْمًا ۖ قُلْ أَرَأَيْتُمْ لِمَنِ اتَّخَذْتُمْ عَذَابَ اللَّهِ يَغْتَنَّهُمْ أَوْ جَهَنَّمَ هَلْ لَّهُمْ إِلَٰهٌ غَيْرُ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝

اللہ  
الْعَظِيمِ

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں تھا کہ پچھلی اُمتوں پر عذاب نازل ہوا کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کی۔ اب

فرمایا جا رہا ہے اگر تم لوگوں نے بھی رسول کریم ﷺ کی مخالفت کی تو تم پر بھی عذاب نازل ہوگا۔ حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے آپ ان سے یہ سوال فرمائیں اے کفار! تم بتاؤ جو میری دشمنی میں لگے رہتے ہو اگر اس وجہ سے اللہ تم پر پکڑ فرمائے تمہیں بہرا، گونگا، دیوانہ، پاگل کر دے تو بتاؤ تمہارے عقیدہ میں بھی کوئی دوسرا خدا ہے جو تمہیں یہ چھنی ہوئی نعمتیں دوبارہ لوٹا دے تم سمجھتے ہو تمہارے معبودانِ باطل میں یہ ہمت، یہ طاقت نہیں پھر اللہ کی کیوں مخالفت کرتے ہو۔ اے محبوب! غور فرمائیں ہم کس طرح مختلف طریقوں سے انہیں آیات سناتے ہیں، کبھی ڈرا کر، کبھی دلائل دے کر اسلام کی طرف بلاتے ہیں مگر یہ لوگ منہ پھیرتے رہتے ہیں توجہ نہیں دیتے ان سے پوچھئے اگر تم پر تباہ کن عذاب آجائے تو تمہارا کیا حال ہوگا؟ لہذا اللہ سے توبہ کرو، معافی مانگو، گناہوں سے باز آ جاؤ۔ آیہ کریمہ میں کانوں، آنکھوں اور دلوں پر مہر لگانے کا ذکر ہے جس سے یہ بات واضح ہے کہ یہ اعضاء اشرف ہیں، انہیں کے ذریعہ سے ہی حق کی پہچان ہوتی ہے، بات سمجھ آتی ہے ان کا عطا کرنا بڑی نعمت ہے ان کا ضائع کر دینا بڑا عذاب ہے، اگر ان اعضاء سے صفات زائل کر دی جائیں تو انسان کے حواس بے کار ہو جائیں گے کارکردگی کا نظام بے کار ہو جائے گا، دنیا کے فوائد حاصل کرنے سے محروم ہو جائے گا۔ جب یہ پتہ چل گیا ان عظیم نعمتوں کے دینے والا صرف اللہ ہی ہے تو پھر یہ بھی ماننا ہوگا کہ عبادت کے لائق بھی وہی ذات ہے، اسی کی عبادت کی جائے وہی حقیقی معبود مانا جائے۔ دلوں پر مہر لگانے کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اللہ ان کی عقلوں کو زائل کر دے اور دیوانوں کی طرح ہو جائیں، ایک معنی یہ بھی ہے کہ اللہ ان کے دلوں کو مُردہ کر دے ایک معنی یہ بھی ہے کہ دلوں پر مہر لگا دے وہ ہدایت کو سمجھ ہی نہ سکیں۔ آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہم انہیں بار بار دلائل دے کر سمجھاتے ہیں کبھی نعمتیں یاد دلا کر، کبھی پچھلی قوموں کے عذاب کا ذکر کر کے ڈراتے ہیں، کبھی اپنی الوہیت کے دلائل پیش کرتے ہیں کہ وہ دلائل سے متاثر ہو کر ایمان لے آئیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَ  
مُنْذِرِينَ فَأَمَّنْ وَأَصْلَحْ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ  
وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا  
يَسْتَهْزِئُهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝

اللَّهُ  
الْعَظِيمُ

اور ہم صرف خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے  
والے رسول بھیجتے ہیں جو ایمان لائے اور انہوں  
نے نیک عمل کئے تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ  
وہ غمگین ہوں گے (۲۸) اور جن لوگوں نے  
ہماری آیات کو جھٹلایا ان کو اس وجہ سے عذاب ہو  
گا کہ وہ نافرمانی کرتے تھے (۲۹)

### تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا رب کے عذاب سے بچنے کیلئے ادھر ادھر نہ بھاگو، اب فرمایا جا رہا ہے خدا کے  
غضب سے بچنے کیلئے انبیاء علیہم السلام کی ذوات قدسیہ ہیں ان کی پناہ میں آؤ، اُن کا دامن تھا مو، خدا راضی  
ہو جائے گا کہ انبیاء کا قرب اللہ کا قرب ہے، اُن سے دوری خدا سے دوری ہے جو ان پر ایمان لائے گا  
کا میاب ہوگا جو انکار کر دے گا، رُسوا و ذلیل ہوگا۔ آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی بعثت  
کا مقصد ارشاد فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام لوگوں میں انعامات الہیہ کی خوشخبریاں سناتے ہیں اور عذاب  
سے ڈراتے ہیں جو لوگ انبیاء کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں وہ کامیاب ہو جاتے ہیں، آخرت میں عذاب سے  
بچ جائیں گے، انبیاء علیہم السلام کا تعلق خدا سے بھی ہے اور اس کے بندوں سے بھی۔ انبیاء علیہم السلام  
بھولے، بھٹکے گمراہ لوگوں کو اللہ کے قریب کرتے ہیں۔

انبیاء کرام لوگوں کو اسی قدر معجزات دکھاتے ہیں جس قدر ضرورت ہوتی ہے اور جو لوگ ان کے  
معجزات دیکھ کر ایمان لے آتے ہیں وہ آخرت میں عذاب سے بچ جائیں گے اور جو انکار کر دیں گے  
آخرت میں عذاب ہوگا۔ انبیاء کی بعثت کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ وہ لوگوں کو اُن کے منہ مانگے معجزات ہی  
دکھاتے رہیں، ان کا مقصد تو نیک لوگوں کو انعامات خداوندی کی خوشخبری دینا ہے اور بُروں کو دردناک



عذاب سے ڈرانا ہے۔ اگرچہ حضور ﷺ نے بہت سے معجزات دکھائے مگر آپ کا وجود مسعود بذات خود ایک بہت بڑا معجزہ ہے آپ کا کسی اُستاد کے پاس تعلیم حاصل نہ کرنا اور چالیس سال پورے ہونے پر یکا یک حیران کن واقعات کا ذکر سنانا اور فصاحت و بلاغت سے بھرا ہوا کلام کرنا ایک زبردست معجزہ تھا کہ عرب آپ کے اس کمال کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے خوب ارشاد فرمایا۔

تیرے سامنے یوں ہیں دبے لپے فصحاء عرب کے بڑے بڑے  
کوئی کہے کہ منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

اس عظیم معجزہ کے علاوہ بڑے بڑے معجزات لوگوں نے دیکھ بھی لئے مگر پھر بھی انکار کر دیا، چاند کا ٹکڑے ہونا دیکھا مگر ضد اور تعصب کا یہ عالم کہ دیا ”ان هذا الا سحر مستمر“ کہ یہ تو جادو ہے (معاذ اللہ)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
آپ کہنے میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس  
اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں از خود غیب جانتا  
ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ  
ہوں، میں صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جو  
میری طرف وحی کی جاتی ہے آپ کہنے کیا اندھا  
اور دیکھنے والا برابر ہیں کیا تم غور نہیں کرتے (۵۰)

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ  
وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبِ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي  
مَلَكٌ إِنِّي أَنبِئُكُمْ إِلَّا مَا يُوْحَىٰ إِلَيَّ قُلْ هَلْ  
يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ۝

اللہ  
صِدْقِ  
الْحَقِّ

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ ہوا، کفار مکہ نے حضور ﷺ سے تین مطالبات کئے تھے، پہلا یہ تھا کہ اگر

آپ اللہ کے رسول ہیں تو پھر علاقہ کے سارے پہاڑوں کو سونا بنا دیجئے، دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ ہمیں غیبی خبریں دیجئے، اشیاء کے ہنگے سستے ہونے کی خبر بتائیے تاکہ اپنے تجارتی معاملات میں بہتری پیدا کر سکیں، تیسرا مطالبہ یہ تھا کہ آپ سچے نبی ہیں تو آپ کو دنیا سے بے نیاز ہونا چاہئے تھا مگر ہم دیکھتے ہیں آپ کا کھانا، پینا، نکاح، شادی ایسے معاملات عام لوگوں کی طرح ہی ہیں۔ کفار کے ان تین بے ٹگے غلط مطالبات کا جواب فرمایا گیا ہے، محبوب! آپ بطور عاجزی فرمادیں کہ میں نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں نہ ہی میں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں از خود غیب جانتا ہوں کہ منڈیوں کے بھاؤ بتا رہا ہوں، نہ ہی میں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں فرشتے کی جنس سے ہوں کہ کھانے، پینے کی حاجت نہ ہو، نبی کا کام لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا ہے، تبلیغ کرنا ہے حق بتانا ہے ان کے بارہ میں مطالبہ کرو میں تو اپنے رب کی طرف سے وحی کے تابع ہوں تم نبوت کا مقام نہیں پہنچانتے۔ ایمان دار آنکھوں والے ہیں تم لوگ دل کے اندھے ہو، بینا اور نابینا برابر نہیں ہو سکتے۔

اس آئیہ مبارکہ میں خزانے ہونے کی نفی نہیں، دعویٰ کی نفی ہے یہ بھی پتہ چلا کہ حضور ﷺ کو نہ جاننے والا اندھا ہے اور حضور ﷺ سے دور ہے اور ماننے والا بینا ہے اور حضور کے قریب ہے۔ آئیہ مقدسہ میں تین باتوں کی نفی کی گئی ہے محبوب! آپ کہہ دیجئے میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں کہہ دیجئے میں از خود غیب نہیں جانتا، کہہ دیجئے میں فرشتہ کی جنس سے نہیں، ان تینوں باتوں کی نفی میں کئی حکمتیں ہیں۔

ایک حکمت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ان باتوں کی نفی کر کے فرمایا کہ میں الہ نہیں، معبود نہیں، بلکہ اللہ کا بندہ ہوں، ایک حکمت یہ بھی ہے کہ آپ عاجزی اور تواضع کا اظہار کریں تاکہ لوگ آپ کے متعلق وہ عقیدہ نہ بنائیں جو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بنالیا گیا تھا۔

اکثر کمزور عقیدہ لوگ کسی میں کمال دیکھ کر جھٹ بہک جاتے ہیں جس کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوا، ڈوبا ہوا سورج واپس لوٹا، پتھروں کا کلمہ پڑھنا، درختوں نے چل کر حاضری دی وہ فرما رہے ہیں

میں خدائی کا دعویٰ نہیں، میرے سارے کمالات اسی کے عطا کردہ ہیں میں تو وحی الہی کے تابع ہوں، لوگوں کو اسلام کے قریب لانے کیلئے میں لالچ، شعبدہ بازی کا قائل نہیں۔ نبوت کا مقام ان چیزوں سے وراہ ہے۔ کچھ لوگوں نے اس آیہ کریمہ سے حضور ﷺ کی کمزوریوں، علم سے دوری اور انسان پر فرشتے کی عظمت اور آپ کے پاس خزانوں کی نفی پر استدلال کیا جو علم، عقل، فکر اور حقیقت سے بہت دور ہے، ”انا اعطیناک الکوثر“ ہم نے تجھے کثرت دی، ”اعطیت مفاتیح خزائن الارض“ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں، کے ارشادات سے واضح ہے کہ حضور بے پناہ درجات، عنایات اور فضل و کرم سے مالا مال ہیں۔ جنت، حشر، نشر، قبر کی خبریں دینا بتاتا ہے، عطاء الہی سے بے پناہ علوم حاصل ہیں، جبریل کا سدرہ پرہ جانا بتاتا ہے حضور کا مقام فرشتے سے کہیں زیادہ افضل و اعلیٰ اور ارفع ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 وَأَنْذِرْ لَهُمُ النَّارَ إِنَّهُمْ يَخْافُونَ أَنْ يُخْشَرُوا إِلَى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِنْ دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ  
 اور اس (قرآن) کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرائیے جو اپنے رب کی طرف جمع کئے جانے سے ڈرتے ہیں ان کیلئے اللہ کے سوا نہ ان کا کوئی مددگار ہو گا نہ شفاعت کرنے والا ان (کو ڈرائیے) تاکہ وہ متقی ہو جائیں (۵۱)

صلی اللہ علیہ وسلم  
 العظیم

## تفسیر

بچپلی آیہ مبارکہ میں ان لوگوں کا ذکر تھا جن کے دلوں میں خدا کا خوف نہیں تھا اور بے خوف ہو کر نبی سے ناجائز مطالبات کرتے تھے۔ اس آیہ کریمہ میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کے دلوں میں خدا کا خوف ہے انہیں ڈر سنانے کا حکم دیا گیا ہے حضور ﷺ سے فرمایا گیا اے محبوب! یہ لوگ تو تعصب، ہٹ دھرمی اور اپنی جہالت کے سبب بحث و تمحیص، بے معنی گفتگو میں لگے رہیں گے، فیض حاصل نہ کر سکیں گے۔ آپ قرآن



پاک کے ذریعہ سے ان مسلمانوں کو ڈراتے رہیں جنہیں ہر وقت یہ ڈر لگا رہتا ہے کہیں ان کا ایمان برباد نہ ہو جائے اگر خدا پناہ ایسا ہو گیا تو پھر قیامت کے دن رب قدوس کی بارگاہ میں حاضری کی حالت کیا ہوگی وہاں کوئی ہمارا مددگار نہ ہوگا آپ انہیں ہمیشہ عذاب الہی سے ڈراتے رہیں تاکہ وہ ایمان پر پکے رہیں، متقی بنیں، ڈرانے سے بھی تبلیغ ہے، واعظ، خطیب کو چاہئے جہاں وہ جنت، کوثر، سلسبیل کی بشارتیں سنائے وہاں اللہ کے خوف سے بھی ڈرائے۔ تبلیغ کا ایک اہم ستون عشق و محبت کا انداز بھی ہے جو بہت بڑا کامیاب ہے، تبلیغ کا ایک اور انداز مضبوط دلائل بھی ہیں، حضور ﷺ نے کفار کو بھی ڈر سنایا ہے کہ وہ جہنم کے عذاب سے بچیں، ایمانداروں کو بھی ڈرایا ہے کہ وہ اپنے رب کی ناراضگی سے بچیں، پرہیزگاروں کو بھی ڈرایا ہے کہ وہ اپنے تقویٰ، پرہیزگاری سے ہٹ کر بھٹک نہ جائیں۔

اس آیہ مبارکہ میں بد نصیب کفار کو ڈرانے کا ذکر ہے، آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا ان کا کوئی حمایتی نہیں، سفارشی نہیں یہ ان لوگوں کی تردید ہے جو کہتے تھے بت انہیں چھڑا لیں گے، یہود و نصاریٰ کا خیال تھا کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں انہیں قیامت کو کچھ نہیں ہوگا ان کے اس غلط عقیدہ کی تردید کی جا رہی ہے۔ کچھ لوگوں نے اس کا معنی کیا، قیامت کے دن کسی نبی، ولی کی سفارش نہ ہو سکے گی یہ عقیدہ حق سے ہٹا ہوا ہے اس میں انبیاء کی شفاعت کی نفی نہیں ہو رہی اس لئے کہ انبیاء کی شفاعت تو خدا کے اذن سے ہوگی جو قبول ہوگی، کامیاب ہوگی اور لوگ نوازے جائیں گے۔

قیامت کے متعلق تین طرح کے لوگ ہیں ایک وہ جو یقینی طور پر عقیدہ رکھتے ہیں دوسرے وہ جو شک کرتے ہیں، تیسرے وہ جو بالکل منکر ہیں اگرچہ انبیاء علیہم السلام کو ان تمام طبقوں کو سمجھانے کا حکم ہے مگر پہلے دو طبقے زیادہ اثر لے سکتے ہیں اس لئے ان کی طرف اشارہ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ  
يُرِيدُونَ وَجْهًا مَّا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّمَّنْ  
شَاءَ ۖ وَمِمَّا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِمَّنْ شَاءَ  
تَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ ۝

اللہ  
العظیم

اور اُن لوگوں (فقیر مسلمانوں) کو دور نہ کیجئے جو  
صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے رہتے ہیں  
وہ اُسی کی رضا چاہتے ہیں ان کا حساب بالکل  
آپ کے ذمہ نہیں اور آپ کا حساب ان کے  
ذمہ نہیں اگر بالفرض آپ نے ان کو دور کر دیا تو  
آپ غیر منصفوں سے ہو جائیں گے (۵۲)

### تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا کہ محبوب بد بخت کفار سے فرما دیجئے میں نے خزانوں کے مالک ہونے کا دعویٰ  
نہیں کیا، غیب جاننے کا اعلان نہیں کیا مجھ سے غیر ضروری بے تکے سوالا نہ کرو۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ محبوب  
غریب لوگوں کو اپنے سے دور نہ کرو انہیں قریب کر کے انعامات سے بھی نوازو، رحمت و برکات سے بھی مالا  
مال کرو۔ اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ ہوا: ایک موقعہ پر اقرع بن حابس تمیمی اور ساتھی حضور ﷺ کے  
دربار میں آئے اور انہوں نے غریب و فقیر صحابہ حضرت بلالؓ، صہیبؓ، عمارؓ کو حضور ﷺ کے پاس بیٹھے اور  
باتیں کرتے دیکھا ان کے لباس سے غربت و فقر کے آثار نمایاں تھے۔ ان آنے والوں نے حضور ﷺ سے  
عرض کیا ہمیں ان غریب فقیر صحابہ کے ساتھ بیٹھنے میں شرم محسوس ہوتی ہے۔ آپ انہیں نکال دیں تو ہم آپ  
کے پاس بیٹھا کریں، حضور ﷺ نے ان کی یہ درخواست مسترد کر دی یا اُن لوگوں نے یہ کہا کہ غریب صحابہ کیلئے  
تعلیمی وقت الگ کر دیں ہمارے لئے الگ تو حضور ﷺ نے ان کی بات ماننے سے انکار فرما دیا تو حضور ﷺ  
کی تائید میں یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔

ایک روایت اس طرح بھی ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے درخواست کی حضور ان  
امیر لوگوں کی بات مان لی جائے کوئی حرج نہیں، آج ان کے دلوں میں تکبر و غرور ہے تو چند دن بیٹھنے کے

ساتھ یہ ٹھیک بھی ہو سکتا ہے، کفار نے کہا ہمیں یہ تحریر دے دی جائے کہ وہ الگ ہوں گے ہم الگ ہوں گے عمر فاروق رضی اللہ عنہ قلم دوات لے کر یہ لکھنے کیلئے حاضر ہوئے، اس آیہ مبارکہ کے اترنے پر حضور ﷺ نے وہ کاغذ قلم دوات پھینکوا دیے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے اس اصرار سے توبہ کی کہ ان امیر لوگوں کو الگ وقت دے دیا جائے اور غریبوں کو الگ پھر حضور ﷺ کا دستور یہ رہا ہے، ہم حضور کے ساتھ رہتے تو آپ یہ فرمایا کرتے میری زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہے (روح المعانی، کبیر)

آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کو ارشاد ہے کہ آپ غریب و فقیر صحابہ کو اپنے سے دور نہ کریں ان کے ظاہری لباس سے تو ان کی غربت نمایاں ہوتی ہے مگر ان کے اخلاص کا یہ عالم ہے کہ وہ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں، محبوب یہ لوگ قیامت تک کیلئے تیری محفل کا حسن ثابت ہوتے رہیں گے کفار کی درخواست پر دھیان نہ دیں یہ لوگ مخلص نہیں، قیامت کے دن آپ سے کفار کے بارہ میں سوال نہ ہوگا کہ وہ اسلام کیوں نہیں لائے، آپ ہماری صفت بے نیازی کے مظہر ہیں۔ کائنات کو آپ کی ضرورت ہے محتاجی ہے آپ کو ہمارے سوا کسی کی محتاجی نہیں اگر آپ فقراء کو محفل سے روک دیں گے تو یہ نا انصافی آپ کے اخلاق کریمانہ سے بہت دور ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں ان غریب صحابہ کی عظمت کا ذکر ہے کہ وہ صبح و شام رب کی عبادت کرتے ہیں باقاعدگی سے فرائض ادا کرتے ہیں، ایک قول یہ ہے تلاوت کرتے ہیں، یہ بھی معنی کیا گیا ہے رب سے دعائیں مانگتے ہیں، یہ بھی ہے کہ ان کی عبادت میں اخلاص ہے، رضا جوئی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



وَكَذَلِكَ نُنَاقِشُكُمْ بِبَعْضِ لِقَائِهِمْ أَهْلُوا لَكُمْ مَنْ  
 اللَّهُ عَلَيْهِمْ مَنْ يَنْبِئُكُمْ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ  
 بِالشَّاكِرِينَ ۝ وَإِذْ جَاءُوكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ  
 بِالْآيَاتِ فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى  
 نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا  
 مِثْلَ نَفْسٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهَا وَأَصْلَحْ فَأَنَّهُ  
 غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَكَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ  
 لِيَتَذَكَّرُوا ۝

اللَّهُ  
 الْعَظِيمُ

اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کو بعض  
 کے سبب آزمائش میں مبتلا کر دیا تاکہ انجام کار  
 مالدار (کافر) یہ کہیں کیا ہم میں سے یہی وہ  
 لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا (اے کفار)  
 کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب جاننے والا  
 نہیں ہے (۵۳) اور جب آپ کے پاس وہ  
 لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں  
 تو آپ کہیں تم پر سلام ہو تمہارے رب نے محض  
 اپنے کرم سے اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے  
 کہ تم میں سے جس کسی نے لاعلمی کی وجہ سے کوئی  
 برا کام کر لیا پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح  
 کر لی بے شک اللہ بخشنے والا بے حد رحم فرمانے  
 والا ہے (۵۴) اور ہم یوں ہی تفصیل سے  
 آیتوں کو بیان کرتے ہیں اور تاکہ مجرموں کا  
 راستہ واضح ہو جائے (۵۵)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں تھا کہ کفار یہ ظاہر کرتے ہیں کہ انہیں غریب ایمانداروں کے ساتھ بیٹھنے میں شرم  
 محسوس ہوتی ہے اس لئے اسلام قبول نہیں کرتے۔ اس آیہ کریمہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ اس دُوری کی وجہ شرم  
 نہیں وہ تو گھروں، بازاروں، محفلوں میں ملتے رہتے ہیں، اصل وجہ ان کا حسد ہے کہ فقیر ہم سے پہلے ایمان

لا کر عزت حاصل کیوں کر گئے۔

اس آئیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا ایک موقعہ پر قریش کے امیر لوگ، عیینہ، عتبہ، شیبہ، امیہ بن خلف، ابو جہل کے غلام مسلمان ہو کر صحابیت کے بلند مقام پر پہنچ گئے ان پر قریشی سردار جل گئے کہ ان غلاموں کو حضور نے اتنا قریب کیوں بنا لیا ہے چنانچہ عتبہ، شیبہ ابوطالب کے پاس آئے اور یہ شکایت کی کہ حضور ﷺ نے ان کے غلاموں کو بڑا قریب کر لیا ہے، حضور سے عرض کریں ہمارے غلاموں کو اپنی محفل سے نکال دیں کہ حضور کے دین کی عزت ہمارے دلوں میں پیدا ہوگی، ہو سکتا ہے اس کے بعد ہم ایمان لے آئیں بعض لوگوں نے کہا اگر اسلام حق ہوتا تو اس کی توفیق ہمیں پہلے ملتی کہ ہم پر خدا خوش ہے، حرم کی زمین ہمارے لئے ہے کعبہ کی خدمت ہم کرتے ہیں، حجاج کو زمزم پلانا ہمارے حصہ میں ہے مکہ کی سرداری ہمارے پاس ہے اگر اسلام اللہ کی نعمت ہوتی تو یہ بھی ہمیں پہلے ملتی۔ اس کے حقدار ہم ہی ہوتے چنانچہ ان کی گفتگو سن کر ابوطالب نے حضور سے عرض کی تو یہ آئیہ پاک نازل ہوئی۔

ابن کثیر نے تفصیل بیان کی ہے ابن کثیر نے ان غریب ایمانداروں کے نام یہ بتائے ہیں یہ، بلال، عمار، سالم، مقداد، مسعود، واقد تھے۔ حضور ﷺ سے فرمایا گیا اے محبوب انہیں خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے شاگردوں اور کافر بندوں کو اچھی طرح جانتا ہے، دنیاوی نعمتیں ہر شاگرد کو کافر کو مل جاتی ہیں مگر اخروی نعمتیں صرف شاگردین کو ملتی ہیں، مسلمانوں کی غربت کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھاؤ۔

خاکسارانِ جہاں را سخارت منگر تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد  
ان فقیروں کو سخارت سے نہ دیکھو تمہیں کیا پتہ کہ اس گرد دھول میں کوئی سوار آ رہا ہے، لعل گدڑیوں میں ہوتے ہیں خزانے زمین کے نیچے ہیں۔

”وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ“ کے ارشاد میں حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے یہ لوگ تو کہتے ہیں فقراء، صحابہ کو دینی محفل سے الگ کر دیں وہ پھر آپ کے ہاں آیا کریں گے ہم کہہ رہے ہیں محبوب! آپ ایسا ہرگز

نہ کریں ان غریبوں کو اپنی محفل سے الگ نہ کریں بلکہ انہیں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھیں ان کی عزت افزائی اس طرح کریں جب یہ ایمان دار آپ کی خدمت میں حاضری دیں تو آپ انہیں ہمارا سلام پہنچائیے اور یہ بھی فرمائیے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تمہارے لئے رحمت بھی لازم کر دی ہے اور ضابطہ بتا دیا اگر تم سے کوئی اپنی بے عقلی کے سبب گناہ کر بیٹھے اور اور پھر مرنے سے پہلے خلوص دل سے توبہ استغفار کرے، معافی مانگ لے تو اس مجرم کا حال یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ غفور ہے، رحیم ہے اس کے سارے گناہ بخش دے گا اور جنت میں جگہ عطا فرمائے گا، جن غریب لوگوں سے کفار نے نفرت کی دراصل ان غریبوں کی عزت و شرافت کا پروانہ تو آسمان سے نازل ہو گیا قرآن مقدس نے اس عنوان کو دوسری جگہ اس طرح فرمایا ہے ”وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ“ محبوب آپ ان غرباء سے اپنی نگاہیں نہ پھیریں اور فرمایا ”وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدْعُوۡنَ رَبَّهُمْ“ اپنے کو ان سے قریب رکھیں جو صبح و شام اللہ کی عبادت کرتے ہیں یعنی دن رات اس کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔

آیہ کریمہ سے واضح ہو رہا ہے، پھٹے پرانے لباس کو دیکھ کر کسی کو ذلیل مت جانو، حضور ﷺ نے فرمایا بہت سے شکستہ حال غریب ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ اللہ کے مقبول بندے ہیں اگر کسی کام کیلئے قسم اٹھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کرتا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ شرافت کا معیار دنیا کی دولت نہیں بلکہ اصل معیار اخلاق اور اعمال صالحہ پر موقوف ہے یہ بھی پتہ چل رہا ہے کہ لوگوں میں ان لوگوں کا حق مقدم ہے جو تعلیمات کو اپنا کر اس پر چل رہے ہیں یہ بھی پتہ چلا کہ انعامات بڑھتے رہتے ہیں، ایمان والوں کو یہ عظیم انعام ملا ہے کہ محبوب! جب وہ تیرے پاس آئیں تو انہیں ہمارا سلام پہنچا دیجئے، سبحان اللہ ایمانداروں کی کس قدر عظمت ہے کہ اللہ انہیں سلام پہنچا رہا ہے۔

اس آیہ مبارکہ کا ایک معنی یہ بھی ہو سکتا ہے محبوب ایمانداروں کو سلامتی کی خوشخبری سنا دیں اگر ان لوگوں سے کوئی غلطی کوتاہی ہو گئی ہے تو معاف کر دی جائے گی اور یہ ہر مصیبت سے سلامت رہیں گے، ان



پر کرم بالائے کرم یہ ہے کہ اس نے اپنے ذمہ کرم پر لکھ لیا ہے کہ انہیں رحمت سے نوازے۔ بخاری شریف میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی تقدیر کا فیصلہ فرمایا تو اپنی کتاب میں اپنے متعلق لکھ دیا جو کہ اس کے پاس موجود ہے ”ان رحمתי غلبت غضبی“ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ آیہ کریمہ کے آخر میں یہ بھی فرمایا گیا کہ توبہ سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، توبہ ایک بہترین عمل ہے جسے اپنانا چاہئے آخر میں فرمایا گیا ہم اس طرح تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں کہ مجرموں کا طریقہ واضح ہو جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 آپ کہہ دیجئے مجھے ان کی عبادت سے روک دیا گیا ہے جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو  
 آپ کہتے ہیں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کرتا، اگر بالفرض میں نے ایسا کیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت والوں سے نہیں رہوگا (۵۶)

قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ أَعْبُدْكُمْ قَدْ ضَلَلْتُمْ إِذَا مَا أَنَا مِنَ الْهَادِينَ ۝  
 ﷺ  
 العظیم

### تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا کہ کفار نے مطالبہ کیا تھا آپ فقراء، مومنین کو اپنے سے دور کر دیں، اس آیہ کریمہ میں خود مشرکین کو ٹھکرایا جا رہا ہے اور کفار کو سخت جواب دیا جا رہا ہے اور کفار کو مایوس کر دیا گیا ہے کہ وہ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ کبھی حضور ﷺ ان سے مل جائیں گے (معاذ اللہ)

فرمایا گیا محبوب واضح طور پر فرمادیں کہ مجھے قطعی طور پر منع فرما دیا گیا ہے کہ میں کبھی کسی صورت میں بھی تمہارے معبودانِ باطل کی عبادت کروں اور یہ بھی فرمادیں کہ تم کسی وحی کے تابع نہیں، کسی کتاب پر ایمان نہیں رکھتے اور یہ بات ظاہر ہے نفس کی اتباع بندے کو حق تک نہیں پہنچا سکتی، مشرکین تو صرف اپنی

خواہش اور اپنے بڑوں کی اندھی تقلید کے قائل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بتوں کی پرستش کر رہے ہیں اور بتوں کی عبادت کرنا ہدایت کے خلاف ہے، کفار کی خواہش تھی کہ حضور ﷺ بھی ان کے معبودانِ باطل کی پرستش کرنے لگ جائیں (معاذ اللہ)

اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے حکم دے دیا محبوب! آپ واضح اور کھلا اعلان کر دیں میں تمہارے معبودانِ باطل کی پرستش نہیں کرتا، اس آیہ کریمہ میں ’تدعون‘ کا معنی ’تعبدون‘ ہے بعض لوگوں کو یہاں ٹھوکر لگی کہ اللہ کے بغیر کسی کو بلانا منع ہے یہاں پر اللہ کے بغیر کسی کی عبادت کرنا مراد ہے جس سے روک دیا گیا ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں عقیدہ تو حید بھی واضح سمجھ آ رہا ہے اور گناہوں سے بچنے کا نسخہ بھی۔ اگر بندہ اس عقیدہ کو اپنے اندر مضبوط بنالے کہ میرا رب مجھے ہمیشہ اور ہر حالت میں دیکھتا ہے تو گناہوں سے بچنے کا احساس پیدا ہو جاتا ہے، عقیدہ تو حید یہ نہیں کہ صرف اللہ کو ایک مانا جائے بلکہ ضروری ہے کہ اُسے وحدہ لا شریک ماننے کے ساتھ ساتھ اس کی صفات کمال میں بھی اسے یکتا مانا جائے۔ اور انبیاء اولیاء کے بارہ میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ ان کے سارے کمالات خدائے قدوس کے عطا کردہ ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَكَذَّبْتُم بِهِ مَا عِنْدِي مَا اسْتَعِجَلُونَ بِهِ إِنَّ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ يَقْضِي الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ ﴿٥٧﴾  
قُلْ لَّوْ أَن عِنْدِي مَا اسْتَعِجَلُونَ بِهِ لَفُضِّي الْأَمْرُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ ﴿٥٨﴾

صَلَّى  
الْحَقِّ

آپ کہتے بے شک میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں جس کو تم نے جھٹلایا ہے جس چیز کو تم جلدی سے طلب کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں حکم صرف اللہ کا ہے وہ حق بیان فرماتا ہے اور وہ بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے (۵۷) آپ کہتے اگر میرے پاس وہ شی ہوئی جس کو تم جلدی طلب کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور اللہ ہی ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ (۵۸)

### تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا، محبوب! آپ فرمائیے میں تمہارے معبودانِ باطل کی کبھی پرستش نہیں کروں گا نہ کبھی تمہاری خواہشات کی پیروی کروں گا، اس لئے کہ تم لوگ باطل پر ہوا اندھیرے میں ہو اور روشنی میں نہیں ہو، روشنی اور اندھیرے کا کوئی مقابلہ نہیں، روشنی تو روشنی ہی ہے، نور اور اندھیرا جمع نہیں ہو سکتے۔

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا، حضور ﷺ نے کفار کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور قبول نہ کرنے پر عذاب الہی سے ڈرایا، کفار نے مذاق کے طور پر کہا محمد وہ عذاب جس کا آپ ذکر کرتے ہیں جلد لائیے، ہم تو انتظار میں ہیں اور یہ بھی کہتے اگر تو سچا ہے تو عذاب لا، لاتا کیوں نہیں کبھی یہ بھی کہتے ”فامطر علينا حجارة من السماء“ ہم پر آسمان سے پتھر برسا اگر تو سچا ہے تو وعدہ کے مطابق عذاب لے آ۔ ان کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

ایک اور روایت اس طرح بھی ہے کہ کفار حضور ﷺ سے معجزات کا مطالبہ کرتے تھے کہ مکہ کے پہاڑ



سونا بن جائیں، نہریں جاری ہو جائیں ساری زمین قابل کاشت ہو جائے اگر یہ معجزات آپ نے نہ دکھائے تو آپ سچے رسول نہیں، ان کے جواب میں آیات نازل ہوئیں۔ حضور ﷺ سے فرمایا گیا ہے محبوب ان سے فرما دیجئے تم اپنے منہ سے عذاب کا مطالبہ کر رہے ہو یا آپ کے متعلق یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کی طرف مائل ہو جائیں ان کے گروہ میں شامل ہو جائیں۔ انہیں فرمائیے میں تمہاری پیروی نہیں کر سکتا میں تو اپنے رب کی طرف سے روشنی پر ہوں اور تم اندھیرے میں ہو، روشنی اور اندھیرا اکٹھے کیسے ہو سکتے ہیں جس طرف تم مجھے بلارہے ہو، میں دیکھ رہا ہوں وہ باطل ہے، دھوکہ ہے فریب ہے پھر میں کیسے آسکتا ہوں ہاں جس عذاب کا تم مجھ سے مطالبہ کر رہے وہ میری قدرت میں نہیں کہ میں اللہ کے فیصلے کے خلاف عذاب لے آؤں، حقیقی فیصلے تو اُسی کے پاس ہیں وہ ہمیشہ حق فرماتا ہے اور سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے اور یہ بھی فرما دو وہ عذاب جس کا تم جلد مطالبہ کر رہے ہو، میرے قبضہ میں نہیں اگر ایسا ہوتا تو میرا تمہارا فیصلہ ہو چکا ہوتا تم عذاب چاہتے ہو میں تو اللہ کی رحمت ہوں پہلے انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں کے متعلق دعا کی، عذاب نازل ہوا، میں تو رحمت بن کر آیا ہوں، پہلے انبیاء علیہم السلام کی طرح جلال نہیں، مجھ میں جمال کا ظہور ہے۔

نزول عذاب کے بارہ میں اللہ کا حکم ہوا نہیں تو میں کیسے لاؤں، میری رسالت کی واضح دلیل یہ ہے کہ قرآن پاک بھیج دیا۔ آیہ کریمہ کے آخر میں فرما دیا گیا، فیصلے اُسی کے ہوتے ہیں اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، کہ کس کے ساتھ کیا معاملہ کس وقت کیا جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنَ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٌ فِي ظِلْمٍ الْأَرْضِ وَلَا يَاسٍ فِي الْأَفْقِ كِتَابٌ مُبِينٌ ۝ وَهُوَ الَّذِي يُتَوَفَّكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقَاسَى أَجَلٌ مُسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

اللہ  
عظیم

اور اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں اس کے سوا (از خود) ان کو کوئی نہیں جانتا وہ ہر اس شے کو جانتا ہے جو خشکی اور سمندروں میں ہے وہ ہر اس پتے کو جانتا ہے جو درخت سے گرتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں ہر دانہ، ہر تر اور ہر خشک چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے (۵۹) اور وہی رات میں تمہاری روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم نے ان میں کیا پھر دن میں تم کو اٹھا دیتا ہے تاکہ مقررہ میعاد پوری ہو پھر اسی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے پھر وہ تمہیں ان کاموں کی خبر دے گا جو تم کرتے تھے (۶۰)

### تفسیر

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے علم غیب کا ذکر ہے کہ غیب کی کنجیاں صرف وہی جانتا ہے اور یہ علوم غیبیہ صرف اللہ ہی جانتا ہے یہ معاملات سارے کے سارے اُسی کے قبضہ قدرت میں ہیں یہ غیب کی کنجیاں بغیر اس کے بتائے کسی کو معلوم نہیں کوئی شخص نہیں بتا سکتا کہ قیامت کب ہوگی؟ اس کا انجام کیا ہوگا؟ وہی ہے جو جانتا ہے اسی کا علم وسیع ہے خشکی، تری، بحر و بر کی ساری چیزیں اسی کے علم میں ہیں ہاں وہ ذات گرامی اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے یہ غیب کی چابیاں بتا دے اور اس کی کئی صورتیں مثلاً قرآن مقدس وہ کتاب ہے جو ہر شے کو ظاہر کرتی ہے۔ حضور ﷺ کے متعلق فرمایا گیا ”نزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیء“ ہم نے تجھ پر کتاب اتاری جس میں ہر شے کا ذکر واضح ہے۔

دوسری جگہ پر اس طرح فرمایا ”الرحمن علم القرآن“ رحمان نے اسے قرآن سکھایا جیسے ارشاد

ہے ”وَعَلِمَكُمَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ“ تجھے ہر وہ شے سکھادی جس کا تجھے پتہ نہ تھا ان آیات کی روشنی میں غیب کی کنجیاں بھی آگئیں اللہ جسے چاہے بتادے۔ غیب کی کنجیوں کے متعلق عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا غیب کی کنجیاں پانچ ہیں (۱) کوئی شخص نہیں جانتا کل کیا ہوگا (۲) کسی کو پتہ نہیں ماں کے پیٹ میں کیا ہے بچہ ہے یا بچی (۳) کل کو کیا کرے گا (۴) نہ کسی کو پتہ ہے کہ وہ کس جگہ مرے گا (۵) نہ کسی کو پتہ ہے بارش کب ہوگی۔ سیدنا عبداللہ بن عمر کی اس روایت کے مطابق یہ غیب کی کنجیاں جو اسی کے پاس ہیں کسی کو بتانے پر پابندی نہیں جسے وہ چاہے بتادے۔ میدان بدر میں جنگ سے ایک دن پہلے مرنے والے کفار کیلئے حضور ﷺ نے جگہ مقرر فرمادی تھی، سیدنا یوسف علیہ السلام نے بارش کے متعلق فرمادیا تھا کہ فلاں وقت بارش ہوگی، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صدقہ کے مال کی رکھوالی کر رہے ہیں، شیطان آیا کھجوریں اٹھا لیں، سیدنا ابو ہریرہ نے پکڑ لیا وہ فتنیں کر کے چھوٹ گیا، صبح کو ابو ہریرہ دربار نبوی میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا تیرے چور نے کیا کیا؟ سارا واقعہ سنایا تو حضور ﷺ نے فرمایا وہ کل بھی آئے گا۔ ان علوم کا ذکر اس لئے فرمایا گیا کہ یہ اہم ہیں ورنہ ہر شے جو غیب ہے وہی جانتا ہے، ہاں جسے چاہے جتنا چاہے عطا فرمادے۔

آیہ کریمہ میں کسی کو دینے کی نفی نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مفاتیح الغیب سے مراد زمینوں اور آسمانوں میں غیب کے خزانے مراد ہیں۔ اس آیہ کریمہ کے ارشاد میں کچھ لوگوں کو غلطی لگی ہے کہ وحی کشف سے جو علوم دیا گیا وہ غیب نہیں، یہ سراسر غلطی ہی ہے۔ قبر، حشر، نشر، جنت، دوزخ، خلق، برزخ کے ایسے واقعات جو وحی کے ذریعہ بتائے گئے ہیں یہ بھی علوم غیبیہ ہی تھے جن کی اطلاع دیدی گئی۔

علامہ قرطبی نے اس مسئلہ پر شاندار انداز اختیار کیا ہے فرماتے ہیں علوم غیبیہ اس کے پاس ہیں، چاہیاں اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں مگر ”فَمَنْ شَاءَ الطَّلَاعَةُ عَلَيْهَا اَطْلَعَهُ“ جسے علم غیب دینا چاہتا ہے اے دے دیتا ہے۔ ”وَمَنْ شَاءَ حَجَبَهُ عَنْهَا حَجَبَهُ“ اور جسے محروم رکھنا چاہے محروم کر دیتا ہے۔ مفاتیح الغیب کے ذکر کے بعد اپنے علم کے زبردست احاطہ اور عالمگیر ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے، کہ وہ زمین کے ہر ذرے کو جانتا ہے، ہر خشک و تر کو جانتا ہے اور یہ سب کچھ روشن کتاب میں لکھا ہے۔



اپنی قدرت کاملہ کا ذکر فرماتے ہوئے نیند اور بیداری کا ذکر فرمایا، وہی ہے جو تمہیں رات کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے اور پھر ان کو اٹھاتا ہے تاکہ تمہاری عمر کی معیاد پوری کر دی جائے پھر تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر وہ تمہیں بتائے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر زبردست طاقت رکھتا ہے جس بندے کو زندہ رکھنا منظور ہو اس کی حفاظت کیلئے فرشتے مقرر فرما دیتا ہے اور جس کی عمر پوری ہو جائے تو وہی محافظ فرشتے اس کی موت کا سبب بن جاتے ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ  
اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور تم پر نگہبان بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے (۶۱) پھر لوٹائے جاتے ہیں اپنے مولا کی طرف، آگاہ ہو جاؤ اسی کا حکم ہے اور وہ جلد حساب لینے والوں میں بہت جلد حساب لینے والا ہے (۶۲)

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفْزِطُونَ ۚ ثُمَّ رُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰیْهِمْ اِنَّ اِلٰهَ الْاَحْكَمِ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِیْنَ ۝

اللہ  
صَدَقَ  
الْحَقَّ

### تفسیر

پچھلی آیات مقدسہ میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے علم کا ذکر تھا کہ اس کا علم ہر ذرہ، ہر قطرہ، ہر خشک وتر، بحر و بر کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس آیت پاک میں اسکی قدرت کا ذکر ہے کہ لوگو! تمہاری موت و حیات اتفاقی معاملہ نہیں بلکہ قدرت کی طرف سے طے شدہ ہے۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ساری مخلوق پر قابض و غالب ہے۔ انسان، جن، فرشتے

، پتھر، درخت سبھی اس کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ ہم انسان بے شمار دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں مگر وہ اللہ ہماری حفاظت فرما رہا ہے موت کا وقت آتا ہے تو فرشتے روح قبض کرنے کی خدمات انجام دیتے ہیں۔

پھر فرمایا تم ان سب معاملات سے گذر کر آخر اللہ کی بارگاہ میں لوٹائے جاؤ گے وہ تم سے اپنے کئے کا حساب لے گا وہ تمام حساب لینے والوں سے جلد حساب لینے والا ہے۔ اس آیہ پاک میں اس کی قوت قاہرہ کا ذکر ہے۔ ”ردوہ الی اللہ“ کا معنی یہ ہوا دوبارہ زندہ ہو کر اللہ کے حضور حاضر کئے جاؤ گے۔ اس مقام پر کس کی مجال ہے کہ اپنے رب کے سامنے اپنے زندگی کے معاملات و حالات میں پورا اُتر سکے اور جوابدہ ہو سکے چنانچہ اس کے ساتھ فرمایا اللہ تعالیٰ ”احکم الحاکمین ہی نہیں وہ تمہارا مولیٰ بھی ہے جو ہر لمحہ ہر موقعہ تمہارا مددگار ہے، معین ہے آگاہ رہو فیصلہ اور حکم اسی کا ہے یہاں پر یہ سوال ذہن میں آسکتا تھا کہ اللہ ایک ذات بابرکات ہے کھربوں لوگوں کا حساب کیسے ہوگا؟ تو فرمادیا گیا وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

آیہ کریمہ میں اللہ کے ”قاہر“ ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ کبھی اندھیرے پر نور لاتا ہے کبھی حیات پر موت طاری کرتا ہے کبھی دن پر رات اور رات پر دن کا غلبہ کرتا ہے کبھی کسی سے ملک چھین لیتا ہے کسی کو دے دیتا ہے کبھی کسی سے عزت چھین لیتا ہے، ذلت مسلط کر دیتا ہے کبھی کسی کو ذلت سے نکال لیتا ہے اور عزت سے نواز دیتا ہے یہ ساری صورتیں اس کے قاہر ہونے کے مظاہر ہیں۔

اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی قدرت قاہرہ کا اظہار قرآن مقدس میں دوسری جگہ پر اس طرح ہوتا ہے ”وان یمسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا هو“ اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی ضرر پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ خیر پہنچائے تو اس کے فضل و کرم کو کوئی روکنے والا نہیں۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا تم پر محافظ فرشتے بھیجتا ہے کوئی نہ سمجھے کہ اس کے معاملات سے اللہ بے خبر ہے، فرشتے مقرر کئے ہیں جو اس کی ہر بات، ہر حرکت محفوظ کر لیتے ہیں قیامت کے دن اگر یہ انکار کرے گا تو وہ محفوظ ریکارڈ پیش کر دیا جائے گا۔ فرشتے بھیجنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ریکارڈ محفوظ ہو ورنہ میرے

معاملات کو اللہ تعالیٰ بذات خود جانتا ہے فرشتہ نہ بھی ہو تو وہ علیم ہے، قدیر ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِۦۤ اٰفَکَاۃً خَلْقَهُ  
 قُلْ مَنْ يُنْفِیْکُمْ مِّنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ  
 تَدْعُوْاۤ لَکُمْ نَجۡوًا وَّخَفِیَّۃً لِّیۡنِ الْاٰیٰتِ اَمِّنْ هٰذَا  
 لَنُکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیۡنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ یُنْفِیْکُمْ مِّنْہَا  
 وَمِنْ کُلِّ مَکْرٍ اَنْتُمْ تُشْرِکُوْنَ ۝

اللہ  
 صَدِّقُ  
 الْعَظَمِیِّ

آپ کہہ دیجئے تمہیں خشکی اور سمندروں کی  
 تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے جس کو تم  
 عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارتے ہو کہ اگر وہ  
 ہمیں اس (مصیبت) سے بچائے تو ہم ضرور  
 شکرگزاروں میں ہیں یا ہو جائیں گے (۶۳)  
 آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی تم کو مصیبت سے اور ہر  
 تکلیف سے نجات دیتا ہے پھر بھی تم شرک  
 کرتے ہو (۶۴)

### تفسیر

حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب! ان کفار و مشرکین سے یہ تو پوچھیں کہ جنگلوں اور دریاؤں کی مصیبتوں  
 سے تمہیں کون بچاتا ہے اس وقت جب تم ان مشکلات میں پھنس جاؤ تو پھر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہو اے  
 اللہ! ہمیں اس مصیبت سے بچا، کسی بت کو نہیں پکارتے اور کہتے ہو اے اللہ اگر تو ہمیں اس مصیبت سے  
 بچالے تو ہم تیرے شکرگزار بندوں میں ہوں گے۔ آپ انہیں پوچھیں یہ پوچھنا انہیں رب کی طرف بلانا  
 اور اس کی عبادت پر مائل کرنا ہے، انہیں بتاؤ، تمہیں مشکلات و مصائب سے صرف اللہ تعالیٰ ہی بچاتا ہے مگر  
 تم ہو کہ پھر بھی اُسکی طرف مائل نہیں ہوتے جب اس قسم کی مشکلات میں گھر جاتے ہو اور تمہیں شدید خطرہ  
 لاحق ہو جاتا ہے اور بچ نکلنے کی کوئی صورت تمہیں دکھائی نہیں دیتی اور ہر طرف سے مایوسی ہی مایوسی نظر آتی  
 ہے تو اس وقت صرف اللہ کی طرف ہی رجوع کرتے ہو۔



معلوم ہوا صحیح فطرت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہی پکارا جائے اُسی کے فضل و کرم پر بھروسہ کیا جائے کفار کو بتانا مقصود ہے جب ان مشکلات و مصائب میں وہی مددگار ہے وہی کارساز ہے تو تمہیں چاہئے کہ ہر لمحہ ہر حال میں اُسے ہی پکارو، مگر انسان ناشکرا ہے جب وہ مصیبت سے بچ نکلتا ہے تو پھر وہی کفر، ضد، تعصب خدا سے بغاوت اختیار کر لیتا ہے اور بتوں کی پرستش میں مصروف ہو جاتا ہے۔

اس آئیہ کریمہ میں بت پرستوں کی مذمت کی گئی ہے کہ مشکلات و مصائب میں تو اللہ کو پکارتے ہیں مگر امن پاتے ہی پھر وہی پرانی روش اختیار کر لیتے ہیں کفار و مشرکین کی اس گندی حرکت کا ذکر قرآن مقدس نے دوسری جگہ اس طرح فرمایا ہے ”واذا مسکم الضر فی البحر ضل من تدعونہ الا ایاہ فلما نجکم الی البر اعرضتم وکان الانسان کفوراً“ اور جب تمہیں کوئی سمندری آفت پہنچتی ہے تو اللہ کے سوا جن کی تم پرستش کرتے ہو گم ہو جاتے ہیں پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے انہیں کہہ دیجئے ان مشکلات سے تمہیں صرف اللہ ہی بچاتا ہے اور پھر تم شرک کرتے ہو، کفار و مشرکین کی غداہی، نافرمانی کے ذکر کے ساتھ ہم مسلمانوں کیلئے بھی ایک عبرت ہے ہم اللہ پر ایمان رکھنے کے باوجود بھی مشکلات میں اپنے خدا کو بھول جاتے ہیں اور دنیاوی ساز و سامان پر ہی بھروسہ کر بیٹھتے ہیں کہ یہی علاج، یہی دوا، یہی ٹیکہ ہمیں بچا دے گا دنیاوی ساز و سامان کا اختیار کرنا شرعاً کوئی گناہ نہیں مگر ضروری ہے کہ مومن کی توجہ اسی پر ہو کہ حقیقی کارساز، شافی و بچانے والا صرف اللہ ہی ہے، آئے دن انسانی مشکلات و مصائب بڑھتی جا رہی ہیں ان سے نجات کا ذریعہ ایک ہی ہے کہ رب قدوس کی طرف رجوع کیا جائے اور مادی تدبیروں کو اس کی عطا کی ہوئی نعمتوں کے طور پر استعمال کیا جائے۔ سلامتی کی راہ یہی بہترین راہ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا بَاقًا  
فَوْقَ كُلِّ أُومٍ مِّنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَكْسِفُكُمْ سُجُودًا  
يَذِقُ بَعْضُكُم بِأَسْبَاطِ بَعْضٍ أَنْظُرْكُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ  
الَّذِينَ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ۖ وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمُكَ وَ  
هُوَ الْحَقُّ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ۚ لِّكُلِّ نَبِيٍّ  
مُّسْتَقَرٌّ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝

صَلَّى  
الْعِظَمِ

آپ فرمائیے وہی اس پر قادر ہے کہ تم پر  
تمہارے اوپر سے عذاب بھیجے یا تمہارے پاؤں  
کے نیچے سے یا تمہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کر  
دے اور تمہارے بعضوں کو بعض کی لڑائی کا مزہ  
چکھا دے دیکھئے ہم کس طرح بار بار دلائل دے  
رہے ہیں تاکہ یہ سمجھ سکیں (۶۵) اور آپ کی قوم  
نے اس کو جھٹلایا حالانکہ یہی حق ہے آپ کہتے  
میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں (۶۶) ہر خبر کا ایک  
وقت مقرر ہے اور عنقریب تم جان لو گے (۶۷)

## تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کا ذکر تھا کہ وہ تمہیں مشکلات و مصائب اور اندھیروں سے  
نجات دیتا ہے، اس آیہ پاک میں اس کے غضب، قہر اور گرفت کا ذکر ہے، کفار کا جو خیال ہے کہ مصیبت  
سے نجات پالینے کے بعد اپنے کو کامیاب اور بری سمجھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب وہ ہماری گرفت سے  
باہر ہیں۔ محبوب کریم! (ﷺ) آپ انہیں فرما دیجئے کہ وہ کسی بدگمانی، دھوکے میں نہ رہیں، اللہ تعالیٰ قادر  
مطلق ہے کہ تم پر آسمانی عذاب نازل فرما دے یا زمین سے ہی کوئی مصیبت تم پر مسلط کر دے یا تمہیں مختلف  
گروہوں، گروہوں میں بانٹ دے تم ایک دوسرے سے لڑ لڑ کر مرتے رہو، محبوب! دیکھئے ہم کس طرح  
کھول کھول کر آیات بیان کر رہے ہیں تاکہ اچھی طرح سمجھ جائیں تیری قوم نے قرآن پاک کو جھٹلایا حالانکہ  
قرآن پاک حق ہے، آپ فرما دیجئے میں تمہارے اعمال کا ذمہ دار نہیں میرے ذمہ احکام پہنچا دینا تھا وہ کام  
میں نے پورا کر لیا ہے عذاب آنے میں دیر ہو گئی تو یہ نہ سمجھ لینا کہ قرآن پاک کی خبریں غلط ہیں، بلکہ ہر ایک

شی کا ایک وقت مقرر ہے وہ اپنے وقت پر ظاہر ہوتی ہے، عذاب کا وقت بھی مقرر ہے جب آئے گا تو تم خود دیکھ لو گے۔

سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، آسمان سے عذاب کا اترنا یا زمین سے عذاب کا مسلط ہونا یہ دونوں عذاب کفار و مشرکین کیلئے ہیں، تیسرا عذاب آپس میں ناچاکی، جھگڑے، فساد مسلمانوں کیلئے ہیں ایک اور حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ نے دعا فرمائی میری امت کو کوئی دوسری قوم برباد نہ کر سکے، میری امت قحط سے ہلاک نہ ہو، تیسری دعا فرمائی میری امت میں جھگڑے، فسادات نہ ہوں۔ پہلی دو دعائیں قبول ہو گئیں تیسری کے متعلق فرمایا گیا محبوب یہ تو ہو گا چنانچہ دیکھئے سیدنا علی المرتضیٰ کے دور سے جھگڑوں کا سلسلہ چلا اور وہ اب تک برابر آرہا ہے۔

آیہ مبارکہ میں آسمان سے عذاب اترنے کا ذکر ہے، اس کی تفسیر میں مجاہد کہتے ہیں پتھروں کا برسنا ہے، ہولناک آواز کا آنا ہے، شدید طوفانی بارشوں کا ہونا ہے، پاؤں کے نیچے سے عذاب اترنے کا معنی زمین سے زلزلہ ہے اور اس سے تباہی اور زمین میں دھسنے کا عذاب ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تیری پناہ چاہتا ہوں جب دوسرا حصہ نازل ہوا ”من تحت ارجلکم“ زمین سے عذاب کا ہونا تو فرمایا تیری پناہ چاہتا ہوں اور جب آخری حصہ نازل ہوا کہ تمہارے گروہ ہو جائیں گے اور ایک دوسرے سے لڑیں جھگڑیں گے تو فرمایا یہ آسان ہے، گروہ بندی سے مراد قوم، رنگ، نسل، زبان، نظریات کی وجہ سے بٹ جائے گی اور ایک دوسرے سے جھگڑے ہوں گے۔ مفسرین کرام نے اوپر سے عذاب کے ذکر میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر سخت بارش کا ہونا ذکر کیا اور قوم عاد پر ہوا کا طوفان بتایا، قوم لوط پر پتھر برسائے گئے، بنی اسرائیل پر مینڈک برسائے گئے، اصحاب فیل کو پرندوں سے برباد کیا گیا، قارون کو اس کے خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



وَلِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ  
عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنسِيكَ  
الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٦٨﴾  
وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ  
وَلَكِنْ ذِكْرِى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٦٩﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اور (اے مخاطب) جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو  
ہماری آیتوں کا (اعتراض) مشغلہ بناتے ہیں تو  
اُن سے اعراض کرو حتیٰ کہ وہ کسی اور بات میں  
مصروف ہو جائیں اور اگر شیطان تمہیں بھلا  
دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو  
(۶۸) اور پرہیزگاروں سے ان (ظالموں) کے  
اعمال پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی البتہ ان کو نصیحت  
کرتے رہیں تاکہ وہ (ظالم) اللہ سے ڈریں (۶۹)

### تفسیر

پہلی آیہ کریمہ میں کفار کو عذاب الہی سے ڈرایا گیا تھا کہ کفار پر ادھر پر نیچے سے عذاب آسکتا ہے اب کفار سے  
میل جول رکھنے والوں کو ڈرایا جا رہا ہے کہ بُرے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے اُٹھنے سے روک دیا گیا ہے کہ جب  
ان پر عذاب آئے گا تو تم پس بھی جاؤ گے۔ اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا: کفار مسلمانوں کو دیکھ  
کرا نہیں پریشان کرنے کیلئے قرآن مقدس پر اعتراضات کرنے لگ جاتے۔ حضور ﷺ کی شان میں بکواس  
کرتے ہجرت سے پہلے مسلمانوں کو اُن کے روکنے کی ہمت نہ تھی تو یہ آیہ نازل ہوئی، مسلمانوں سے فرمایا  
گیا جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو اسلام، قرآن اور حضور ﷺ پر اعتراضات کرتے ہیں، مذاق اڑاتے ہیں تو  
تم ان کے پاس نہ بیٹھو نہ ان کی بات کو توجہ سے سنو یا اس محفل کو چھوڑ کر چلے جاؤ یا پھر وہ لوگ اس قسم کی بری  
باتوں سے رُک جائیں، پھر اگر کبھی تمہیں شیطان یہ حکم بھلا دے اور تم بھول کر وہاں بیٹھ جاؤ اور پھر ہماری  
طرف سے مخالفت کا یہ حکم یاد آجائے تو فوراً وہاں سے اُٹھ جاؤ، وہ قوم ظالم ہے ان کے ساتھ مل جل کر رہنے  
والا بھی ظالم ہے ہاں کوئی مسلمان کسی وجہ سے مجبور ہو تو ان کفار کا حساب ان مجبوروں سے نہ لیا جائے گا ہاں

اگر ان کی محفل میں بیٹھنے کا مقصد یہ ہو کہ تمہاری تبلیغ سے وہ اپنی اصلاح کر لیں تو مضائقہ نہیں ان کے ساتھ دل لگا کر بیٹھنا، رغبت کرنا حرام ہے، نفرت کے ساتھ بیٹھنا جائز ہے بشرطیکہ کوئی اہم ضرورت ہو مسلمانوں کو اہل باطل کی محفلوں سے پرہیز کا حکم دیا گیا ہے۔

اس آئیہ کریمہ میں مسلمانوں کو ایک اہم اصولی ہدایت دی گئی ہے جس کام کا کرنا گناہ ہے اسکے کرنے والوں کی مجلس میں شریک ہونا بھی گناہ ہے۔

امام رازی علیہ الرحمہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ اس حکم کا اصل منشاء یہ ہے کہ گناہ کی مجلس اور مجلس والے لوگوں سے اعراض کیا جائے، شیطان کے بھلا دینے کے بعد پھر یاد آ گیا تو کنارہ کشی کر لے، اللہ غفور ہے اس کی کوتاہی کو معاف فرمادے۔ اس ضمن میں حضور ﷺ کا ارشاد گرامی واضح ہے، ”رُفِعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَاءُ وَالنِّسْيَانُ“ میری امت سے خطا اور بھول کو معاف کر دیا گیا ہے۔ اسی ارشاد کا دوسرا حصہ یہ ہے ”وَمَا اسْتَكْرَهُ عَلَيْهِ“ اگر کوئی کام زبردستی کر دیا گیا ہو تو وہ بھی معاف ہے۔

قرآن مقدس نے اسی عنوان کو ایک دوسرے مقام پر اس طرح فرمایا ہے، ”وَلَا تَكُونُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمْسَكُوا بِالنَّارِ“ ظالموں کے ساتھ میل جول نہ رکھو ورنہ تمہیں جہنم کی آگ میں جانا ہوگا۔

اس آئیہ کریمہ کے اترنے پر صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ اگر کفار کی مجالس میں جانے کی پابندی ہے تو مسجد حرام میں ہم کیسے جائیں گے وہاں تو وہ لوگ ہمیشہ رہتے ہیں تو اگلی آئیہ ”وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ“ میں اس کا جواب دیا گیا جو لوگ محتاط رہنے والے ہیں اگر اپنے کام کیلئے مسجد حرام میں جائیں تو ان شریروں کے بد اعمال کی ذمہ داری ان پر نہیں ہوگی ہاں اتنی بات ہے کہ حق بات ان کو پہنچا دیں شاید وہ صحیح راہ پر آجائیں غرضیکہ اس ارشاد گرامی میں بُری صحبت سے بچنے کا حکم ہے۔ ”الصَّحْبَةُ تُوَثِّرُ وَلَوْ قُلْتُ“ صحبت اثر کر جاتی ہے وہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو۔

صحبت صالح ترا صالح کنند

نیک کی محفل نیک بنا دیتی ہے برے کی محفل برابنا دیتی ہے،

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو  
کھیل تماشا بنا لیا ہے اور جنہیں دنیا کی زندگی  
نے دھوکے میں ڈال دیا ہے اور اس (قرآن)  
کے ساتھ انہیں نصیحت کرتے رہو کہیں یہ اپنے  
کردار کی وجہ سے ہلاکت میں مبتلا نہ ہو جائیں  
، اللہ کے سوانہ کوئی ان کا مددگار ہو گا نہ شفاعت  
کرنے والا اور اگر وہ ہر قسم کا فدیہ دیں تو ان  
سے نہیں لیا جائے گا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے کردار  
کی وجہ سے ہلاکت میں مبتلا کئے گئے ان کیلئے  
کھولتا ہوا پانی اور دردناک عذاب ہے کیونکہ وہ  
کفر کرتے تھے (۷۰)

وَذِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لِبَاطِلٍ يُغْوُوا عَنْهُ  
الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كَذِبًا  
كَبِيرًا لَيْسَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ  
لَهُمْ وَإِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَا يُؤْخَذُ مِنْهُمْ أُولَئِكَ  
الَّذِينَ أُسْلُوا بِمَا كَسَبُوا لَهُمْ شَرَّ رُكَّابٍ مِنْ حَمِيمٍ  
وَعَذَابٌ أَلِيمٌ لَبَّا كَانُوا يَكْفُرُونَ

صلی اللہ علیہ وسلم  
الحطیم

تفسیر

پہلی آیہ کریمہ میں کفار کے ساتھ میل جول رکھنے، اٹھنے بیٹھنے سے منع فرمایا گیا تھا اس آیہ پاک میں  
مسلمانوں کو کفار کے ساتھ دوسرے تمام قسم کے تعلقات سے بھی منع فرمایا گیا ہے، حضور ﷺ سے فرمایا جا  
رہا ہے، اے محبوب! (ﷺ) جن لوگوں نے کھیل تماشا کو اپنا دین بنایا ہے اور انہوں نے واہیات کاموں کو اپنا  
مشغلہ بنا رکھا ہے اور انہوں نے برے کاموں کو ہی اللہ کی رضا کا ذریعہ سمجھ رکھا ہے اور ان کی دنیاوی زندگی



نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے آپ ایسے لوگوں کو چھوڑیے ان کی بدکرداریوں پر پریشان نہ ہوں آپ اس قرآن کے ذریعہ انہیں ڈر سنائیے کل قیامت کے دن کافر اپنی بدکرداریوں میں گرفتار ہوگا اور اللہ کے مقابل کوئی اس کا حامی نہیں ہوگا جو اسے عذاب سے بچائے اگر یہ کافر اس دن کسی قسم کا فدیہ دے کر اپنے کو عذاب سے بچانے کی کوشش کرے گا تو اس سے کسی قسم کا فدیہ نہیں لیا جائے گا کہ وہ عذاب الہی میں گرفتار ہو چکا ہے ایسے لوگوں کی قیامت کے دن سزا یہ ہوگی انہیں شدید گرم کھولتا ہوا پانی ملے گا اور تمام سزائیں ان کے کفر و شرک کی وجہ سے ہوں گی۔

آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ اور ایمانداروں سے فرمایا جا رہا ہے کہ مشرکین و کفار سے علیحدگی رکھیں کہ انہوں نے بتوں کو ہاتھوں سے تراشا اور پھر انہیں معبود بنایا یہ دین نہیں، لہو و لعب ہے۔ اپنی طرف سے ہی بعض جانوروں کو حرام قرار دے لیا جو لہو و لعب ہے، دلائل کے ہوتے ہوئے جن سے منہ پھیرا جو سراسر لہو و لعب ہے انہوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جو لہو و لعب ہے آپ انہیں عذاب الہی سے ڈراتے رہیں ان سے میل جول کے تعلقات ختم کر دیں، قیامت کے دن ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

قرآن مقدس نے دوسری جگہ اس عنوان کو اس طرح ارشاد فرمایا، ”وما للظالمین من حمیم ولا شفیع“ ظالموں کا کوئی دوست نہیں ہوگا نہ ہی کوئی سفارشی۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا انہیں کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا ان کے اس عذاب کو قرآن مقدس نے دوسرے مقام پر اس طرح ارشاد فرمایا ہے ”وسقو ماء حمیما و قطع امعاء ہم“ اور ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی انتڑیوں کو کلڑے کر ڈالے گا۔

ان تینوں آیات میں مسلمانوں کو برے ماحول، بری صحبت سے بچنے کا حکم فرمایا گیا ہے، بُری صحبت سے خرابی اس طرح شروع ہوتی ہے کہ اولاً گناہ کا احساس ختم ہو جاتا ہے، دوسرے درجہ پر وہ بندہ برائی کو اچھا سمجھنے لگ جاتا ہے، تیسرے درجہ پر وہ اس برائی کی تبلیغ کو اچھا کام سمجھ لیتا ہے (خدا پناہ دے)

ایمانداروں سے مذاق شیوہ بنا لیتے ہیں جو ان کی بربادی، ہلاکت و تباہی کا باعث بن جاتا ہے، قیامت کو رسوا و ذلیل ہوں گے ان کا کوئی حامی مددگار نہیں ہوگا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

آپ کہئے کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر ان کی پرستش کریں جو ہمیں نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور اللہ کی طرف سے ہدایت ملنے کے بعد اٹے پاؤں لوٹا دیئے جائیں اس شخص کی طرح جسے جنات نے جنگل میں بھٹکا دیا ہو اور وہ اس حال میں حیران و پریشان پھر رہا ہو اس کے ساتھی اس کو پکار رہے ہوں کہ ہمارے پاس آؤ یہ سیدھی راہ ہے، آپ کہہ دیجئے اللہ کا بتایا ہوا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمام جہانوں کے رب کیلئے فرماں بردار ہوں (۷۱) اور یہ کہ تم نماز قائم کرو اور اُسی سے ڈرتے رہو اور وہی ہے جس کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے (۷۲)

قُلْ اَنْدَعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ اَوْ لَا يَضُرُّكُمْ  
وَنُرْذِقْ عَلٰی اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِیْ  
اَسْتَوٰى الشَّیْطٰنُ فِی الْاَرْضِ حٰیثُ اَنْ لَّهٗ اَصْحٰبٌ  
یَّدْعُوْنَہٗ اِلٰی الْہُدٰی اِنْ تَابْنَا قُلْ اِنَّ ہُدٰی  
اللّٰہُ ہُوَ الْہُدٰی وَاَمْرُنَا لَیْسَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ  
وَ اَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَآتُوْا الزَّکٰوۃَ وَہُوَ الَّذِیْ اِلَیْہِ  
تُحْشَرُوْنَ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
الْحَقُّ

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں ارشاد تھا کہ کفار سے میل جول نہ رکھو ان سے الگ ہو جاؤ، اب اس آیہ پاک میں ارشاد ہو رہا ہے الگ ہوتے ہوئے یہ نعرہ بھی بلند کرو کیا ہم اللہ کے علاوہ ان کی پرستش کریں جو ہمیں نفع دے سکتے

ہیں نہ نقصان، یہ اعلان حق ہے اس سے حق کا پرچار ہوگا باطل کی تردید ہوگی ہو سکتا ہے اس تبلیغ سے ان کی اصلاح ہو جائے۔

اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ ہوا ایک بار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمان نے اپنے والد گرامی سیدنا صدیق اکبر کو بت پرستی کی دعوت دی، عبدالرحمان اس وقت کفر میں تھے، ان کی تردید میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی جس میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت کا واضح اظہار ہے ایک دوسری روایت اس طرح ہے کفار مکہ کے سردار عینہ اور اس کے ساتھیوں نے فقرا مسلمانوں کو اسلام چھوڑنے کی دعوت دی، اور بت پرستی کی رغبت دی، اس پر یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے یا کسی مسلمان سے فرمایا جا رہا ہے کہ بہکانے والے کفار کو جواب دے دو کہ کیا ہم تمہاری طرح حماقت کریں کہ پتھروں، چاند تاروں کی پرستش شروع کر دیں جن کے پوجنے سے کوئی فائدہ نہیں کہ یہ بت نفع بھی نہیں دے سکتے اور نقصان بھی نہیں پہنچا سکتے۔ اس آیہ پاک میں ”اندعوا“ کا معنی عبادت کرنا ہے، بلانا یا پکارنا نہیں کچھ لوگوں نے اس کا ترجمہ کیا ہے کیا ہم اللہ کے سوا کسی کو بلائیں یہ تفسیر نہیں تحریف ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا کہ تم ہمیں بت پرستی کا مشورہ دیتے ہو ہم پر تو اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا کرم ہوا ہے کہ ہمیں اسلام، ایمان اور تقویٰ کی ہدایت بخشی تم چاہتے ہو کہ ہم پھر پچھلے پاؤں لوٹ جائیں اور کفر میں جا بسیں اور ہماری حالت یہ ہو جائے جیسے کسی کو شیطان نے راہ بھلا دی ہو اور وہ حیران و پریشان ہے کہ کدھر جائے اُسے کچھ سمجھ نہیں آتی کہ وہ کیا کرے اس کے ساتھی اُسے بلا رہے ہیں کہ اللہ کی طرف آؤ، ہدایت ادھر ہے مگر وہ اپنی حماقت، حیرانی کے سبب ان بلانے والوں کی طرف توجہ ہی نہیں دیتا۔ اے محبوب! ان بہکانے والوں سے کہہ دو کہ سچی ہدایت تو اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی ہے جسے وہ نصیب کرے۔ اللہ کا شکر ہے اس نے ہمیں حضور ﷺ کے ذریعہ ہدایت سے نوازا اس نے ہمیں یہ تین احکام عطا فرمائے۔ پہلا حکم یہ کہ اس کی اطاعت کریں، دوسرا حکم یہ کہ نماز قائم رکھیں یعنی نماز کو صحیح وقت پر اس کے فرائض، واجبات کے



ساتھ صحیح طور پر ادا کریں تیسرا حکم یہ کہ خدا سے ڈرتے رہیں وہ وہی ہے جس کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے۔ اس آیہ مبارکہ میں کفار کی خواہشات کو مسترد کر دینے کا حکم دیا گیا ہے وہ چاہتے تھے مسلمان پھر واپس کفر میں آجائیں یہ اعلان سکھا کر کفار کو مایوس کر دیا گیا ہے کہ اب مسلمان نور کو پا کر دوبارہ ظلمت میں نہیں جائے گا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

اور وہی ہے جس نے زمین و آسمان کو برحق پیدا فرمایا اور جس دن وہ (ہر فاشی) سے فرمائے گا ہو جا تو وہ ہو جائے گی (۷۳) اس کا فرمانا حق ہے اور اسی کی حکمت ہو گی جس دن صور پھونکا جائے گا وہ ہر غیب اور ہر ظاہر جاننے والا ہے اور وہی نہایت حکمت والا بہت خبر رکھنے والا ہے (۷۴)

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَيَوْمَ يَقُولُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۚ قَوْلُ الْحَقِّ وَلَهُ الْمَلٰٓئِكُ يُؤَمِّرُوْنَ فِي السُّوْرِ عَلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝

صَلَّى  
الْحَقِّ  
الْعَظِيْمِ

### تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں بتوں کی کمزوری، نااہلی اور کسی نفع و نقصان کے مالک نہ ہونے کا ذکر تھا، اس آیہ پاک میں رب قدوس کے خالق و مالک ہونے کا ذکر ہے اور اس کی قدرت کاملہ کا ذکر فرمایا گیا کہ جس دن وہ فنا شدہ چیزوں کو اٹھانا اور آباد کرنا چاہے گا، ”کن“ کہے گا تو وہ چیزیں وجود میں آجائیں گی اس آیہ پاک میں اللہ تعالیٰ کی صفات مبارکہ کا ذکر ہے۔ وہ خالق ہے، مالک ہے، قادر ہے، عالم ہے، حکیم ہے، جس نے تمام آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ قدرت کا ذکر اس طرح بھی فرمایا گیا کہ اس دن کو یاد کرو جب ساری فنا شدہ مخلوق کو ”کن“ کہہ کر پیدا فرمائے گا، اس دن اس کے سارے فیصلے حق ہوں گے جس دن مخلوق کو زندہ کرنے کیلئے صور پھونکا جائے گا اس دن اللہ تعالیٰ ہی کا ملک ہو گا وہ ہی سب کھلی چھپی چیزوں کو جاننے والا ہے وہی حکمت والا ہے۔

آسمانوں اور زمین کے حق کے ساتھ پیدا کرنے کا ایک معنی یہ بھی ہے قرآن مقدس نے دوسرے مقام پر اس طرح فرمایا ”وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا“ اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بے فائدہ نہیں بنایا۔ مخلوق کو دوبارہ وجود میں لانے کیلئے صور پھونکنے کا ذکر ہے۔ ایک روایت میں ہے زمین میں تین مرتبہ صور پھونکا جائے گا پہلی مرتبہ پھونکنے سے لوگ دہشت زدہ ہو جائیں گے، دوسری مرتبہ پھونکنے سے مرجائیں گے تیسری مرتبہ پھونکنے سے ساری مخلوق اللہ کے حضور کھڑی ہو جائے گی۔ اس ہیبت ناک منظر کا ذکر قرآن مقدس نے دوسری جگہ پر اس طرح فرمایا ”يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌئِذٍ وَاجِفَةٌ“ جس دن لرز نے والی لرز جائے گی پھر پیچھے آنے والی اس کے پیچھے آئے گی بہت سے دل اس دن لرز رہے ہونگے۔ قرآن مقدس نے صور پھونکنے جانے کے منظر کو ایک اور مقام پر اس طرح بیان فرمایا ہے ”يَوْمَ يَنْفُخُ فِي الصُّورِ فَفُزِعَ مِنَ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ“ جس دن صور پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، گھبرا جائیں گے مگر جنہیں اللہ چاہے۔

سورہ حج میں اس عنوان کو اس طرح فرمایا گیا ہے لوگو قیامت سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی چیز ہے جس دن تم اُسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے بچے سے غافل ہو جائے گی اور ہر حاملہ اپنا حمل گرا دے گی (استغفر اللہ) آیہ کے آخر میں فرمایا گیا کہ غیب حاضر کو جاننے والا وہی ہے، حکمت والا اور جاننے والا وہی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

فَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمَا آلِهَةً  
لِّيَ آتِيَنَّكُمْ وَكُفُّوا عَنْكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۖ وَكَذَلِكَ نُرِي  
إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ  
الْمُتَّقِينَ ۝

اللَّهُ  
الْعَظِيمُ

اور (یاد کیجئے) جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر  
سے کہا کیا تم بتوں کو معبود قرار دیتے ہو؟ بے شک  
میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا  
ہوں (۷۵) اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو  
آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی دکھائی اور اس لئے  
کہ وہ یقین کرنے والوں سے ہو جائیں (۷۶)

### تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں بت پرستی کے خلاف اور خدائے قدوس وحدہ لا شریک ہونے کے حق میں دلائل فرمائے  
گئے۔ اب یہی عنوان سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ارشادات گرامی کی روشنی میں فرمایا جا رہا ہے چونکہ یہود و  
نصاری بھی ابراہیم علیہ السلام کو اپنا بزرگ و پیشوا تسلیم کرتے ہیں بلکہ ہندو بھی ابراہیم علیہ السلام کو مانتے ہیں  
۔ ایک دفعہ جمیر شریف (انڈیا) میں حاضری دی وہاں ایک مشہور مندر میں جانے کا اتفاق ہوا، مندر کے  
پنڈت سے مختلف عنوانات پر بات ہوئی انہوں نے یہ بھی کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کو ہم بھی مانتے ہیں،  
برہمن قوم انہیں کی اولاد سے ہیں، یہ لفظ برہمن ابراہیم سے نکلا ہے۔

اس آیہ کریمہ میں ابراہیم علیہ السلام کی پاکدامنی اور توحید کے قائل ہونے کا ذکر فرمایا کہ یہود و  
نصاری بھی سوچیں جن کے متعلق ان کا نظریہ پیشوا ہونے کا ہے توحید کے بارہ میں ان کے نظریات کیا تھے۔  
اس آیہ کریمہ میں یہود و نصاریٰ سے بتایا جا رہا ہے کہ جنہیں تم اپنا جد امجد کہتے ہو ان کی حق پرستی اور توحید  
سے وابستگی تو دیکھو کہ انہوں نے کس قدر ہمت اور جرأت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وحدہ لا شریک ہونے کا  
ذکر کیا ہے اور وقت کے مطلق العنان حاکم آزر کو حق کی دعوت دی یہ کام آسان نہ تھا جو آپ نے کر دکھایا،  
حضور ﷺ سے فرمایا گیا ہے محبوب! انہیں ابراہیم علیہ السلام کا وہ واقعہ تو سنا دیں جو انہیں اپنے بت پرست چچا



آزر سے پیش آیا، اس باغی سرکش چچا آزر کو کس قدر کھلے الفاظ میں حق کی دعوت دی، اے آزر تم بتوں کو معبود مانتے ہو میں تو تمہیں اور تمہاری ساری قوم کو گمراہی میں مبتلا دیکھ رہا ہوں تم کفر و شرک کا ارتکاب کر رہے ہو۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ہمت تھی یہ جرأت تھی یہ حق گوئی تھی کہ کفر کے پورے کے پورے ماحول میں حق کہا، بت پرستی سے روکا۔ فرمایا گیا کہ ہم نے ابراہیم کو زمین و آسمان کا مشاہدہ کرایا اور تمام خفیہ اور چھپے رازوں پر مطلع کیا تا کہ آزر اور اس کی قوم کو نہایت بلند معیار کی تبلیغ کر سکیں اور خود بھی علم الیقین سے آگے بڑھ کر عین الیقین کی منزل کا مشاہدہ کرنے کے بعد حق الیقین کے مقام پر فائز ہوں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عظمت شان، عفت، عصمت اور پاکیزگی کے عنوان پر میں نے اپنی کتاب ”جلوۂ جاناں“ کے پہلے حصہ میں تفصیل سے لکھا ہے۔ اس پر تفصیل ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا، چچا تھا آپ کے والد گرامی کا نام تاریخ تھا۔ امام فخر الدین رازی کا بھی یہی موقف ہے۔ چچا کو باپ کہنا عربی محاورات میں عام ہے اسی محاورہ کے تحت آیہ کریمہ میں آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا باپ فرمایا گیا ہے۔ زرقانی نے شرح مواہب میں اس کے کئی شواہد بھی نقل کئے ہیں۔

اس عنوان پر کہ آزر حضرت ابراہیم کے باپ نہیں تھے چچا تھے، تفسیر روح المعانی نے حضور ﷺ کا ایک ارشاد نقل کیا ہے جو اس اشکال کا بہترین حل ہے، شاندار جواب ہے آپ فرماتے ہیں، میں شروع سے آخر تک پاک لوگوں کی پشتوں سے پاک خواتین کے رحموں میں منتقل ہوتا چلا آیا ہوں، اور مشرک نجس ہیں لہذا آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ نہیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اس انداز تبلیغ سے واضح ہو رہا ہے کہ آپ نے سب سے پہلے دعوت حق اپنے گھر سے شروع فرمائی۔ حضور ﷺ کو بھی اسی کا حکم ہوا ”وانذر عشیرتک الاقربین“ اپنے قریبی رشتہ داروں کو عذاب الہی سے ڈرائیے چنانچہ آپ نے سب سے پہلے اپنے خاندان کو کوہ صفا پر چڑھ کر دعوت حق کیلئے جمع فرمایا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى الْكُوكَبَ قَالَ هَذَا رَبِّي  
 فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفُلِينَ ۖ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ  
 بَازِغًا قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَيْنَ لَمْ  
 يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ۖ فَلَمَّا  
 رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا  
 أَفَلَتْ قَالَ يُغْوِيهِ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنْ يَشْرِكُوا

بِاللَّهِ  
 الْعَظِيمِ

پھر جب اُن پر رات کی تاریکی چھا گئی تو انہوں  
 نے ایک ستارہ دیکھا انہوں نے کہا یہ میرا رب  
 ہے پھر جب وہ غروب ہو گیا تو کہا میں ڈوب  
 جانے والوں کو پسند نہیں کرتا (۷۷) پھر جب  
 انہوں نے چمکتا ہوا چاند دیکھا تو کہا کیا یہ میرا  
 رب ہے؟ پھر جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا اگر میرا  
 رب مجھے ہدایت پر برقرار نہ رکھتا تو ضرور گمراہ  
 لوگوں میں سے ہو جاتا (۷۸) پھر جب انہوں  
 نے روشن آفتاب دیکھا تو کہا کیا یہ میرا رب ہے؟  
 سب سے بڑا ہے پھر جب غروب ہو گیا تو انہوں  
 نے کہا اے میری قوم میں ان سب سے بیزار  
 ہوں جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو (۷۹)

### تفسیر

اس سے پہلے آیہ مبارکہ میں بت پرستی و گمراہی کا ذکر فرمایا گیا، اس آیہ مبارکہ میں ستاروں کے معبود نہ ہونے  
 کا ذکر ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں ابراہیم علیہ السلام کے ستارہ پرستی کے خلاف مناظرہ کے انداز کا ذکر فرمایا گیا  
 ہے۔ جب رات کی تاریکی چھا گئی اور آپ نے ایک ستارہ کو دیکھا تو اپنی قوم کو فرمایا یہ ستارہ میرا رب ہے  
 یعنی تمہارے عقائد و خیالات کے مطابق میرا اور تمہارا بھی رب ہے کچھ دیر کے بعد اس کی حقیقت کا پتہ چل  
 جائے گا چنانچہ کچھ دیر بعد وہ ستارہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا میں غروب ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا  
 اور جسے معبود بنایا جائے اس سے تو محبت چاہئے اس واقعہ کے بعد پھر کسی رات چاند چمکتا دیکھا تو پھر قوم

سے وہی انداز اختیار کیا اور فرمایا تمہارے عقائد کے مطابق یہ میرا رب ہے مگر اس کی صورت حال بھی کچھ دیر بعد سامنے آجائے گی چنانچہ جب چاند غروب ہو گیا تو فرمایا اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ کرتا تو میں بھی تمہاری طرح گمراہوں میں داخل ہو جاتا اور چاند ہی کو اپنا معبود کہتا لیکن اس کے طلوع و غروب نے مجھے یہ بتا دیا ہے کہ یہ بھی عبادت کے قابل نہیں۔ اس کے بعد پھر ایک دن آفتاب کو نکلتے دیکھا تو قوم سے پھر تبلیغ کا وہی انداز اختیار فرمایا، تمہارے خیال کے مطابق یہ میرا رب ہے اور یہ تو سب سے بڑا ہے مگر اس کی حقیقت بھی تھوڑی دیر بعد واضح ہو جائے گی چنانچہ آفتاب بھی اپنے وقت پر غروب ہو گیا تو قوم پر آخری حجت قائم کر کے فرمایا ”انسی برئی مما تشرکون“ میری قوم میں تمہارے ان باطل عقائد اور مشرکانہ خیالات سے بیزار ہوں کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو خدا کا شریک بنا رکھا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ مشہور شہر اُتر میں پیش آیا اس شہر کی آبادی اڑھائی سے پانچ لاکھ تک تھی اونچے طبقہ کے لوگ ”عمیلوا“ اور درمیانہ درجہ کے لوگ ”مشکیو“، غریب طبقہ کے لوگ ”ارو“ کہلاتے تھے۔ بت پرستی مشرکانہ عقائد عام تھے، پانچ ہزار کے لگ بھگ بتوں کی زیبائش تھی بڑے بڑے مندروں میں یہ بت رکھے گئے تھے خلیل علیہ السلام نے ستارہ پرستی کے خلاف مناظرہ کر کے ان بتوں کے باطل، بے کار ہونے کا استدلال فرمایا جب چاند ستارے سورج خدا نہیں، تو یہ بت کیسے ہو سکتے ہیں؟

سیدنا خلیل علیہ السلام نے اس مناظرہ میں بت پرست قوم کے سامنے ایسا حکیمانہ انداز اختیار فرمایا جس سے عقل فکر متاثر ہوں اور انکار کی گنجائش نہ رہے۔ خلیل علیہ السلام نے ستارہ پرستی کے خلاف جو انداز اختیار کیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے جوئی تبدیلی اختیار کرتی ہے اور وہ شی اپنے اندر اختیار و کمال نہیں رکھتی بلکہ کسی کی محتاج ہے وہ عبادت کے لائق نہیں آپ نے ان ستاروں کی بے بسی کمزوری اور زوال پر استدلال فرما کر قوم کو حق کی طرف بلایا ہے اس طریق خطاب سے سبق ملتا ہے حق بات بتانے، سمجھانے کیلئے حکیمانہ انداز اختیار کیا جائے کہ مخالف پر حقیقت واضح ہو جائے۔



اس آیہ پاک سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ بندہ حق پر ہو تو اللہ کا شکر کرے کہ اللہ نے اُسے گمراہی سے بچایا ہے، ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے اس کرم کا واضح اور کھلا اعتراف کیا ہے کہ اگر اللہ مجھے نہ بچاتا تو میں بھی ان کی طرح دھوکہ کھا جاتا یہ بھی واضح ہو رہا ہے حق بیانی کیلئے حوصلہ، ہمت اور دلیری کی ضرورت ہے، خلیل علیہ السلام نے نمرود کے سامنے موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے حق گوئی کا زبردست مظاہرہ فرمایا اور ہمارے رسول پاک ﷺ نے دنیا بھر کے ہزاروں فرعونوں نمرودوں سرکش متکبروں کو کلمہ حق سنایا اور بے خوف و خطر تبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ  
میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان  
و زمین بنائے، برائی سے دور ہوں اور میں  
مشرکوں سے نہیں (۸۰)

إِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ  
حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ  
ﷺ  
الْحَقِّیْمُ

### تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں معبودانِ باطل کی تردید تھی اس آیہ مبارکہ میں رب قدوس کی الوہیت کا ذکر ہے کہ معبود حقیقی وہی ہے جو زمین و آسمان کا خالق ہے، سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے چاند سورج اور ستاروں کے معبودانِ باطل ہونے پر شاندار اور حقیقت پسند حق پر مبنی حکیمانہ گفتگو کے بعد اب ان کے سامنے اپنی صورت حال واضح فرماتے ہیں کہ میں نے تو اپنے آپ کو اس ذات والا صفات کے حضور پیش کر رکھا ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا فرماتے ہیں میں تو ہر بد عقیدگی سے دور ہوں، مشرکوں سے نہیں آپ کا یہ انداز قوم کی ہدایت کے لئے ہے کہ میں نے اپنے کو بارگاہ قدس میں پیش کر رکھا ہے تمہیں بھی چاہئے ایک خدا کو مانو، معبودانِ باطل سے ہٹ جاؤ۔

اس آیہ کریمہ میں سیدنا خلیل علیہ السلام کے ایک دوسرے لقب کا ذکر ہے کہ آپ ”حنیف“ ہیں سیدنا

ابراہیم علیہ السلام کے اس انداز تبلیغ سے واضح ہوتا ہے کہ مبلغ کو اپنے دین و ایمان کا واضح اور کھلا اعلان کر دینا چاہئے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ کے حضور پیش کرنا چاہئے اور بے دینی برائی سے بالکل الگ تھلگ رہے۔ الحمد للہ اسلام دین حنیف ہے اس میں کسی قسم کی کجی، کمزوری، ٹیڑھا پن نہیں۔ سیدنا خلیل علیہ السلام نے اپنے انداز تبلیغ میں ایسا انداز اختیار نہیں کیا جو تلخ ہو مثلاً تم بُرے ہو ظالم ہو ایسا ہرگز نہ کرو تمہارے کام مشرکانہ ہیں، ان سے بچو بلکہ معبودانِ باطل کے باطل ہونے پر دلائل سے بات کی ہے اور پھر اپنے آپ کو پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں میں نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کیا ہے میں مشرک نہیں ہوں دین کی تبلیغ کرنے والے کو بھی چاہئے کہ اپنی صورت حال اور حیثیت کو واضح کرے اگر مبلغ کا قول اور عمل الگ الگ ہے تو تبلیغ موثر ثابت نہیں ہوگی۔ ارشاد گرامی کا خلاصہ یہ ہے کہ خلیل علیہ السلام نے جب چاند تاروں کے معبود ہونے کی مدلل تردید فرمائی تو اب سوال ہوتا ہے اگر یہ معبود باطل ہیں تو حقیقی معبود ہے کون اس کا جواب فرمایا، حقیقی معبود وہ ہے جس نے زمین و آسمان کو بنایا اور میں نے تو اپنا رخ اُسی کی طرف پھیر لیا ہے اور میں مشرکوں سے نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
اور اُن کی قوم اُن سے جھگڑنے لگی فرمایا کیا اللہ  
کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو حالانکہ اس  
نے مجھے ہدایت دے دی ہے اور مجھے ان کا کوئی  
ڈر نہیں جنہیں تم شریک بناتے ہو مگر میرا ہی رب  
کوئی بات چاہے میرا رب ہر چیز کو علم سے گھیرے  
ہوئے ہے تم نصیحت کیوں نہیں پکڑتے (۸۱)

وَحَاجَّتْ قَوْمُهُ قَالُوا اَنْتَ الْجَوْنُ فِي الْاَلَمِ وَقَدْ  
هَدَيْنَاكَ لَنَا مَا نَشَاءُ رَبِّ  
نَشِينَا وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا اَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿۸۱﴾

اللہ  
الصلی  
العظیم

## تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں سیدنا خلیل علیہ السلام کے دلائل کا ذکر تھا اب آپ کے حوصلہ، ہمت اور قوت کا ذکر ہے، مناظرہ میں یہ بڑا ضروری ہے کہ دلائل مضبوط ہونے کے ساتھ ساتھ دلائل پیش کرنے والے کا حوصلہ بھی ہو، ہمت بھی ہو، قوت بھی ہو کہ اپنے دلائل کو زور بیان سے اور قوت گویائی اور جسمانی سے پیش بھی کر سکے۔ اس آیہ مبارکہ میں آپ کے نڈر اور بے باک ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے آپ کے دل پر نمودی حکومت کا کوئی اثر نہیں اور زور بیان سے فرما رہے ہیں مجھے تمہارا کوئی ڈر نہیں۔ چنانچہ آپ نے اس کافرانہ انداز حکومت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور بر ملا بتوں کی مخالفت کرتے رہے۔

ایک موقع پر آپ نے ایک بت کو پکڑا اور بازار لے گئے اور فرمانے لگے کوئی ہے اس کے خریدنے والا جس کے پوجنے سے نقصان ہی نقصان نفع قطعی نہیں اگر کسی نے دنیا اور دین برباد کرنے ہوں تو یہ خرید لو۔ ایک مرتبہ قوم کے سامنے بتوں کو نہر پر لے گئے اور ان کے مونہوں کو پانی میں ڈبو کر فرمایا پانی پی لو، قوم نے یہ سارا کچھ دیکھا تو ہمت ابراہیمی پر جل بھن گئے اور خلیل علیہ السلام سے کہا ابراہیم! یہ ہمارے بڑوں کے خدا ہیں اللہ ان کی مدد کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ قوم کے اس غلط انداز کو لاکار اور فرمایا اللہ کے خوف سے ڈرو تم میرے ساتھ اس خدا کے بارے میں جھگڑتے ہو جس نے مجھے شروع سے ہی ہدایت دے رکھی ہے۔ اچھی طرح سن لو تم میں اور تمہارے بتوں میں ہرگز طاقت نہیں کہ تم میرا کچھ بگاڑ سکو، ہاں اگر اللہ تعالیٰ ہی مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو پہنچ سکتا ہے۔ میرے رب کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ کائنات کی کوئی شے اس کے علم سے باہر نہیں۔ فرمایا اے میری قوم! تم میری اس گفتگو سے نصیحت کیوں نہیں پکڑتے؟

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ قوم کی گفتگو محض جھگڑا تھی مگر خلیل علیہ السلام کا بیان حق پر مبنی تھا محض جھگڑا نہیں تھا۔ آیہ مبارکہ کے ارشاد ”ہدانی ربی“ سے واضح ہے انبیاء علیہم السلام کو ہدایت راہ راست رب قدوس سے ملتی ہے اور غیر نبی کو ہدایت نبی کے واسطہ، وسیلہ سے ملتی ہے۔ آپ کا قوم سے یہ فرمانا ”مجھے



کوئی خوف نہیں، بتاتا ہے انبیاء علیہم السلام بے خوف و خطر قوم کی راہنمائی کرتے ہیں انہیں کسی اپنے بڑے سے بڑے دشمن کا بھی ڈر نہیں ہوتا، ڈر صرف اللہ کا ہوتا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ  
 وَكَيْفَ اخَافُ مَا اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ اَنْتُمْ  
 اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنْزَلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا  
 فَاَنْتُمُ الْفٰرِقٰیۡنِ اَحَقُّ بِالْاٰمَنِۢۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ  
 الَّذِیۡنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَكْسُبُوْا اٰیٰتِنَا هُمْ یُّظٰلِمُوْۤاۤ اَوَّلٰیكَ  
 لَهُمُ الْاٰمَنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ

صَلَّى  
الْحَقِّ  
الْعَظِيمِ

میں اُن سے کیسے ڈر سکتا ہوں جن کو تم نے اللہ کا شریک قرار دیا ہے جب کہ تم اللہ کے ساتھ انہیں شریک بنانے سے نہیں ڈرتے جن کے متعلق اللہ نے تم پر کوئی دلیل نہیں اتاری پس ہر دو فریق میں سے بے خوف ہونے کا کون زیادہ حقدار ہے اگر تم علم رکھتے ہو (۸۲) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو نہیں ملایا انہیں کیلئے بے خوفی ہے اور وہی ہدایت پر ہیں (۸۳)

## تفسیر

بت پرستوں نے ابراہیم علیہ السلام کو بتوں کی مخالفت سے ڈرایا کہ بتوں کی مخالفت تمہیں برباد کر دے گی یہ تو ہمارے باپ دادا کے معبود ہیں، آپ نے ان کی بے تکی باتوں کا جواب فرمایا میں تمہارے بتوں سے کیوں ڈروں میں تو اللہ کی حفاظت میں ہوں اس کی امان میں ہوں، ڈرنا تو تمہیں چاہئے کہ تم نے بتوں کو خدا مان کر انہیں رب کا شریک ٹھہرایا جن کے شریک ہونے پر کوئی کسی قسم کی کتاب، دلیل نہیں اتاری میں کیوں ڈروں، میں تو سیدھی راہ پر چل رہا ہوں۔

اب تم خود سوچو ایک گروہ میرا ہے جو ایمان دار ہیں دوسرا گروہ تمہارا ہے جو بت پرست ہے، ان دونوں

گروہوں میں امن کا حقدار کون ہے، اللہ کے غضب سے بچنے کا حق دار کون ہے؟ اگر تم میں عقل و فکر ہے تو سوچ لو کہ امن کے حقدار اللہ کے وفادار بندے ہیں یا غدار، بے وفا قوم سے تو اس کا جواب نہ بن پڑا تو سیدنا خلیل علیہ السلام نے خود ہی فرمایا جو لوگ خدا کو مانیں اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہ ملائیں وہی امن والے ہیں وہی ہدایت والے ہیں۔۔

جب یہ آیہ کریمہ اُتری تو صحابہ کرام پریشان ہوئے اور حضور کی بارگاہ میں عرض کی ”اینا لم یظلم نفسہ“ حضور ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے آپ پر ظلم نہ کیا ہو تو آپ نے فرمایا، صحابہ! یہاں ظلم سے مراد گناہ نہیں بلکہ شرک ہے۔ قرآن قدس کی دوسری آیہ مبارکہ پڑھی ”ان الشرک لظلم عظیم“ اس آیہ میں شرک کو ظلم فرمایا گیا ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نمرودی قوت سے نہیں ڈرے، طاغوتی لشکر کا خوف نہیں کرتے اس لئے کہ آپ کے دل میں اللہ کا خوف ہے جس دل میں خدا کا خوف ہوتا ہے وہ دنیا کے کسی سرکش باغی سے نہیں ڈرتا۔ اللہ کا خوف انعامات الہیہ سے ایک بہت بڑی نعمت ہے جسے نصیب ہو، ہر نبی کے پاس اللہ کی ہزاروں لاکھوں نعمتوں میں خوف خدا کی نعمت بہت نمایاں دکھائی دیتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَبَلَدًا جُحَيْنًا أَتَيْنَاهَا لِإِبْرَاهِيمَ عَلَى قَوْمِهِ نَرْفَعُ  
 دَرَجَاتٍ مَّنْ شَاءَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۖ وَوَهَبْنَا  
 لَكَ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا  
 مِن قَبْلُ ۚ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ  
 وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَلِكَ نَجْزِي  
 الْمُحْسِنِينَ ۖ وَذُرِّيَّتًا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ  
 وَيَعْقُوبَ وَيُوسُفَ وَدَاوُدَ ۚ إِنَّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ۖ

صَلَّى  
 الْعِطْفِ

اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیم کو اس  
 کی قوم پر عطا فرمائی، ہم جسے چاہیں درجوں بلند  
 کریں، بے شک تمہارا رب علم و حکمت والا ہے  
 (۸۴) اور ہم نے انہیں اسحاق و یعقوب عطا  
 کئے ان سب کو ہم نے راہ دکھائی اور اس سے  
 پہلے نوح کو راہ دکھائی اور اس کی اولاد سے داؤد اور  
 سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون  
 اور ہم ایسے ہی نیکوں کو بدلہ دیتے ہیں (۸۵) اور  
 زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس یہ تمام صالحین  
 میں سے ہیں (۸۶) اور اسماعیل اور یسع اور یونس  
 اور لوط کو ہم نے ہر ایک کو اس وقت میں سب پر  
 فضیلت دی (۸۷)

## تفسیر

حضور ﷺ سے ارشاد ہے اے محبوب! ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے جو کچھ فرمایا اور توحید کے  
 بارہ میں جو دلائل قائم کئے وہ سب کچھ ہم نے ابراہیم کے دل میں ڈالا اور انہیں سکھایا اور یہ دلائل اتنے  
 مضبوط تھے جن کا جواب ان کے پاس تھا اور نہ اب کسی کے پاس ہے۔ ہماری قدرت کاملہ یہ ہے ہم اپنے  
 بندوں سے جسے چاہیں اُسے درجوں اونچا کر دیں۔ علم، حکمت، نبوت، فضل و کرم سے مالا مال کرتے ہیں۔  
 ابراہیم علیہ السلام نے کفار و مشرکین کے سامنے معبودانِ باطلہ کی جو تردید فرمائی کئی دلائل سے فرمائی۔ ایک  
 دلیل یہ بھی تھی کہ چاند، تارے، سورج بدلتے رہتے ہیں اور جوشی تبدیلی اختیار کرے وہ معبود نہیں، دوسری



دلیل یہ فرمائی کہ جو خدا کو بھی مانے اور بت پرستی بھی کرے مومن نہیں ہو سکتا، تیسری دلیل اس طرح فرمائی معبود وہی ہے جس کا معبود ہونا کسی آسمانی کتاب سے ثابت ہو، بتوں کا معبود ہونا کسی آسمانی کتاب سے ثابت نہیں لہذا معبود نہیں۔ ایک دلیل یہ بھی فرمائی دین و دنیا میں امن کا مستحق وہی ہے جو خدا کو وحدہ لا شریک مانے، جو بتوں کی پرستش میں مبتلا ہو وہ مومن نہیں کا فر ہے۔ ایک دلیل یہ فرمائی جس نے اپنے ایمان کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ ملایا وہ مومن ہے۔

آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے جسے ہم چاہیں بلند و بالا کرتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے تمام قسم کی عظمتیں، بلندیاں، کمالات خدا کی عطا کردہ نعمتیں ہیں اور وہی دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ کفار و مشرکین سے ابراہیم علیہ السلام کا بحث مباحثہ کرنا بتاتا ہے دین کی تبلیغ کیلئے میدانِ عمل میں اُترنا اور کام کرنا عبادت ہے۔

آیہ مبارکہ میں ابراہیم علیہ السلام کے درجات کی بلندی کا ذکر ہے، قیامت تک آنے والی نسلوں میں ابراہیم علیہ السلام کو خاص مقام نصیب ہوا۔ یہودی، عیسائی، مسلمان، ہندو، بدھ سبھی ابراہیم علیہ السلام کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام کے درجات کی بلندی کا ایک پہلو واضح فرمایا کہ ہم نے انہیں اسحاق و یعقوب (علیہما السلام) بخشے ان سب کو ہدایت دی۔ صالح اولاد بھی والدین پر اللہ کی نعمت ہے۔ آیہ کے آخر میں انبیاء علیہم السلام کی فہرست فرمائی جن میں کچھ ابراہیم علیہ السلام کے آباؤ اجداد میں اور اکثر اولاد میں ان حضرات کا صراطِ مستقیم پر ہونا بیان فرمایا گیا اور ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی راہ میں ہجرت کر کے برادری اور وطن چھوڑا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض میں بہترین برادری بہترین ملک کا شرف بخش کر درجات کو بلند فرمایا۔ ابراہیم علیہ السلام کے بعد آنے والے انبیاء علیہم السلام سبھی آپ کی اولاد ہیں۔ حضرت اسحاق علیہ السلام سے جو اولاد چلی اس میں تمام انبیاء بنی اسرائیل سے آئے، سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے جو نسل بڑھی اس میں ہمارے رسول پاک ﷺ تشریف لائے۔ انبیاء علیہم السلام کی اس فہرست میں نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جد

امجد ہیں باقی سارے نبی آپ کی اولاد میں سے ہیں۔

آیہ کریمہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے ہوئے مگر ذریت میں شامل ہیں جیسے حضرات حسنین کریمین حضور کے نواسے ہیں مگر ذریت میں شامل ہیں۔ انعامات و اعزازات کا ذکر فرما کر فرمایا ہم اسی طرح نیکوں کا بدلہ دیتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی فہرست میں حضور ﷺ کا ذکر خیر نہیں حالانکہ حضور بھی ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں یا تو اس لئے اُن انبیاء کا ذکر ہے جن کا زمانہ گزر گیا، حضور ﷺ کا زمانہ آیا تو ضرور ہے مگر گزرا نہیں اب بھی جاری ہے یا اس لئے کہ آپ کی شان تمام انبیاء سے امتیازی ہے اس لئے ذکر بھی الگ دوسرے مقامات پر کیا گیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
اور کچھ ان کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں سے  
بعض کو اور ہم نے انہیں چُن لیا اور سیدھی راہ  
دکھائی (۸۸) اور یہ اللہ کی ہدایت ہے کہ اپنے  
بندوں میں سے جسے چاہے دے اور اگر وہ شرک  
کرتے تو ضرور ان کا کیا ہوا بے کار ہو جاتا (۸۹)

وَمِنْ آيَاتِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ  
وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۚ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ  
يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَلَوْ أَشْكُرُوا  
لَحِطَّ عَنْهُمْ تَوَكُّفُهُمْ ۖ مَا كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝  
صَلَّى اللّٰهُ  
الْعَظِيمُ

### تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں سیدنا خلیل علیہ السلام کی اولاد میں جو انبیاء علیہم السلام گزرے ان کا ذکر تھا۔ اس  
آیہ کریمہ میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے تاکہ واضح رہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں اور بھی  
انبیاء علیہم السلام ہیں حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے اے محبوب! بے شک ہم نے جن انبیاء علیہم السلام کا ذکر  
آپ کو سنایا ہے، ان انبیاء علیہم السلام کے باپ دادا اور ان کے بھائیوں میں بھی بعض کو شرف بخشا، عزت

سے نوازا ہم نے انہیں نبوت کیلئے منتخب کیا اور دین کی تبلیغ میں ہدایت دے دی اور یہ ہدایت اُسی کو ملتی ہے جسے اللہ چاہتا ہے جو لوگ ان کی طرف شرک کو منسوب کرتے ہیں، جھوٹے ہیں وہ لوگ تو پکے مومن تھے، موحد تھے، حق پرست تھے۔ اللہ نے انہیں برائیوں سے محفوظ رکھا اگر وہ شرک کرتے تو ان کی ساری نیکیاں برباد ہو جاتیں اگر وہ بت پرست ہوتے تو انہیں نبوت کے اعزاز سے نوازا ہی نہ جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا والوں کی ہدایت کیلئے انبیاء علیہم السلام کو منتخب فرمایا ہے کہ وہ قوم کی رہبری کرتے ہیں۔ آیہ کریمہ میں ہدایت الہیہ کا ذکر ہے کہ جسے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے دے دیتا ہے۔

اس سے واضح ہے کہ ہدایت الہیہ بہت بڑا انعام ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں میں تقسیم فرماتا ہے یہ بھی پتہ چلا شرک ایسی بیماری ہے جس سے اعمال صالحہ برباد ہو جاتے ہیں، شرک و کفر کے علاوہ کوئی ایسا گناہ نہیں جو بندے کے تمام اعمال کو برباد کر دے۔ اسی آیہ مبارکہ سے انبیاء علیہم السلام کی تقدیس، پاکیزگی اور معصومیت بھی واضح ہو رہی ہے کہ وہ گناہ، کفر، شرک سے پاک ہیں اس سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں ارشاد ہے ”کل من الصالحین و کلا فضلنا علی العالمین“ کے ارشاد سے واضح ہے کہ ہم نے سب کو ان کے زمانہ کے تمام جہان والوں پر فضیلت دی۔

اس آیہ مبارکہ سے یہ بھی استدلال کیا گیا تمام انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں کہ ملائکہ بھی عالمین میں شامل ہیں تمام فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا یہی بتاتا ہے آدم علیہ السلام فرشتوں سے افضل ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو ہدایت دینے کا معنی یہ ہوگا کہ انبیاء ہر قسم کے شرک، کفر، گناہ، برائی اور ہر عیب سے پاک ہیں، معصوم ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد و علی آلہ و اصحابہ بعدد خلقہ



أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اتَّخَذْتُمُ الرِّكَبَ وَالْعُلَمَ وَالنَّبُوكَ  
فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هَؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَلْنَا بِهَا قَوْمًا  
لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ۖ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ  
فِي هَٰذِهِمُ اقْتَدِ ۖ قُلْ لَا أَشْكُرُ عَلَيْكُمْ أَجْرًا  
إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝

صَلَّى  
الْعِظَمِ

یہ وہ لوگ ہیں جنکو ہم نے کتاب اور حکم شریعت  
اور نبوت عطا کی تھی پس اگر یہ لوگ ان چیزوں کا  
انکار کرتے ہیں (تو کوئی حرج نہیں) ہم نے ان  
چیزوں پر ایسی قوم کو مقرر فرمادیا ہے جو ان چیزوں  
کا انکار کرنے والی نہیں ہے (۹۰)، یہ وہی لوگ  
ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے سو آپ بھی ان  
کے طریقہ پر چلیں آپ کہیے (میں تبلیغ اسلام پر)  
تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا یہ تو صرف تمام  
جہانوں والوں کیلئے نصیحت ہے (۹۱)

## تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں اٹھارہ انبیاء علیہم السلام کی نبوت، حفاظت، ہدایت، فضیلت کا ذکر تھا اس آیہ پاک  
میں انہیں آسمانی کتابیں دینے کا ذکر ہے اور ان انبیاء علیہم السلام کے کمالات کا انکار کرنے والوں کی سزا کا  
ذکر ہے ان انبیاء علیہم السلام کو آسمانی کتاب دینے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے اور حضور ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے  
محبوب اگر کفار و مشرکین نبیوں کے کمالات کا انکار کریں تو آپ پر واہ نہ کریں، ہم نے ان کے کمالات کی  
حفاظت کیلئے قیامت تک آپ کی امت کو مقرر فرمادیا ہے یہ ان کا انکار نہیں کرے گی حفاظت کرے گی،  
محبوب آپ ان کی راہ اختیار کرو، ان کے کمالات کے جامع بن جاؤ اور انہیں اعلان کر دیجئے، میں قرآن کی  
تبلیغ پر تم سے کوئی مطالبہ نہیں کرتا یہ قرآن پاک تمام جہانوں کیلئے نصیحت ہے، آیہ پاک میں حکم دیا گیا آپ  
ان کی راہ پر چلو اس کا معنی یہ نہیں کہ آپ ان کی شریعت پر چلو بلکہ معنی یہ ہے کہ محبوب آپ ان انبیاء کے تمام  
کمالات کے جامع بن جاؤ۔ جیسے صبر ایوب کے آپ مظہر ہیں، یحییٰ و عیسیٰ علیہم السلام کے زہد و تقویٰ آپ

سے نمایاں ہے، یوسف علیہ السلام کا صبر و شکر آپ میں ہے، ابراہیم علیہ السلام کی قربانیاں، وفاداریاں آپ میں ہیں غرضیکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے کمالات کے جامع ہیں۔

حسین یوسف دم عیسیٰ ید بیضاداری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہاداری

قرآن حکیم کے ارشاد ”وَذَكِّرْ لِلْعَالَمِينَ“ سے یہ واضح ہے کہ حضور کی ہدایت پورے جہانوں کیلئے ہے اس سے پہلے فرمایا گیا محبوب! آپ انہیں کہہ دیجئے میں تم سے تبلیغ قرآن پر کوئی اجرت نہیں مانگتا یہ کفار کے اس غلط نظریہ کی تردید ہے جو انہوں نے کہا حضور نے یہ سارا نظام مال و دولت اکٹھا کرنے کیلئے شروع کر رکھا ہے (معاذ اللہ)

محبوب! انہیں بتا دیجئے میرا مقصد لوگوں کی اصلاح ہے، ہدایت ہے، میں چاہتا ہوں تم لوگ ہدایت پر آ جاؤ، اور اپنے رب سے دُوری کو ختم کر کے قرب اختیار کرو۔ حضور ﷺ کی یہ ہدایت کسی ایک خطہ، ملک، علاقہ کیلئے نہیں بلکہ عالمین کیلئے ہے، کہ حضور ﷺ کی رسالت و نبوت پوری کائنات کیلئے ہے اس لئے یہ ہدایت ہی پوری کائنات کیلئے ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى  
بَشَرٍ مِّن شَيْءٍ قُلْ مَن أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي  
جَاءَ بِهِ مُوسَى نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ  
قُرْآنًا يُدْوَنُهَا وَتُخْفُونَ لَهَا وَكُفِّرُوا كَالْم  
تَعْلَمُونَ أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قُلِ اللَّهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي  
خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ

صَلَّى  
الْعِظِيمِ

اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جس طرح اس کی  
قدر کرنے کا حق تھا جب انہوں نے کہا اللہ نے  
کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا آپ کہیے پھر اس  
کتاب کو کس نے نازل کیا جس کو موسیٰ لائے  
تھے وہ لوگوں کیلئے نور اور ہدایت تھی تم نے اس  
کے الگ الگ کاغذ بنائے تم ان کو ظاہر کرتے ہو  
اور ان میں سے اکثر حصہ کو چھپاتے ہو اور تمہیں  
وہ علم دیا گیا جس کو تم نہ جانتے تھے اور نہ تمہارے  
باپ، دادا آپ کہیے اللہ ہی نے اس کتاب کو  
نازل کیا اور پھر انہیں چھوڑ دیں کہ وہ اپنی بیہودہ  
باتوں میں کھیلتے ہیں۔ (۹۲)

## تفسیر

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا ہجرت سے پہلے کفار و قریش نے یہود کی ایک جماعت کو حضور  
ﷺ سے بحث کرنے کیلئے بلایا اس سلسلہ میں یہود کے ایک بڑے عالم مالک بن صیف کا انتخاب ہوا کہ وہ  
حضور سے مناظرہ کرے چنانچہ جب مالک بن صیف حضور ﷺ کے سامنے آیا تو آپ نے مالک بن صیف  
سے فرمایا اے مالک! کیا تو تورات کو جانتا ہے اس نے کہا اس وقت عرب میں مجھ سے زیادہ توراۃ کا کوئی  
عالم نہیں۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا، مالک یہ بتا کیا توراۃ میں یہ بات نہیں لکھی گئی کہ اللہ تعالیٰ موئے  
پادری کو پسند نہیں فرماتا اس نے کہا جی ہاں یہ عبارت تو ہے حضور نے فرمایا پھر تو موٹا ہے، تورات کے اس  
حکم کی روشنی میں تو مردود ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا مالک تو موٹا ہے مناظرہ سے پہلے تو اپنا ایمان تو ثابت کر



اس پر مالک بن صیف گھبرا گیا اور کہا اللہ نے کسی بشر پر کچھ نہیں اتارا اس کا یہ کہنا تو یہود کے ہی خلاف تھا کہ موسیٰ علیہ السلام بشر ہیں، اور ان پر تورات اتری ہے۔ مالک نے یہود سے کہا بس میں غصہ میں آ گیا اور یہ کہہ بیٹھا، اس پر یہود نے اُسے سرداری سے معزول کر دیا اور اس کی جگہ کعب بن اشرف کو اپنا مذہبی سربراہ بنا لیا۔ اس موقع پر یہ آ کر یمہ نازل ہوئی۔

امام بغوی نے بھی ایک روایت نقل کی ہے: مالک بن صیف کی بات پر یہود ناراض ہو گئے اور اس کو مذہبی پیشوائی کے عہدہ سے ہٹا دیا حضور سے فرمایا گیا اگر وہ لوگ حق کو پہچانتے تو یہ گستاخانہ کلمہ ان کے منہ سے نہ نکلتا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی کتاب نہیں اتاری، فرمایا یہود نے تورات سے وہ باتیں نکال دیں جو رسول کے حق میں تھیں پھر فرمایا گیا قرآن کے ذریعہ تمہیں وہ علم دیا گیا جسکی تمہیں اس سے پہلے خبر نہ تھی نہ تمہارے باپ داداؤں کو پھر فرمایا گیا محبوب انہیں لہو و لعب میں رہنے دیں۔

حضور ﷺ سے فرمایا گیا محبوب یہود نے اللہ کی قدر پہچانی ہی نہیں، انہوں نے آسمانی کتاب اور وحی کا انکار کر دیا کہ اللہ نے کسی بندے پر کوئی وحی کی ہی نہیں، کتاب اتاری ہی نہیں، نبوت کا انکار تو الوہیت کا انکار ہے۔ ان سے پوچھے کیا تورات موسیٰ علیہ السلام طور سے نہیں لائے تھے۔ اس میں بنی اسرائیل کی ہدایت تھی تم نے اسے برباد کر دیا کچھ حصہ بدل لیا، کچھ حصہ چھپا لیا۔ مالک بن صیف کے قول سے تو سارے یہود جھوٹے ثابت ہو گئے کہ انہوں نے آسمانی کتاب توراۃ کا کھلا کھلا انکار کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے منکر ہو گئے۔ اے یہود! تم احسان، فراموش ہو تورات جیسی کتاب کو پڑے پڑے کر ڈالا اور اپنی اغراض و خواہشات کے مطابق ڈھال لیا، حضور سے فرمایا محبوب آپ کہہ دیجئے تمہارے انکار کرنے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُصَدِّقٌ لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ  
وَلِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ  
بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِمْ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ

صَلَّى  
الْعِظَمِ

اور یہ برکت والی کتاب ہے اسے ہم نے اتارا  
ہے تصدیق کرنے والی ہے اس (وحی) جو اس  
سے پہلے نازل ہوئی اور اس لئے کہ آپ ڈرائیں  
مکہ والوں کو اور جو اس کے ارد گرد ہیں وہ جو آخرت  
پر ایمان لائے وہ اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور وہ  
اپنی نماز کی پابندی کرتے ہیں (۹۳)

### تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا جو آسمانی کتابوں کا انکار کرتا ہے وہ اللہ کی الوہیت کا انکار کرتا ہے، اس آیہ مبارکہ  
میں ارشاد ہے جو قرآن کریم کا انکاری ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا انکار کرتا ہے یا یوں سمجھ لیا  
جائے پہلی آیہ میں تورات کا ذکر تھا اس کے بدلنے اور تحریف کی بات تھی اب قرآن مقدس کا ذکر ہے جو نہ  
بدلنے والی کتاب ہے۔

قرآن مقدس کے نزول کے سلسلہ میں دو لفظ ملتے ہیں ”انزلنا“ اور ”نزلنا“۔ ”انزلنا“ کا معنی ہے  
یکبارگی اُتارنا، یہ صورت شب قدر میں ہوئی کہ لوح محفوظ سے آسمان اول تک قرآن مقدس یکبارگی اتارا  
گیا اور ”نزلنا“ کا معنی آہستہ آہستہ اُتارنا ہے۔ یہ صورت حضور ﷺ پر ۲۳ رسال میں ہوئی، حسب ضرورت  
قرآن پاک اترتا رہا، قرآن مقدس کی پہلی صفت فرمائی گئی کہ یہ کتاب برکت والی ہے، دوسری صفت فرمائی  
گئی اس کتاب نے پہلی کتابوں کی تصدیق کی ہے اس کے اتارنے کی ضرورت کا ذکر فرمایا گیا کہ آپ مکہ  
اور اس کے ارد گرد والوں کو ڈر سنائیں۔ اُم القریٰ مکہ کا نام ہے اسی نسبت سے حضور ﷺ کو اُمی کہا جاتا ہے، یا  
اس لئے اُمی کہا جاتا ہے کہ اُم ماں کو کہتے ہیں اور وہ اولاد کی اصل ہے، حضور ﷺ اصل کائنات ہیں اسی بناء  
پر اُمی کہا جاتا ہے یا اس لئے کہ حضور ﷺ نے دنیا کے کسی انسان سے نہیں پڑھا آپ کی تعلیم خود رب قدوس

نے فرمائی جیسے ارشاد ہے ”الرحمن علم القرآن“ رحمان نے قرآن سکھایا، قرآن مقدس کے بہت سے ناموں سے ایک نام کتاب بھی ہے، لوح محفوظ پر لکھی گئی، ایمانداروں کے سینوں میں لکھی گئی۔

آیہ مبارکہ سے پتہ چلتا ہے ڈرا کر بھی اطاعت کرائی جاتی ہے اور شوق و محبت سے بھی اطاعت ہوتی ہے، مکہ والوں کو ڈرانے کے بعد اس کے گرد و نواح والوں کو بھی ڈرانا ہے۔ گرد و نواح سے مراد روئے زمین کے سبھی افراد ہیں کہ مشرق و مغرب و جنوب و شمال سبھی مکہ کے ارد گرد ہی ہیں مکہ شریف پوری دنیا کا مرکز اور سنٹر ہے آیہ مبارکہ میں کتاب پاک کی صفات کا ذکر فرمایا گیا ہے یہ برکت والی ہے جس کی برکت سے کائنات روشن ہوگئی، دنیا عدل و انصاف سے بھر گئی کسی کو خیانت کا احساس ہی پیدا نہیں ہوتا، بخت دل لوگ نیاز مند ہو گئے یہ وہ کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم پر اتاری کہ ساری دنیا استفادہ کرے اور اس کے نور سے معمور ہو۔ آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ قرآن پر بھی ایمان لاتے ہیں اور اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔

اس ارشاد سے واضح ہے کہ نماز کو عبادات میں نمایاں مقام حاصل ہے اور نماز کو جان بوجھ کر چھوڑنے کو کفر کہا گیا ہے۔ جس شخص کو آخرت کا خوف ہوگا وہ ضرور حق کی طرف متوجہ ہوگا آخرت کا تصور گناہوں سے بچاؤ کا بہترین سبب ہے، اگر کبھی گناہ سرزد ہو بھی جاتا ہے تو توبہ کر کے آئندہ گناہ سے بچنے کا ارادہ کرتا ہے، صحیح صورت تو یہی ہے خدا کا خوف اور آخرت کی فکر وہ دولت ہے جو انسان کو صحیح انسان بناتی ہے اور گناہوں سے باز رکھتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ  
أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ  
مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي  
غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ خِرَاجًا  
أَنْفُسَهُمْ أَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ  
تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ  
تَسْتَكْبِرُونَ ﴿٩٣﴾

اللہ  
اصدق  
العظم

اور اُس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ  
باندھے یا کہے مجھے وحی آتی ہے حالانکہ اس کی  
طرف کوئی وحی نہیں کی گئی اور وہ جو کہے کہ میں  
عنقریب ایسی چیز نازل کروں گا جیسی اللہ نے  
نازل کی اور (اے مخاطب) کاش تو وہ منظر  
دیکھے جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں  
گے اور فرشتے ان کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے  
ہوں گے (اور کہیں گے) نکالو اپنی جانوں کو آج  
تمہیں ذلت والے عذاب کی سزا دی جائے گی  
کیوں کہ تم اللہ پر ناحق بہتان تراشتے تھے اور  
اس کی آیتوں پر (ایمان لانے سے) تکبر کرتے  
تھے (۹۳)

### تفسیر

پہلی آیہ کریمہ میں سچے انبیاء علیہم السلام کا ذکر تھا اس میں جھوٹے مدعیان نبوت کی مذمت ہے یہ آیہ مبارکہ  
مسلمہ بن ثمامہ کذاب اور اسود غنسی کے حق میں نازل ہوئی ان دونوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اسود غنسی  
صنعا میں رہتا تھا اس نے حضور ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری دنوں میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ حضور ﷺ نے  
اپنے وصال سے دو دن پہلے یہ خبر دے دی تھی کہ اسود غنسی کو فیروز دیلمی نے قتل کر دیا ہے۔ مسلمہ کذاب  
بنی قبیلہ بنی حنیفہ کا امیر تھا وہ کہتا تھا محمد قریش کے نبی ہیں، میں بنی حنیفہ کا۔ یہ جھوٹی آیات بناتا اور کہتا یہ مجھ  
پر وحی ہوئی ہے یہ مسلمہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ پاک میں جنگ یمامہ میں حضرت وحشی

کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس نے حضور ﷺ کے پاس دو آدمی خط دے کر بھیجے تھے جس میں لکھا تھا کہ آدھی زمین میری ہے اور آدھی زمین تیری ہے۔ حضور ﷺ نے قاصدوں سے فرمایا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ایلچی کو قتل نہیں کیا جاتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا پھر حضور نے اسے خط بھی لکھا کہ زمین اللہ کی ہے جسے چاہے عطا فرمائے

اس آئیہ کریمہ کا دوسرا حصہ ”من قال سائل“ یہ نصر بن حارث کے حق میں نازل ہوا جو کہتا تھا قرآن مجید جیسا کلام میں بھی بنا سکتا ہوں، اور بہت سی جھوٹی آیتیں بنا کر لوگوں کو سناتا تھا۔ ایک روایت اس طرح بھی ملتی ہے کہ آئیہ کا یہ حصہ عبید اللہ بن سعد کے متعلق نازل ہوا جو مسلمان ہوا پھر مرتد ہو گیا اور مکہ مکرمہ چلا گیا پھر فتح مکہ سے کچھ دن پہلے دربار نبوی میں حاضر ہوا جب آپ ﷺ ان کے مقام پر تشریف فرما تھے اور توبہ کر کے مسلمان ہو گیا (تفسیر خازن) مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے یہ شخص کافر ہی مرا تھا (واللہ اعلم)

نصر بن حارث عربی عبارتیں بنا بنا کر لوگوں سے یہ کہتا کہ قرآن جیسی آیت اس نے بھی بنالی ہے ”والسما ذات البروج“ کے مقابلہ میں عربی عبارت گھڑی۔ عبد اللہ بن مرث نے یہ کہا ”فتبارک اللہ احسن الخالقین“ یہ آئیہ میری بنائی ہوئی ہے۔

آئیہ مبارکہ میں ایسے شخص کو بدترین ظالم فرمایا گیا جو اللہ پر الزام لگاتا ہے کہ اللہ نے نبی نہیں بھیجا ان پر کتابیں نہیں اتاریں یا وہ کہتا ہے کہ وہ نبی ہے حالانکہ نبی نہیں یا یہ کہتے کہ قرآن جیسی آیت بنا سکتا ہوں اے محبوب کریم! ان کی یہ حرکات اس وقت تک ہیں جب تک موت کے عذاب میں مبتلا نہیں ہوتے اور وہ منظر عجیب ہوگا جب فرشتے انہیں گھیرے ہوں گے اور کہیں گے جان نکالو، آج تم کو ذلت و خواری کا عذاب دیا جائے گا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ مرتے وقت کافر کی روح سے کہا جائے گا اس کے بدن سے عذاب الہی کی سختیوں کی طرف نکل اس روح کو نکالے گا، تو عزرائیل مگر اسے سختی، جھڑک اور غضب کے طور

پر کہا جائے گا فرشتے ہاتھ پھیلاتے ہوں گے اور کہیں گے آج تم ذلت کے عذاب میں مبتلا ہو گے کہ تم نے اللہ پر بہتان لگائے اور تم اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فَرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ  
وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَاكُمْ وَآزَلْتُمْ ذُرِّيَّتَكُمْ وَمَأْتِي مَعَكُمْ  
شُفَعَاءُ كُفَرًا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ  
لَقَدْ نَقَطْنَا بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ كَالنُّجُومِ تَزْعُمُونَ

صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم

اور بے شک تم ہمارے پاس اسی طرح تباہ آئے ہو جیسے ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ تباہ پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا تھا وہ سب کچھ اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھ رہے جن کے متعلق تمہارا گمان تھا کہ وہ تمہارے کاموں میں ہمارے شریک ہیں بے شک تمہارا تعلق ٹوٹ گیا اور چلے گئے جن کے متعلق تم گمان کرتے تھے (کہ وہ تمہارے مددگار ہیں) (۹۵)

### تفسیر

اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا کہ کفار و مشرکین غریب مسلمانوں کو دیکھ کر طنز یہ کہا کرتے تھے جیسے مسلمان آج غریب ہیں اور ہم ان کے مقابلہ میں اچھے ہیں قیامت کے دن بھی یہی صورت ہوگی ہم عزت سے ہوں گے جیسے آج اللہ ہم پر راضی ہے، اس نے ہمیں مال و دولت، فضل سے نوازا ہے اور یہ لوگ محروم ہیں ایسے ہی قیامت کے دن ہوگا، یہ آیہ کریمہ نازل ہوگئی جس میں کفار کی بے بسی، کمزوری کو واضح کیا گیا ہے کہ کفار قیامت کے دن کئی وجوہ سے پریشان ہوں گے، قیامت کے دن وہ تنہا ہوں گے جیسے دنیا میں



اکیلے گئے تھے قیامت کو بھی اکیلے حاضر ہوں گے ان کے ساتھ ان کا مال نہیں ہوگا ان کی پریشانی کی ایک وجہ اور ہوگی ان کا کوئی حامی نہیں ہوگا مددگار نہیں ہوگا ان کی رسوائی کی ایک وجہ یہ ہوگی کہ ان کے رشتے ناطے ٹوٹ جائیں گے، ایک وجہ یہ بھی ہوگی کہ فرشتے انہیں سرزنش کریں گے، ان کی رسوائی ایسے ہی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ انہیں غضب سے فرمائے گا آج تم تنہا آئے ہو، مال و متاع نہیں لائے، جن بتوں کو معبود جانتے تھے وہ یہاں پر کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ اس زجر و توبیخ پر کفار کی ہمت ٹوٹ جائے گی، وہ معبودانِ باطل تم نے خود بنائے تھے جن سے آج کوئی بھی سفارشی نہیں۔ الحمد للہ ایمانداروں کیلئے قیامت کے دن بہت سے سفارشی ہوں گے، قرآن سفارش کرے گا، رمضان سفارش کرے گا، معصوم بچے سفارش کریں گے سب سے بڑی اور آخری سفارش سید الانبیاء حضور ﷺ کی ہوگی جو لوگ دنیا میں اپنے مال و دولت پر بھروسہ کرتے تھے وہ قیامت کو انتہائی ہیبت اور گھبراہٹ میں پریشان و رسوا تنہا آئیں گے۔ قیامت کے دن کی ہیبت پریشانی کا ذکر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس طرح فرمایا حضور کو یہ فرماتے سنا ہے قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن جمع کئے جائیں گے، ضرورت ہے کہ آج دنیا میں اعمال صالح کمائیں اور قیامت کو عزت پائیں۔ حدیث شریف میں ہے ”الدنيا مزرعة الآخرة“ دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو کماؤ گے قیامت کو پالو گے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

إِنَّ اللَّهَ فَلَقَ الصَّبَّ وَالتَّوَلَّى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ  
وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ذِكْرُ اللَّهِ فَإِنِّي تُوفِّكَوْنَ  
فَالِقُ الْإِصْبَارِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ  
حُسْبَانًا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ

صَلَّى  
الْعِظَمِ

بے شک اللہ ہی پھاڑنے والا ہے دانے اور گٹھلی  
کو وہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ  
سے نکالنے والا ہے یہی اللہ ہے تم کہاں بھٹک  
رہے ہو (۹۶) وہ رات کو چاک کر کے صبح کو  
نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو آرام کیلئے  
بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کیلئے، یہ مقرر کیا  
ہوا اندازہ ہے سب سے غالب اور سب کچھ  
جاننے والے کا (۹۷)

## تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں رب قدوس کی توحید رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور قرآن حکیم کا ذکر تھا اس آیت مبارکہ  
میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے دلائل ارشاد ہیں کہ وہ اللہ ہے جو دانے کو چیرتا ہے پھر اس سے ایک کو نیل نکالتا  
ہے جو بہت ہی کمزوری ہوتی ہے مگر زمین کو چیر کر اوپر نکلتی ہے اس کو نیل کا نچلہ حصہ زمین میں بڑھتا ہے اور  
باہر والا پھل پھول لاتا ہے یہ ایک دانہ ہی ہے جس کے پتے سبز ہیں، پھول پھل کا رنگ مختلف ہے پھر ذائقہ  
مختلف ہے پودے کی یہ ساری صورت حال قدرت کی محتاج ہے وہی اللہ اس کے بڑھنے، پھلنے، پھولنے کا  
اہتمام فرماتا ہے۔

فرمایا جا رہا ہے جیسے دانہ سے کھیت، گٹھلی سے باغ ہم بناتے ہیں مگر ان کے وجود کیلئے انسان ذریعہ  
ہے بوتا ہے پانی لگاتا ہے، حفاظت کرتا ہے ایسے ہی بندوں کے ایمان، پرہیزگاری، تقویٰ کیلئے انبیاء، اولیاء  
کو وسیلہ بنایا ہے انہیں کے وسیلہ سے مومن کے دل میں ایمان کا باغ لگتا ہے۔ دلائل الوہیت میں یہ پہلی  
دلیل تھی۔ دوسری دلیل فرمائی کہ وہ اللہ ہی ہے جو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے۔ جاندار کو بے جان نطفے سے

پیدا کرتا ہے، جاندار بچوں کو انڈوں سے نکالتا ہے، جاندار مومن کو بے جان کافر سے پیدا فرما دیتا ہے، باپ کافر ہے بیٹا مومن ہے، ایمان زندگی ہے کفر موت ہے۔ جاندار عابد، زاہد متقی کو غافل سے پیدا فرما دیتا ہے۔ تیسری دلیل اس طرح فرمائی گئی ہے کہ اللہ وہی ہے جو مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، جاندار سے نطفہ جو میت ہے اور نطفہ سے جاندار جو زندہ ہے۔ پہلی تفسیر کی ساری صورتیں یہاں بھی موجود ہیں۔

الوہیت کی چوتھی دلیل کو اس طرح فرمایا گیا کہ وہ رات کی تاریکی سے صبح کو نکالتا ہے، پانچواں ارشاد ہے اسی نے رات کو سکون اور قرار بنایا ہے، اُسی نے چاند اور سورج کو دنیا کے حساب کیلئے پیدا فرمایا ہے، چاند سے قمری مہینے بنتے ہیں، سورج سے شمسی مہینے بنتے ہیں۔ سورج چاند کی حرکت مقرر فرمادی ہے جس سے مہینے، سال بنتے ہیں گرمی، سردی، بہار اور خزاں کے موسم پیدا ہوتے ہیں۔ اس اندازِ ارشاد سے بتانا یہ مقصود ہے کہ اس کارخانہ ہستی کی ہر چھوٹی بڑی شے اسی قدرت کاملہ کا کرشمہ ہے۔ چاند سے روزے حج، زکوٰۃ کے فیصلے ہوتے ہیں یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ چاند سورج کی رفتار کے سلسلہ میں کوئی طے شدہ حد سے باہر نہیں نکل سکتا لوگوں سے فرمایا جا رہا ہے یہی قدرتوں والا ہی تو رب ہے تم نے معبودانِ باطل کو سب کچھ سمجھ کر اپنے کو گمراہی میں ڈال لیا ہے جیسے رات کی تاریکی کو دور کرنے کیلئے سورج بنایا گیا ہے ایسے ظلم، کفر، شرک، گمراہی کی تاریکی کو دور کرنے کیلئے آفتابِ نبوت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْيَوْمَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي  
ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَضَّلْنَا الْآلِيتَ لِقَوْمٍ  
يَعْلَمُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ لَكُم مِّنْ نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ  
فَسْتَقَرُّوْا وَتُسْتَوْدَعُ قَدْ فَضَّلْنَا الْآلِيتَ لِقَوْمٍ  
يَفْقَهُوْنَ ۝

اللہ  
صَدِيقُ  
الْعَظَمَاءِ

اور وہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے ستارے  
بنائے کہ اُن سے راہ پاؤ، خشکی اور تری کے  
اندھیروں میں ہم نے علم والوں کیلئے نشانیاں  
بیان کر دی ہیں (۹۸) اور وہ ہی ہے جس نے  
تمہیں ایک جان سے پیدا کیا پھر کہیں ٹھہرنا ہے  
اور کہیں امانت دار رہنا ہے بے شک ہم نے سمجھ  
والوں کیلئے مفصل آیتیں بیان کر دیں (۹۹)

### تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں رب قدوس جل مجدہ کے کمالات قدرت کا ذکر تھا کہ اللہ دانہ اور گٹھلی سے پودا پیدا کرتا  
ہے، زندہ سے مُردہ کو نکالتا ہے اور مردہ سے زندہ نکالتا ہے رات کی تاریکی سے صبح ظاہر کرتا ہے رات کو سکون  
و قرار بنایا ہے چاند اور سورج کو حساب۔ ان ارشادات کے بعد مزید انعامات اور کمالات کا ذکر اس طرح  
فرمایا جا رہا ہے وہ اللہ ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے کہ تم ان کی روشنی میں تری اور خشکی میں راہ  
پاتے رہو۔ مزید قدرت کا اظہار اس طرح فرمایا وہ اللہ ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا تم سارے  
ایک آدم کی اولاد ہو حضرت حوا کی پیدائش بھی حضرت آدم سے ہی ہے حضرت آدم کی پسلی سے پیدا کی گئی مگر  
اولاد نہیں۔ یہ اس کی قدرت کاملہ کا ایک عظیم کمال ہے ایک جان سے اتنی مخلوق پیدا فرمادی یہ بھی کمال  
قدرت ہے ایک آدم سے اولاد مختلف نظر آتی ہے کوئی مومن ہے کوئی کافر ہے کوئی مشرک ہے کوئی منافق ہے  
، اسی آیہ میں مزید قدرت کا اظہار فرمایا گیا کہ انسان کے دو مقام رکھے ایک میں ٹھہرتے ہو دوسرے میں  
بطور امانت رہے ہو اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ تم باپ کی پیٹھ میں ٹھہرتے ہو ماں کے رحم میں بطور امانت  
رہتے ہو پھر دنیا پر آ جاتے ہو یا معنی یہ ہے کہ ماں کے رحم میں بطور امانت رہتے ہو زمین پر ٹھہرتے ہو یہ معنی  
بھی ہے کہ تم قبر میں بطور امانت رہتے ہو جنت یا دوزخ میں بطور قرار ٹھہرو گے یہ معنی بھی ہے کہ دنیا میں بطور

امانت ہو، آخرت میں بطور قرار ہو گے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ نے اسی معنی کو ترجیح دی ہے۔

یہ ہمارے کمالات قدرت ہیں ان پر غور کرو، سمجھو اور ہماری قدرت کے قائل ہو جاؤ، دنیا چند روزہ عارضی ہے فانی ہے، آخرت مستقل ٹھکانا ہے۔ ”جعل لکم“ کے ارشاد سے واضح ہے کائنات انسان کے فائدہ کیلئے ہے، انسان کو بھی چاہئے کہ وہ اپنی زندگی کو اپنے رب کے ارشادات ماننے میں بسر کرے۔ آیہ کے آخر میں فرمایا ہمارے کمالات کا اظہار اور کھلے کھلے نشانات علم والوں کیلئے ہیں کہ ان کمالات کے اظہار سے فائدہ علم والے ہی اٹھائیں گے، جاہلوں نے ستاروں کو دیکھ کر انہیں معبود مان لیا یہ نہ سوچا کہ ستاروں کا طلوع ہونا ان کا غروب ہونا یہ سارے معاملات کسی بنانے والے اور چلانے والے کے تابع نظر آتے ہیں۔ یہ ستارے نہ تو اپنے وجود میں مستقل ہیں نہ اپنی بقاء عمل میں انہیں دیکھیں اور ان کے بنانے والے کی طرف توجہ نہ کرنا جہالت ہے کوتاہ نظری ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے ہر قسم کی نبات اگائی پھر اس سے سرسبز کھیت اور درخت پیدا کئے پھر ان سے تہہ بہ تہہ لگے ہوئے دانے اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے کچھے پیدا کئے جو جھکے ہیں اور انگوروں اور زیتون اور انار کے باغ اگائے جو ملے جلے بھی ہیں اور مختلف بھی جب یہ درخت پھل لائیں تو ان کے پھل اور اس کے پکنے کی طرف دیکھو بے شک اس میں ایمان لانے والوں کیلئے نشانیاں ہیں (۱۰۰)

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُهُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّارُفَانَ مُشْتَبِهًا وَعَذِيرًا مُتَشَابِهًا نَظَرُوا إِلَى مِرَّةٍ إِذَا أَشْمَرُوا يَتَّبِعُهُ إِنْ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

صَلَّى  
اللَّهُ  
عَلَيْهِ  
وَالْآلِ  
وَالْحَبِ  
طَيِّمًا

## تفسیر

اس سے پہلے زمین و آسمان، چاند تارے سورج کے وجود سے توحید پر دلائل تھے۔ اب اس آیہ کریمہ میں بارش کے برسنے اس سے درختوں کی آبیاری، درختوں سے تہہ بہ تہہ پھلوں سے ان کے جھکنے سے توحید پر دلائل ہیں۔ اس آیہ کریمہ میں انسان کو توجہ دلائی جا رہی ہے کہ تو اپنے وجود پر غور کر کہ ہم نے کس طرح تجھے بنایا؟ کہاں کہاں رکھا، کیسے تیری پرورش کی اور تیرے لئے آسمانوں سے پانی اتارا؟ اس سے پھل پھول بنائے، انگور، زیتون، رمان جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور یہی مختلف بھی یہ سب کچھ تیرے لئے ہے۔

سب جہاں تیرے لئے اور تو خدا کے واسطے

آیہ مبارکہ میں چار پھلوں کا ذکر فرمایا گیا ہے حالانکہ پھل تو ہزاروں ہیں، امام رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ان چار پھلوں کی تفصیل لکھی جائے تو دفتر بھر جائیں سب سے پہلے دانے کا ذکر ہے کہ دانہ پر انسانی زندگی کا خاصہ انحصار ہے، پھر کھجور کا ذکر ہے کھجور کی عظمت کا اس طرح بھی ذکر آتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا صحابہ کھجور تمہاری پھوپھی ہے، صحابہ نے عرض کی حضور وہ کیسے؟ فرمایا یہ آدم علیہ السلام کے وجود سے بچی مٹی سے بنائی گئی تھی، کھجور کا پھل باقی پھلوں سے خصوصی امتیاز رکھتا ہے، یہ پھل غذا کا کام بھی دیتا ہے اس درخت کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت حضرت مریم اس درخت کے نیچے بیٹھی تھیں، جب آپ نے تکلیف محسوس کی تو حکم ہوا کھجور کو ہلاؤ، وہ کھجوریں ڈالے گا انہیں کھاؤ تمام پھلوں سے دیر تک محفوظ رہنے والا یہی پھل ہے، یہ پھل قوت بخش بھی ہے افطاری کے وقت اس کا انتخاب روزہ کی کمزوری دور کرتا ہے اللہ کے فضل، رسول اللہ کی رحمت سے مجھے بھی اس پودے سے بہت دلی شغف ہے، مدینہ منورہ کے مختلف باغات سے کئی پودے لا کر جامعہ فریدیہ میں لگائے جو پھل دے رہے ہیں۔ اس باغ کا نام ”مختلستان طیبہ“ رکھا ہے۔ ایک پودا سلمان فارسی کے باغ سے لایا گیا ہے جو پھل دے رہا ہے۔

اس پودے کا شرف اس حدیث شریف سے بھی ملتا ہے: حضور ﷺ نے فرمایا درختوں میں ایک



درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلمان کی مثل ہے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، میرے ذہن میں یہ آگیا کہ یہ درخت کھجور کا ہے مگر میں چھوٹا ہونے کی وجہ سے خاموش رہا، صحابہ نے عرض کی حضور (ﷺ) وہ کون سا درخت ہے؟ حضور نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے، لکڑی کے جس ستون کے ساتھ حضور ٹیک لگا کر وعظ فرماتے تھے، وہ کھجور کا تنہا ہی تھا، ممبر پر جلوہ گر ہوئے تو وہ حضور (ﷺ) کے فراق میں رویا، حضور تشریف لائے اس پر اپنا ہاتھ رکھا تو اُسے سکون ملا اور چپ ہوا۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے حضور (ﷺ) کے فراق میں رونے چلانے اور حضور کے چپ کرانے کا شرف بھی کھجور کے درخت کو ہے۔ اس درخت کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ مسجد نبوی شریف کی چھت بھی کھجور کے تنوں سے بنائی گئی تھی۔ مولانا جلال الدین رومی نے اس واقعہ کو حسین انداز میں پیش کیا ہے، حضور (ﷺ) نے روتے تنے کو فرمایا اگر تو چاہے تو تجھے درخت بنا دوں، تو خشک نہیں ہوگا۔ اس نے کہا جی نہیں پھر فرمایا تجھے جنت کے درختوں میں درخت بنا دوں اس نے پھر معذرت کی، عرض کی حضور پہلے والی صورت ہی مجھے پیاری ہے کہ آپ ٹیک لگاتے رہیں۔

کھجور کی بہت سی قسمیں ہیں اور حیران کن فوائد ہیں میں نے اس عنوان کو اپنی کتاب مدیۃ الرسول میں وضاحت سے لکھا ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات کا ذکر فرمایا کہ اس کے بندے اس کی طرف متوجہ ہوں۔ حکم فرمایا گیا پھل کے ہونے اور اسکے پکنے کو دیکھو اس صورت حال میں ایمان والوں کیلئے نشانات ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور انہوں نے اللہ کیلئے جنوں کو شریک ٹھہرا لیا  
حالانکہ اللہ نے انہیں پیدا فرمایا اور اپنی جہالت کی  
وجہ سے اللہ کیلئے بیٹے اور بیٹیاں بنائے اللہ تعالیٰ  
بلند و بالا ہے ان باتوں سے جو کر رہے ہیں (۱۰۱)

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا آلَ  
بَيْنٍ وَبَدَّلُوا بِغَيْرِ عَالٍ سُبْحَانَكَ وَتَعَالَى عَمَّا يُصِفُونَ

اللہ  
الْعَظِيمُ

## تفسیر

بچھلی آیات مبارکہ میں توحید کے دلائل اور اپنی قدرت کاملہ کے مظاہر بیان فرمانے کے بعد لوگوں کی ہٹ دھرمی، ضد اور گستاخی کا ذکر ہے، چاہئے تو تھا کہ وہ ان کمالات کو دیکھ کر ایمان لاتے، خدا کو وحدہ لا شریک مانتے مگر ان کے تعصب کا تو یہ حال ہے انہوں نے رب کی ذات کے ساتھ جنوں کو شریک ٹھہرایا حالانکہ اللہ نے انہیں پیدا کیا جیسے قرآن پاک میں فرمایا ”وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون“ میں نے جنوں، انسانوں کو عبادت کیلئے بنایا، پھر اسی پر ہی نہیں شرک میں ایک قدم اور آگے بڑھے، خدا کیلئے بیٹے اور بیٹیوں کے قائل ہو گئے، حالانکہ خدا اس سے پاک ہے، ”لم یلد و لم یولد“ اس کی صفت ہے، یہ ساری باتیں یہ لوگ اس لئے کر رہے ہیں کہ جاہل ہیں، علم کی دولت سے محروم ہیں اللہ پاک ہے اس سے جو کچھ کہہ رہے ہیں۔

اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا کہ کفار عرب کے بہت سے فرقے تھے، بعض کہتے تھے فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، بعض کہتے تھے عیسیٰ علیہ السلام، عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں، ان تمام لوگوں کی تردید میں آیہ نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ کی تقدیس، پاکیزگی کا ذکر ہوا کہ اللہ اولاد سے، بیوی سے پاک ہے، انہوں نے یہ نہ سوچا کہ باپ بیٹا تو ایک جنس سے ہوتے ہیں۔ فرشتے، عیسیٰ، عزیر علیہم السلام اولاد کیسے ہو سکتے ہیں، اولاد کی محتاجی کمزور کو ہوتی ہے، خدا کمزوری سے پاک ہے، فرشتے، انبیاء سب اسکی مخلوق ہیں، اولاد نہیں (معاذ اللہ) مخلوق خالق کی شریک نہیں ہو سکتی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنۢیْ یَّکُوۡنَ لَہٗ وَلَدٌ وَّ  
لَّمۡ یَکُنۡ لَّہٗ صَاحِبٌ وَّخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ وَّہُوَ  
بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیۡمٌ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا  
ہُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوۡہٗ وَہُوَ عَلٰی کُلِّ  
شَیْءٍ وَکِیۡلٌ

اللہ  
الْعَظِیۡمُ

وہ آسمانوں اور زمینوں کا موجد ہے اس کی اولاد  
کیونکر ہوگی، حالانکہ اس کی بیوی ہی نہیں ہے  
اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کو اچھی  
طرح جاننے والا ہے (۱۰۲) یہی ہے اللہ جو تمہارا  
رب ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں  
وہ ہر چیز کے پیدا کرنے والا ہے سو تم اس کی  
عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا نگہبان ہے (۱۰۳)

### تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے شریک سے پاک ہونے کے دلائل تھے اس آیہ کریمہ میں اس کے اولاد  
سے پاک ہونے کے دلائل فرمائے جا رہے ہیں۔ اس میں ارشاد ہے جو لوگ اللہ کیلئے اولاد مانتے ہیں جیسے  
لوگوں نے کہا فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں، عیسیٰ، عزیر خدا کے بیٹے ہیں مگر یہ کسی نے نہیں کہا کہ فلاں عورت خدا  
کی بیوی ہے جب خدا کیلئے کسی بیوی کے قائل خود یہ لوگ بھی نہیں تو اولاد کیسے ہوگی یا بغیر باپ کے تو اولاد ہو  
سکتی ہے جیسے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے بغیر باپ کے پیدا فرمایا مگر بغیر ماں کے صرف باپ سے اولاد کا ہونا  
ناممکن ہے اس آیہ کریمہ میں ارشاد ہے اللہ کی یہ شان ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں کو بغیر کسی مثال و  
نمونہ کے پیدا فرمایا، ہر شی اس کی مخلوق ہے، اُس کی بیوی نہیں اُسی نے ہر شی کو پیدا کیا ہے وہی ہر شی کو جانتا  
ہے وہی عبادت کے لائق ہے وہی ہر شی کا خالق ہے، اُسی کی عبادت کرو وہی ہر شی کا نگران ہے، نگہبان ہے،  
وہی خالق ہے اور باقی ساری کائنات مخلوق ہے جس نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا  
اب اُسے کسی اور کی کیا محتاجی ہے اور کسی سہارے کی کیا ضرورت ہے اولاد تو باپ کا سہارا ہوتی ہے اور یہ  
باپ کی محتاجی ہے اللہ ہر محتاجی سے پاک ہے اولاد سے بھی پاک ہے جیسے یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک بیٹے



کے دو باپ نہیں ہو سکتے ایسے ہی یہ بھی ایک زبردست حقیقت ہے کہ کائنات کے دو خدا نہیں ہو سکتے۔ نہ ایک بندے کے دو معبود ہو سکتے ہیں، وہی خدا ہے جو تمہاری ہر ضرورت کی خبر رکھتا ہے اور وہی تمہارا مددگار ہے، تمہیں بھی چاہئے کہ اسی کے ساجد بنو، اسی کے عابد بنو، اسی کو عبادت کے لائق مانو، وہی تمہارا وکیل ہے اس نے تمہیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑا، وہ ہمیشہ تمہارے ساتھ ہے تمہارا معاون ہے تمہارا مالک ہے۔ آئیہ کریمہ میں حکم دیا گیا ہے تم اسی کی عبادت کرو کہ فرکی عبادت یہ ہوگی کہ ایمان لائے، مومن کی عبادت یہ ہے کہ پرہیزگار بنے، اخلاص پیدا کرے اللہ کا قرب حاصل کرے، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی پابندی کرے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ  
 وَهُوَ الْغَنِيُّ الْغَنِيُّ  
 آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور ساری  
 آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں وہ نہایت لطیف  
 اور خبردار ہے (۱۰۴)

### تفسیر

پچھلی آئیہ کریمہ میں ذکر تھا کہ اللہ نگہبان ہے، وکیل ہے، اس نے زمین و آسمان کو بغیر مثال کے پیدا فرمایا، خیال پیدا ہوتا تھا کہ ایسے خدائے قدوس کو دیکھتا تو جائے، تو اس آئیہ پاک میں حکم فرمادیا گیا کوئی آنکھ اس کا ادراک نہیں کر سکتی، وہ کسی نظر کے گھیرے میں نہیں آ سکتا، احاطہ اور گھیرا اس شے کا کیا جاسکتا ہے جو محدود ہو اللہ تعالیٰ کی ذات محدود نہیں نہ کسی خاص جہت سے مختص ہے، اس لئے اس کا احاطہ ناممکن ہے ہاں جب اللہ خود کسی کو اپنے دیدار سے نوازا نا چاہے تو اس میں وہ قوت پیدا کر دیتا ہے۔

اس آئیہ کریمہ سے کچھ لوگوں کو غلط فہمی ہو گئی کہ خدائے قدوس کی زیارت نہیں ہو سکتی، یہ محض وہم ہے، ملت اسلامیہ کے سبھی فرقے اس پر متفق ہیں کہ قیامت کے دن مومنوں کو اللہ کی زیارت ہوگی۔ قرآن

مقدس نے اس اہم مسئلہ کو اس طرح ذکر فرمایا ہے ”وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة“ بعض چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔ خدائے ذوالجلال کی زیارت کے بارہ میں مختلف احادیث مبارکہ سے تائید ہوتی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کچھ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا ہم قیامت کے دن رب کی زیارت سے بہرہ ور ہوں گے، حضور ﷺ نے فرمایا جیسے چودھویں کے چاند کو دیکھنے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا تم اسی طرح قیامت کے دن رب کو دیکھو گے۔ آیہ کریمہ کا معنی یہ ہوگا کہ آنکھیں اُس ذات والا صفات کو گھیرے میں نہیں لے سکتیں۔

زیارت اور شہی ہے اور مکمل طور پر اس کا احاطہ اور شے ہے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے حضور ﷺ نے فرمایا سارے جن و انسان فرشتے اکٹھے کھڑے ہو جائیں تو سب مل کر بھی اس کی ذات کا اپنی نگاہ میں احاطہ نہیں کر سکتے ورنہ نگاہ تو کائنات کے بڑے بڑے کرہ کو دیکھ سکتی ہے۔ سورج، چاند کائنات کے بڑے کرہ حیات ہیں مگر آنکھ مشاہدہ کر لیتی ہے، عموماً اس عقیدہ پر یہ سوال ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے زیارت کی تمنا کی تو جواب ملتا ہے ”لن ترانی“ تو نہیں دیکھ سکتا۔ جب موسیٰ علیہ السلام بھی نہیں دیکھ سکتے تو دوسرا غیر نبی کون ہے جو دیکھ سکے گا۔ یہی آیہ کریمہ ہمارے موقف کی تائید کرتی ہے کہ رب قدوس کی زیارت ہو سکتی ہے، اگر آپ کی زیارت کا ہونا ممکن ہی نہ ہوتا تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام یہ سوال ہی نہ کرتے کہ نبی کا ناممکن کے بارہ میں سوال کرنا ہی درست نہیں۔

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ مومنین سے فرمائے گا کچھ اور چاہئے تو بتاؤ جنتی کہیں گے، یا اللہ! تیرا کرم ہے تو نے ہمیں دوزخ سے بچایا، جنت میں داخل کیا، اس سے زیادہ ہم کیا مانگیں، اس وقت خدا اور بندوں کے درمیان سے حجاب اٹھایا جائے گا۔ سب لوگ اللہ کی زیارت کریں گے یہ جنت کی ساری نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہوگی غرضیکہ یہ نعمت دنیا میں نہیں مل سکے گی، آخرت میں ہوگی۔ حضور ﷺ کو معراج کی شب جو زیارت ہوئی۔

یہ بھی دلیل ہے کہ اللہ رب العزۃ کی زیارت ممکن ہے، محی الدین ابن عربی نے تو معراج شریف کے موقع پر ہونے والی زیارت کی تشریح اس طرح کی ہے کہ یہ زیارت بھی عالم آخرت کی زیارت ہے، وہ فرماتے ہیں آسمانوں سے اوپر آخرت کا مقام ہے اگر یہ دنیا کا مقام ہے تو بھی صحیح ہے یہ زیارت حضور ﷺ کا خاصہ ہے جو کسی اور کو نصیب نہیں ہوا۔ غرض آیہ کریمہ کا خلاصہ یہی ہے کہ انسانی نگاہ اس کی ذات کا احاطہ نہیں کر سکتی اس کی ذات غیر محدود ہے اور انسانی نگاہ محدود ہے، قیامت کے دن زیارت ایسے نہیں ہوگی کہ نگاہیں احاطہ کر لیں، ذات حق کا احاطہ نہیں ہوگا۔ آیہ کے آخر میں ذکر ہے وہ لطیف ہے ایسا لطیف ہے کہ حواس کے ذریعہ اس کا ادراک نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ”لطیف“ کا معنی یہ بھی ہے کہ وہ مہربان ہے بندے کے ہر گناہ پر گرفت نہیں فرماتا، معاف بھی فرماتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
بے شک آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف  
سے کھلے دلائل آ گئے، تو جس نے دیکھا اُس نے  
اپنا فائدہ کیا اور جو اندھا بنا رہا اس نے اپنا نقصان  
کیا اور میں تم پر نگہبان نہیں (۱۰۵) اور اسی طرح  
ہم آیات کو طرح طرح سے بیان کرتے ہیں تاکہ  
کافر کہیں کہ تم نے پڑھ کر سنایا ہے اور اسلئے کہ  
اُسے علم والوں پر واضح کر دیں (۱۰۶)

قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ  
وَمَنْ عَمِيَٰ فَعَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِخَفِيظٍ ۝  
وَكَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ لَّا يَشْكُرُونَ  
لِنُبَيِّنَ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝

اللہ  
صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم

تفسیر

اے لوگو! تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح اور روشن دلائل آ گئے وہ روشن اور واضح دلیل کیا ہے وہ حضور ﷺ کی ذات والا صفات ہے، قرآن مقدس نے دوسری جگہ پر اسی عنوان کو اس طرح بیان فرمایا ہے، ”قَدْ



جاء کم برهان من ربکم“ لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آگئی، حضور ﷺ کا وجود مسعود آپ کا ایک ایک قول، ایک ایک فعل، ایک ایک انداز رب ذوالجلال کی دلیل ہے، یا اس مقام پر بصائر سے مراد قرآن مقدس کی آیات کریمہ ہیں، ایک ایک واضح کھلی دلیل ہے جس سے بند آنکھیں کھل جاتی ہیں دل روشن ہو جاتے ہیں، زنگ اترتے ہیں یہ نعمتیں تمہارے پاس آچکی ہیں، جو ان سے فائدہ اٹھائے گا وہ اپنے لئے ہی نفع حاصل کرے گا اور جو قرآن مقدس اور حضور ﷺ سے فائدہ نہیں اٹھائے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا، حضور ﷺ سے فرمایا گیا محبوب! آپ اعلان کر دیں میں تمہارا ذمہ دار نہیں، تمہاری گمراہی، بے دینی کے بارہ میں مجھ سے سوال نہیں ہوگا کہ تم گمراہ کیوں ہوئے؟ میرے ذمہ پہنچانا تھا وہ پہنچا دیا، زبردستی تمہیں راہ پر چلانا، آنکھیں کھلوانا اور تمہیں پڑھانا میرے ذمہ نہیں۔

اے محبوب کریم! ہم اپنی آیات کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ اچھے لوگ ایمان لے آئیں اور بد نصیب یہی رٹ لگاتے رہیں یہ آیتیں آپ نے لوگوں سے پڑھی ہیں اور ہمیں کہتے ہو اللہ کا کلام ہے اور یہ دلائل واضح کئے ہیں کہ لوگ مان جائیں۔

کچھ لوگوں نے یہ کہا یہ آیتیں تو نے کہاں سے پڑھی ہیں اور کہتا ہے خدا کا کلام ہے، ایک معنی یہ بھی کیا گیا کہ تو نے آیات و دلائل خوب واضح کر کے بتائے اور بتانے کا حق ادا کیا ہے، مختلف طریقوں سے آیات کو واضح کرتے ہیں کہ علم والے، دانشمند فائدہ اٹھائیں۔ معنی یہ ہوا، آیات معجزات دلائل تو سب کے سامنے رکھے گئے مگر ان سے فائدہ عقلمند نے اٹھایا۔ جاہل اور کم فہم اس نعمت سے محروم رہے۔ آئیہ مبارکہ میں کفار کے اس شبہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے قرآن پاک کے متعلق یہ شبہ کیا کہ حضور ﷺ نے یہ کلام کہیں سے سنا ہے اور ہمیں کہتا ہے یہ کلام الہی ہے۔ دوسری جگہ پر اس شبہ کا جواب اس طرح دیا گیا ہے ”فاتوا بسورة من مثله“ اگر تم اسے خدا کا کلام نہیں مانتے تو اس کے مقابلہ میں اس جیسی ایک سورہ لا کر دکھاؤ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

إِقْبِمْ مَا أُوتِيَكَ مِنْ رَبِّكَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا  
أَشْرَكُوا ۝ وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا وَمَا أَنْتَ  
عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ۝

اللہ  
عظیم

آپ اس شے کی اتباع کیجئے جو آپ کو آپ کے  
رب کی طرف سے وحی کی گئی ہے اس کے سوا کوئی  
عبادت کے لائق نہیں، اور مشرکین سے اعراض  
(کنارہ کشی) کریں (۱۰۷) اگر اللہ چاہتا تو وہ  
شرک نہ کرتے ہم نے آپ کو ان پر نگہبان نہیں  
کیا اور نہ ہی آپ اُن کے ذمہ دار ہیں (۱۰۸)

### تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں کفار کے ایک بہتان کا ذکر تھا جو انہوں نے لگایا کہ قرآن کی آیتیں یہ کسی سے سیکھتے ہیں  
اور پھر ہمیں کہتے ہیں یہ خدا کا کلام ہے۔ اس آیہ کریمہ میں حضور ﷺ کو حوصلہ دیا جا رہا ہے کہ محبوب! ان کی  
بے ہودہ گفتگو سے آپ پریشان نہ ہوں، آپ اپنے رب پر بھروسہ کر کے اپنا کام کرتے جائیں اور جو کچھ  
اس کی طرف سے آپ پر وحی کی گئی ہے اس کی اتباع کرتے رہیں۔ آپ یہ اعلان کرتے رہیں اللہ کے بغیر  
کوئی عبادت کے لائق نہیں اور مشرکین سے منہ پھیر لیں ان کی پرواہ نہ کریں ان کے کفر و شرک پر غم نہ کریں  
اور یہ یقین رکھیں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے ارادہ سے ہو رہا ہے اگر وہ چاہتا تو یہ لوگ کفر نہ کرتے اللہ کے  
ساتھ شریک نہ ٹھہراتے اس پر یہ اعتراض بے معنی ہے کہ کفار و مشرکین کا کفر و شرک اس کے چاہنے سے ہے  
تو قیامت کو سزا کیوں؟

یہ بات ذہن میں رہے، مشیت چاہنا اور ہے، رضا اور ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل فکر سمجھ دی یہ  
مشیت ہے، اب یہ بندہ اس کی دی گئی عقل و فکر کو صحیح استعمال کرتا ہے تو اللہ اس پر راضی ہے اگر غلط استعمال  
کرتا ہے تو خدا ناراض ہے مگر مشیت تو اس کی ہی ہے کہ عقل اُسی نے دی، فکر اُسی نے دی یہ بات یونہی ہے  
کہ باپ اپنے دو بچوں کو دس دس روپے دیتا ہے کہ جاؤ خرچ کرو، کھاؤ، اب ایک بچہ دس روپے کی شراب پی

لیتا ہے، دوسرا بچہ اچھی جگہ پر خرچ کرتا ہے ظاہر ہے شراب پینے والے کو باپ سزا دے گا اور اچھی جگہ خرچ کرنے والے کو شاباش اور جزا۔ اب باپ پر یہ اعتراض نہ ہوگا کہ شراب پینے والے کو سزا کیوں دی جبکہ پیسے اُسی نے دیے ہیں۔ یہی صورت حال یہاں محسوس ہو رہی ہے مشرک نے اپنی عقل و فکر کو غلط استعمال کیا اُسے سزا ہے، مومن نے صحیح استعمال کیا اُسے جزا ہے۔ آیہ کے آخر میں فرمایا گیا محبوب آپ نہ تو ان پر نگہبان ہیں اور نہ ہی ان کے ذمہ دار ہیں کہ آپ انہیں بہر حال کفر و شرک سے روکیں اور نہ ہی یہ صورت ہے کہ آپ بہر حال انہیں ایمان دیں، آپ کے ذمہ تبلیغ تھی، پہچانا تھا وہ آپ نے پہنچا دیا ہے۔ حضور ﷺ کفار و مشرکین کے نہ حفیظ ہیں نہ وکیل ہیں۔ مگر اپنی امت کے حفیظ بھی ہیں، وکیل بھی ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

(ایمان والو) تم انہیں (بتوں کو) بُرا نہ کہو جن کی یہ اللہ کو چھوڑ کر عبارت کرتے ہیں، ورنہ یہ جہالت اور بے علمی سے اللہ کو برا کہیں گے اور اسی طرح ہم نے ہر قوم کیلئے عمل مزین کر دیا ہے پھر انہوں نے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے، پھر وہ انہیں جزا دے گا جو وہ کیا کرتے تھے (۱۰۹)

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ  
اللَّهُ يَسُبُّوا اللَّهَ عَدُوًّا وَابْغِضُوا عَلَيْهِمْ كَذَلِكَ يَتَبَوَّأُونَ  
أَمْرًا عَلَيْهِمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ  
بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

صَلَّى  
الْحَقِّ

## تفسیر

مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے اے مسلمانوں تم کفار کے سامنے ان کے جھوٹے معبودوں کو برا نہ کہو، اس لئے کہ وہ بھی جواب میں اللہ تعالیٰ کو یا رسول اللہ کو یا قرآن کو برا کہیں گے، اس آئیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا، حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں، مسلمان کفار کے بتوں کو برا کہتے تھے جس کے جواب میں کفار نے بھی اللہ کو اور حضور ﷺ کو برا کہنا شروع کر دیا، یہ آئیہ پاک نازل ہوئی۔ ایمان والو! نہ تم انہیں برا کہو نہ اُن



سے بُرا سنو۔ امام سدی فرماتے ہیں جب ابوطالب کا انتقال ہونے لگا تو کفار کی ایک جماعت ان کے ہاں گئی اور کہا آپ اپنے بھتیجے محمد (ﷺ) کو کہہ دیں وہ ہمارے معبودوں سے الگ تھلگ رہے ہم ان سے بے تعلق ہو جائیں گے ایسا نہ ہو کہ ہم آپ کی موت کے بعد انہیں قتل کر دیں تو لوگ کہیں گے ابوطالب کے مرتے ہی قریش نے محمد کو قتل کر دیا۔ چنانچہ ابوطالب نے حضور کو بلایا اور کفار کی یہ بات سنادی، حضور ﷺ نے فرمایا وہ میری ایک بات مان لیں، میں ان کی ساری باتیں مان لوں گا، ابو جہل نے کہا بتائیں وہ کونسی بات ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کلمہ طیبہ پڑھ لو، سارے اختلافات ختم ہو جائیں گے کفار اس پر راضی نہ ہوئے اچھا اگر آپ ہمارے معبودوں کو برا کہیں گے تو ہم بھی آپ کے رب کو برا کہیں گے۔ اس موقع پر یہ آیہ پاک نازل ہوئی کہ ایمان والو! جھوٹے معبودوں کو گالیاں نہ دو، ورنہ وہ بھی تمہارے سچے خدا کو بُرا کہیں گے۔ اسی طرح ہم نے ہر قوم کیلئے ان کے کام مزین کر دیے ہیں پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹیں گے اور اللہ انہیں بتائے گا جو کچھ کرتے تھے۔ اس آیہ کریمہ سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ علماء معززین، مخالف کے بارہ، ایسا انداز اختیار نہ کریں جس سے مخالف بھی وہی گستاخانہ انداز اپنائے۔

قرآن مقدس نے اس عنوان کو دوسری جگہ پر اس طرح ارشاد فرمایا: ”ادع الی سبیل ربک بال حکمة والموعظة الحسنه و جادلہم بالتی هی احسن“ ”لوگوں کو اپنے رب کی طرف حکمت و دانائی اور اچھی گفتگو کے ذریعہ سے بلاؤ اور ان سے جھگڑا بھی ہو تو اچھے سلجھے طریقہ سے ہو۔“

خدا پناہ دشمن سے گفتگو میں اگر اعتدال، اچھا انداز، سلجھا ہوا طریقہ استعمال نہیں ہوتا تو اس غیر سلجھے انداز سے لوگوں کے دلوں میں بھی نفرت پیدا ہو جاتی ہے، اگر اسلامی پیغام کو سنجیدگی، دانشمندی اور بغیر تعصب و جذبات کے پہنچایا جائے تو یہ انداز کامیابی کا باعث بنتا ہے، اپنے اور پرانے سبھی لوگ متاثر ہوتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ  
آيَةٌ لِّئُؤْمِنُوا بِهَا قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللّٰهِ  
وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝  
وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ  
يُؤْمِنُوا بِآيَةِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَذَلُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ  
يَعْمَهُونَ ۝

صَلَّى  
الْحَضِيمِ

اور انہوں نے قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس  
کوئی نشانی آگئی تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں  
گے آپ کہہ دیجئے نشانیاں تو صرف اللہ کے  
پاس ہیں اور (اے مسلمانوں) تمہیں کیا خبر کہ  
جب یہ نشانیاں آجائیں گی تو یہ لوگ پھر بھی  
ایمان نہیں لائیں گے (۱۱۰) ہم ان کے دلوں اور  
آنکھوں کو پھیر رہے ہیں جس طرح یہ لوگ اسی  
قرآن پر پہلی بار ایمان نہیں لائے تھے اور ہم انہیں  
ان کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ رہے ہیں (۱۱۱)

## تفسیر

پچھلی آیات میں کفار کے ایک اعتراض کا رد تھا جو انہوں نے کیا تھا کہ حضور کسی سے آیات سیکھ کر ہم کو  
سناتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ اللہ کی طرف سے ہیں، اس آیت کریمہ میں کفار کے اس اعتراض کا ذکر ہے کہ  
حضور ﷺ ان کے منہ مانگے معجزات تو دکھاتے نہیں، نبی کیسے؟۔ اس آیت کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا  
مشرکین نے قسم اٹھا کر کہا اگر آپ کوئی ہماری منہ مانگی آسمانی نشانی دکھادیں تو ہم ایمان لے آئیں گے، تو یہ  
آیت نازل ہوگئی تو انہوں نے قسمیں اٹھائیں اگر نشانی اتر آئی تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ محبوب! آپ کہہ  
دیں نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور تمہیں کیا خبر جب وہ نشانیاں آئیں گی تو بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ اس  
آیت مبارکہ کے شان نزول کے سلسلہ میں ایک دوسری روایت اس طرح ہے: دربارِ نبوی ﷺ میں قریش آئے  
اور کہا آپ کہتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کو عصا کا معجزہ عطا ہوا، عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ زندہ کرنے کا معجزہ ملا،  
صالح علیہ السلام نے پتھر سے اونٹنی نکالی تھی، آپ بھی کوئی معجزہ دکھادیں، ہم ایمان لے آئیں گے۔ حضور

ﷺ نے فرمایا تم کس قسم کا معجزہ مانگتے ہو، قریش نے کہا ”صفا“ پہاڑ سونے کا بنادیں، ہمارے باپ دادے زندہ ہو کر آئیں اور یہ بتائیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، ہم مان جائیں گے۔ جبریل امین علیہ السلام دربار نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کی، حضور یہ معجزہ تو ہو جائے گا مگر یہ ایمان نہیں لائیں گے اور سب ہلاک کر دئے جائیں گے اگر آپ نے یہ معجزات نہ دکھائے اور یہ اس وقت ایمان نہ لائے تو آئندہ ان سے بہت سے لوگوں کے ایمان لانے کی امید ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ان معجزات کا اظہار اور ان کی تباہی میں نہیں چاہتا، اس پر یہ آئیہ کریمہ نازل ہوئی۔ اے محبوب! یہ کفار ضدی ہیں، معجزات دیکھنے کے باوجود یہ ایمان نہیں لائے اب یہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں ہم ایمان لے آئیں گے، آپ فرما دیجئے یہ معجزات اللہ کے پاس ہیں، اس کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوتا، بعض مسلمانوں نے یہی عرض کی، حضور! یہ معجزات دکھا دیجئے، تو حکم ہوا انہیں یہ معجزات دکھا بھی دیئے جائیں تو بھی ایمان نہیں لائیں گے، ہم ان کے دلوں کو سوچنے، آنکھوں کو دیکھنے سے اس طرح پھیر دیتے ہیں جیسے پہلے پھیر دیا تھا کہ ہزار ہا معجزات دیکھ کر ایمان نہ لائے تھے ہم انہیں اسی طرح سرگردانی میں پھرتے چھوڑ دیں گے اب انکی ہلاکت بھی منظور نہیں، جب ہلاک ہوں گے تو جنگ بدر و حنین میں تمہارے ہاتھوں برباد ہوں گے۔ اس وقت ان کا مطالبہ پورا کرنا ہماری حکمت کے خلاف ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
الحمد للہ! آج ۲۶ اکتوبر ۲۰۰۷ء کو بوقت سحری ساتواں پارہ مکمل ہوا، اللہ کرے یہ محنت میرے لئے صدقہ  
جاریہ ثابت ہو اور میری زندگی میں تفسیر مکمل ہو۔ آمین ثم آمین

ابوالنصر منظور احمد

جامعہ فریدیہ ساہیوال

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ